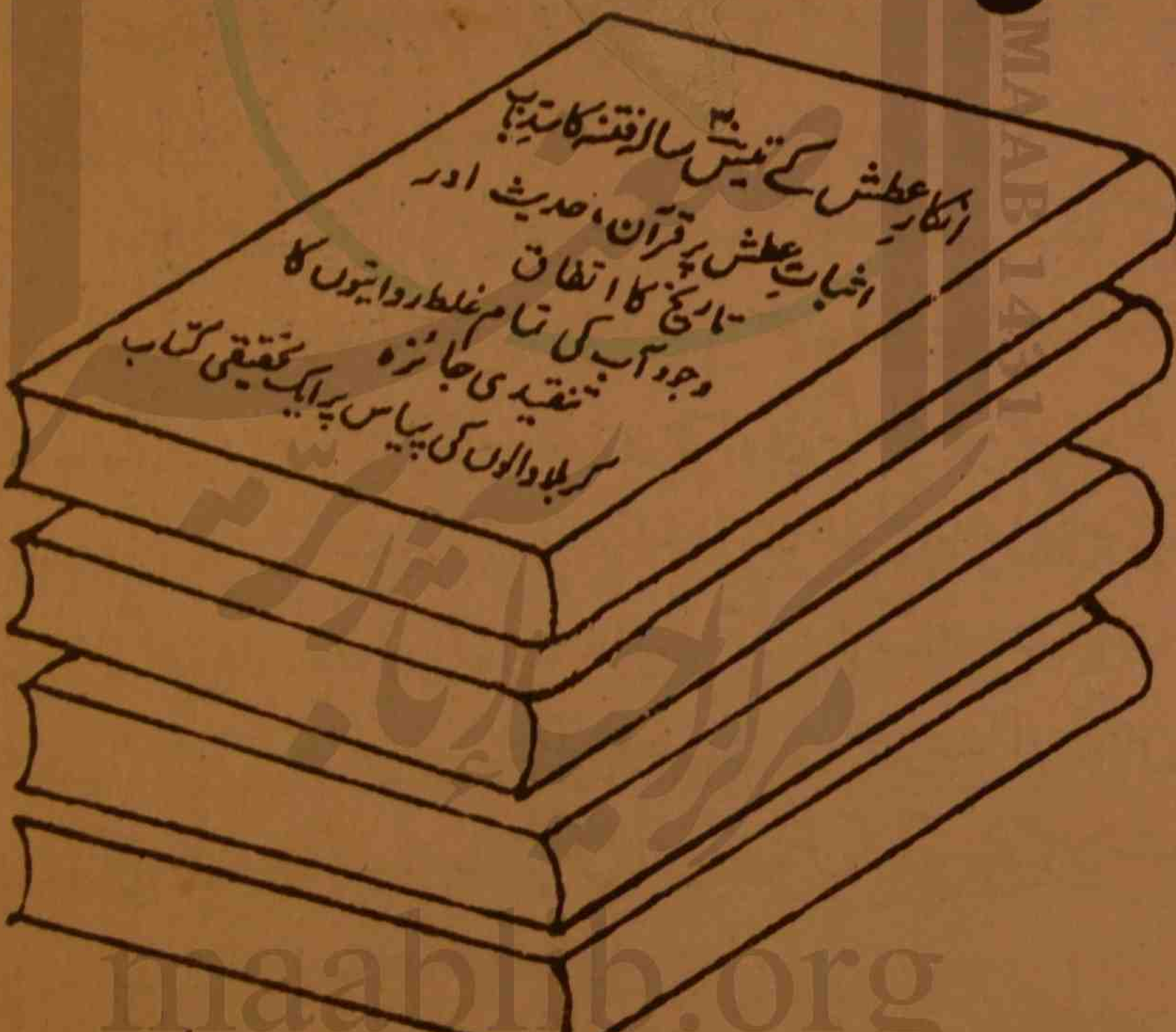

اعلی اللہ مقامہ
مولانا سید غلام عسکری صاحب

فہرست

پیاس



سید غلام عسکری

ہدیہ ۱۰۰/ روپے

باسمہٖ سبحانہٗ

عرضِ ناشر

کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تبلیغ و اصلاح کی سنگلاخ وادیوں میں شب و روز مصروف رہنے والا اور جادۂ خطابت کا رواں دواں مسافر اتنا بڑا تحقیقی کارنامہ بھی انجام دے سکتا ہے۔ اس لئے اب تک یہی دیکھا گیا ہے کہ کوئی کسی علمی اور تاریخی کتاب کا مصنف اسی وقت بنتا ہے جب وہ لائبریریوں اور کتب خانوں میں خود کو محبوس واسیر کرلے۔

سرکار خطیب اعظم اعلی اللہ مقامہٗ نے "پیاس" جیسی عظیم کتاب لکھ کے اس تجربے کو غلط قرار دیدیا۔ اور انھوں نے بے انتہا مصروفیت کے زمانے میں ایسی تحقیقی کتاب لکھ دی جو تاریخ کے طالب علموں کو ہمیشہ روشنی دیتی رہے گی۔ مجتہدانہ ذمہ داری اور فقیہانہ باریک بینی کے ساتھ لکھی جانے والی یہ کتاب بظاہر واقعۂ کربلا کے صرف ایک موضوع "عطش" پر لکھی گئی ہے لیکن حقیقت میں یہ تصنیف تاریخ فہمی اور تاریخ نگاری کا ایک ایسا مستحکم زاویہ نظر پیش کرتی ہے جس سے کم از کم اردو زبان اب تک محروم تھی۔

بدقسمتی سے یہ کتاب اس وقت منظر عام پر آئی جب عوام وخواص سب اس پریشان کن بحث میں الجھے ہوئے تھے اور یہ بحث آپس میں

اختلاف کا سبب بن چکی تھی اس لئے "پیاس" جیسی کتاب کو اسی ہنگامی پس منظر میں دیکھا گیا۔ حالانکہ وہ صورت حال وقتی تھی اور اس کتاب کی افادیت ایک مستقل حیثیت رکھتی ہے۔

اموی اور عباسی روایت سازیوں اور افسانہ تراشیوں سے بوجھل تاریخ کے دامن سے حقائق کو الگ کرنا کانٹوں کو ہٹا کے پھول چننے کا عمل ہے۔ خطیب اعظم نے تاریخی ماخذوں کا عمیق نگاہی سے جائزہ لے کر نہ صرف یہ کہ یہ کام انجام دیا ہے بلکہ تاریخ نگاری کے بنیادی اصول بھی معین فرما دیئے ہیں۔ روایتوں کا تجزیہ کر کے حق و باطل کی نشاندہی کر دی ہے اور ان راستوں کا بھی پتہ لگایا ہے جن سے گذر کے فرسودہ اور وضعی روایات ہماری کتابوں میں داخل ہوئی ہیں۔ اور یہ تجزیہ اس احتیاط سے کیا ہے کہ علمائے سابق کے احترام اور ان کے حفظ مراتب میں کوئی فرق نہیں آنے پایا۔ جہاں تک "پیاس" کے موضوع کا سوال ہے تو یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ اس موضوع پر اردو تو اردو خود فارسی اور عربی میں اتنی سیر حاصل بحث اور ایسی بسوط کتاب کا وجود نہ تھا۔ عطش اور متعلقات عطش کے سلسلے میں "پیاس" ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔

بعض مقامات پر خطیب اعظمؒ نے روایت کے بین السطور سے گذر کے حقائق کی روح تک جس طرح رسائی حاصل کی ہے اس کے بارے میں کہنا پڑتا ہے کہ

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

صفحات کی کمی کی وجہ سے حوالوں کی گنجائش نہیں دعوٰں کے ثبوت میں ہم اس کتاب کو پیش کرتے ہیں جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے "پیاس" کا یہ دوسرا اڈیشن ہے۔ موجودہ حالات اس قابل ہو چکے ہیں کہ اس کتاب کا سنجیدگی سے مطالعہ کیا جائے۔ اللہ سے توفیقات میں اضافے کی دعا کے ساتھ قوم سے امید ہے کہ ادارہ کی اس کوشش کو شرف قبولیت بخشے گی۔

انتسابِ عقیدت

وارث حضرت سید الشہدا علیہ السلام

حضرت ولی عصر روحی و ارواح المومنین لہ الفدا

کی

خدمت میں حقیر نذرانہ

العبد المذنب

سید غلام عسکری

تشکّر

اس رسالہ کا مرتّب ہو جانا صرف تائیدِ غیبی ہے کیونکہ مجھے اپنی بے مائگی مکمل طور پر معلوم ہے ۔ علاوہ ازیں سال بھر پورے مُلک میں سفر کر کے مجالس میں ذکرِ معصومین علیہم السلام کا شرف حاصل کرنا۔ ایک ایسی مصروفیت ہے جس کے بعد کسی تحریری کام کے لئے وقت ہی نہیں بچتا تھا ۔ مزید برآں دینی تعلیم کی تحریک کو کامیاب بنانے میں رات دن مشغول رہنے نے فرصت و مُہلت کو بالکل معدوم کر دیا ہے ۔ پھر بھی یہ رسالہ مرتّب ہو گیا جس کے لئے حالات میں کوئی گنجائش نہ تھی ۔ بارگاہِ احدیت میں اس کرم کے لئے جس قدر بھی شکرگذار ہوں کم ہے ۔ حضرات معصومین علیہم السلام کی تائید و نصرت کے حق کو بھی میرا انتہائی امتنان ادا کرنے سے قاصر ہے ۔ اس ناچیز خدمت کو اپنے آقا ، دو جہان کے مالک ، زمانہ کے امام حضرت ولی عصر روحی لہ الفداء کی بارگاہ میں پیش کر کے ملتجی ہوں کہ فہرست اعوان و انصار میں میرے نام کے درج کرنے کا حکم فرمائیں ۔

العبد

سیّد غلام عسکری

باسمہ سبحانہ

وجہ تالیف

کربلا والوں کی پیاس قرآن، حدیث اور تاریخ تینوں کے بیان کے مطابق اس قدر مستند۔ متواتر اور مسلّم تھی اور ہے کہ کبھی کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ انکار درکنار اسے مشتبہ اور مشکوک بھی کہنے کی ہمت نہیں کی۔ حتّیٰ کہ عزاداری اور امام مظلومؑ کے دشمن بھی پیاس کے خلاف لب ہلانے کی جرأت نہ کر سکے۔ اسی وجہ سے اس موضوع پر خصوصی طور پر کوئی کتاب لکھنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

لیکن تیس سال قبل شہیدِ انسانیت کی اشاعت کے باعث انکارِ عطش کا فتنہ پیدا ہوا۔ اس وقت علامہ سیّد محمد رضی صاحب زنگی پوری اعلی اللہ مقامہ نے "واعطشاہ" نامی رسالہ اس موضوع پر لکھا۔ چند ماہ ہوتے ہیں کہ صاحب شہیدِ انسانیت نے وہ خط و کتابت بند کر دی جو اتحاد کے لئے جاری تھی۔ اگرچہ میں نے اتحاد کا

دروازہ اب بھی بند نہیں کیا ہے۔ خط و کتابت میں پیاس کا مسئلہ زیر بحث آیا تھا اس بحث کا آغاز اور خط و کتابت کی اشاعت میں پہل خود صاحب شہید انسانیت نے کی تھی۔ جب موصوف کے حوالے لکھ کر بھیجنے سے گریز کرنے کے بعد میں نے ان کی پیش کردہ کتابوں سے حوالے نقل کر کے لکھا کہ آپ نے جناب بریر اور جناب عبدالرحمٰن انصاری کی روایت نورہ میں لفظ غسل کا اپنے قلم سے اضافہ کیا ہے تو موصوف نے میرے اصرار کے باوجود خط کا جواب نہ دیا۔ بلکہ خط و کتابت بند کر دی۔ اور آپ کے حامیوں نے مختلف ناموں سے آپ کی حمایت میں چند رسالے شایع کئے جن میں خیام حسینؑ میں پانی پائے جانے کی روایتیں نقل کی گئی ہیں ان رسالوں کی اشاعت نے مومنین میں اضطراب پیدا کیا۔ لہٰذا میرے ضمیر نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ چونکہ تمہاری خط و کتابت کو ان غلط روایتوں کی اشاعت کے لئے آڑ بنایا گیا ہے۔ لہذا تم ہی کو ان کی رد لکھنا چاہئے۔ چنانچہ پیاس کے موافق اور مخالف مواد کو جو کتابوں میں موجود تھا اس رسالہ میں جمع کر دیا گیا ہے اور تحقیق کے معیار پر پرکھ کر صحیح اور غلط کو واضح کر دیا گیا ہے۔

خدا کرے یہ رسالہ مومنین کے لئے کامل اطمینان کا ذریعہ

بن سکے۔ نیّت کا عالم خدا ہے۔ میرا مقصد پیاس کے موضوع کی تحقیق ہے اور بس۔ نشیب اپنی نشاندہی خود کرلے گا

میں ممنون ہوں گا اگر میری کسی غلطی پر مجھے متنبہ کیا جائے، گا البتہ ابھی بہت کچھ اضافہ ممکن تھا جس کا موقع نہ مل سکا انشاءاللہ تعالیٰ اگلے اڈیشن میں اسے شامل کیا جائے گا۔

والسلام

سیّد غلام عسکری

کتابیں ـــــ جن سے حوالے نقل کئے گئے ہیں

(۱) تاریخ طبری حصہ دوم جلد اول مطبوعہ یورپ سنہ ۱۸۸۱ / ۱۸۸۳ء

(۲) تاریخ کامل ج ۴ مطبوعہ مصر

(۳) تاریخ ابن خلدون مطبوعہ ایران

(۴) تاریخ اعثم کوفی اردو مطبوعہ یوسفی دہلی سنہ ۱۳۱۸ھ

(۵) مقتل ابی مخنف مطبوعہ نجف سنہ ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۲ء

(۶) مقتل الحسین خوارزمی مطبوعہ نجف سنہ ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء

(۷) ارشاد جناب مفید رح مطبوعہ ایران

(۸) اخبار الطوال دینوری مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۳۰ھ

(۹) بحار الانوار جلد عاشر مطبوعہ ایران سنہ ۱۳۰۳ھ

(۱۰) مصائب الابرار ترجمہ بحار الانوار جلد عاشر مطبوعہ جعفری نخاس لکھنؤ

(۱۱) بحار الانوار کتاب المزار جلد ۲۲ مطبوعہ ایران

(۱۲) مفاتیح الجنان مطبوعہ ایران

(۱۳) نفس المہموم مطبوعہ ایران سنہ ۱۳۳۵ھ

(۱۴) منتہی الامال جلد اول مطبوعہ ایران

(۱۵) مفتاح الجنان مطبوعہ ایران سنہ ۱۳۱۳ھ

(١٦) اسوف ترجمہ لہوف تصنیف سید ابن طاؤس ترجمہ باقر حسین
مطبوعہ اثنا عشری لکھنؤ ١٣٢٠ھ

(١٧) مثیر الاحزان تالیف علامہ ابن نما حلی مطبوعہ نجف ١٣٦٩ھ

(١٨) تفسیر صافی

(١٩) منتخب طریحی مطبوعہ بمبئی

(٢٠) روضۃ الشہداء مطبوعہ محمدی لاہور

(٢١) مقتل عوالم مطبوعہ تبریز ایران ١٢٩٥ھ

(٢٢) اسرار الشہادۃ تالیف فاضل دربندی طابع الحاج ابراہیم ٢ محرم ١٢٩٤ھ

(٢٣) دمعہ ساکبہ مطبوعہ ١٣٣٢ھ

(٢٤) شہید اعظم جلد دوم مطبوعہ مقیم گنج بنارس ١٣٣٣ھ ١٩١٤

(٢٥) امالی صدوق مطبوعہ ایران ١٢٨٧ھ

(٢٦) مناقب ابن شہر آشوب جلد ٤ مطبوعہ بمبئی

(٢٧) خصائص حسینیہ مطبوعہ بمبئی

(٢٨) ناسخ التواریخ جلد ششم حالات سید الشہداء مطبوعہ بمبئی ١٣٠٩ھ

(٢٩) بناء الاسلام سید اتن صاحب مطبوعہ گلشن جعفری ١٣١٧ھ

(٣٠) مواعظ حسنہ علامہ ہردی مطبوعہ جالندھر ١٩٣٩ء

(٣١) تاریخ احمدی تالیف نواب پریانواں مطبوعہ نور المطابع لکھنؤ

(۳۲) تبصرۃ الزائر و کشف السرائر تالیف محمد بدیع مشہدی

(۳۳) کشف الغمہ علامہ اربلی جلد دوم مطبوعہ نجف ۱۳۸۵ھ

(۳۴) رسالہ ابن نما در احوال مختار مطبوعہ نجف ۱۳۹۹ھ ۱۹۵۰ء

(۳۵) مفارقات الحسینیہ علامہ کنتوری مطبوعہ اصلاح کھجوا سارن

(۳۶) تحریر الشہادتین تالیف شاہ سلامت اللہ مطبوعہ ۱۲۵۷ھ

(۳۷) شہید انسانیت طبع اول مطبوعہ سرفراز پریس لکھنؤ

(۳۸) تاریخ ابن واضح یعقوبی ج ۲

(۳۹) نور العین فی مشہد الحسین تالیف ابو اسحاق حسینی مطبوعہ مطبع محمد آفندی ۱۳۰۹ھ

(۴۰) ینابیع المودۃ مطبوعہ بمبئی تالیف شیخ سلیمان

(۴۱) ذبح عظیم مصنفہ فوق بلگرامی مطبوعہ دہلی

کتاب سے پہلے پڑھ لیجئے

(۱) کسی عبارت کے اگر کئی حوالے نقل کئے گئے ہیں تو عبارت کے الفاظ اس کتاب کے ہیں جس کتاب کا سب سے پہلے حوالہ دیا گیا ہے اور باقی حوالے اتحاد معنوی کی بنا پر دئے گئے ہیں چاہے مکمل طور پر لفظی اتحاد نہ بھی ہو۔

(۲) عبارتوں کے درمیان جہاں خط کھینچ کر ——— فاصلہ پیدا کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ طول سے بچنے کے لئے عبارت کا وہ درمیانی حصّہ نہیں نقل کیا گیا ہے جو غیر متعلق تھا۔

مقدّمہ

مسلمات کا انکار کیوں ہوتا ہے

کربلا کے شہیدوں کی پیاس قرآن مجید، تفسیر، حدیث اور تاریخ سے متفقہ طور پر ثابت ہے اور اس کا مستند، مسلّم اور متواتر ہونا طے شدہ ہے۔ پیاس میں شک تب ہی ممکن ہے جب واقعۂ کربلا مشکوک قرار دیا جائے۔ اور واقعۂ کربلا میں شک تب ہی ہو سکتا ہے جب دنیا کے تمام سچے اور صحیح واقعات جھٹلا دیے جائیں کیونکہ واقعۂ کربلا اور کربلا والوں کی پیاس کو وہ تمام ثبوت فراہم ہیں جو کسی واقعہ کو سچا ثابت کرنے کے لئے فراہم ہو سکتے ہیں مگر آج اس مسلّمہ پیاس سے بھی انکار کیا جا رہا ہے۔ اس پر کسی حیرت کی ضرورت نہیں کیونکہ ہر زمانے میں مسلمات کا انکار کسی نہ کسی شکل میں ہوتا رہا ہے۔

مسلمات سے انکار کیوں ہوتا ہے اس کی وجہ ظاہر ہے۔ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ غلطی کرنے کے بعد غلطی کا اقرار نہ کرنا دوسری غلطی کرنے پر مجبور کرتا ہے اور دوسری غلطی تیسری غلطی کو جنم دیتی ہے اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے جس طرح ایک

جھوٹ کے لئے ہزار جھوٹ بولنا پڑتے ہیں اسی طرح ایک غلطی کو نباہنے کے لئے ہزار غلطیاں کرنا پڑتی ہیں۔ غلطی کو صحیح ثابت کرنے کی راہ میں جب مسلمات رکاوٹ بن کر آجاتے ہیں تو ان کا بھی انکار کرنا پڑتا ہے۔ ماضی قریب کی ایک مثال دیدوں، مدرسۃ الواعظین کی تعلیم کے زمانے میں جب مجھے قادیانی مذہب کے مطالعہ کا موقع ملا تو مجھے اس بات پر کوئی حیرت نہیں ہوئی کہ قادیانی ختم نبوت کے منکر ہیں کیونکہ اس انکار کے بغیر مرزا غلام احمد کو نبی ماننا ممکن نہ تھا لیکن یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ قادیانی حیات جناب عیسیٰؑ کے بھی منکر تھے اور مُردوں کے دوبارہ زندہ ہونے سے بھی ان کو انکار تھا جبکہ قرآن مجید میں ان دونوں باتوں کی صراحت موجود ہے اور قرآن پر قادیانی بھی ایمان رکھنے کا اقرار کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد صاحب کی نبوت کے اقرار سے ان دونوں باتوں کو کوئی ربط نہ تھا مگر ہر قادیانی ان دونوں غلط باتوں کے اقرار پر مجبور نظر آیا۔ مگر یہ حیرت اُس وقت دُور ہوگئی جب میں نے مرزا غلام احمد صاحب کے حالات پڑھے کہ کیونکر وہ منزل بہ منزل دعویٰ نبوت تک پہنچے۔

مرزا صاحب نے پہلے ایک کتاب لکھی جو مسلمانوں میں مقبول ہوئی اور ایک قدردان حلقہ پیدا ہوا۔ اس مقبولیت کو دیکھ کر

مرزا صاحب میں آگے بڑھنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔ پہلے وہ اپنی صدی کے مجدد بنے۔ جب کچھ عقیدت مند اس دعوی کے حامی بنے تو مرزا صاحب نے مسیح موعود و مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ مسیح ہونے کا دعویٰ انکار حیات جناب عیسیٰ کے بغیر ممکن نہ تھا۔ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرنا بڑا خطرناک تھا کیونکہ لوگ اس دعویٰ کے بعد مردوں کو زندہ کرنے کا بھی مطالبہ کر سکتے تھے اور جس پر مرزا صاحب قادر نہیں ہو سکتے تھے لہذا مُردوں کے زندہ ہونے سے ہی انکار کیا گیا تاکہ وہ شاخ ہی نہ رہے جس پر آشیانہ تھا۔ غرضکہ مسیح موعود کے غلط دعوی نے ان دونوں باتوں کا انکار کرایا۔ مگر مرزا صاحب کب مسیح موعود کے دعوی پر اکتفا کرنے والے تھے۔ آگے بڑھ کر پہلے ظلی اور بروزی نبی ہونے کا پھر اصلی نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ پرواز یہاں تک پہنچی کہ کبھی انھوں نے اپنے اندر خدا کو محسوس کیا اور کبھی اپنی کسی بیوی اور کسی لڑکے کے روپ میں خدا کو دیکھا۔ اعوذ باللہ من کلمات الکفر۔۔

قادیانی مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت پر قانع ہو گئے اگرچہ خود مرزا صاحب نے اس دعوی پر اکتفا نہیں کی تھی۔ بہر حال دعوی نبوت کے باوجود مسیح موعود کے دعوی کے زمانے کے دو غلط عقیدے قادیانیوں

میں باقی رہ گئے کیونکہ ان کا مٹانا اب ممکن نہ تھا اور ضرورت ان غلط عقیدوں کو ایجاد کر چکی تھی لہذا اب بھی یہ دونوں غلط عقیدے ان میں چل رہے ہیں۔

انکار عطش گناہ بے لذّت ہے۔ حدیث میں شراب اور بدکاری کو گناہ قرار دیا گیا ہے مگر ترک نماز کو کفر سے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس تعبیر کی وجہ معصومین علیہم السلام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ بدکاری دوگناہ ہے جس میں ایک لذّت ہے اور یہی لذّت گناہ کی محرک ہوتی ہے لیکن نماز نہ پڑھنا صرف حکم خدا سے سرتابی ہے کیونکہ نماز نہ پڑھنے میں کوئی لذّت نہیں ہے جو نماز چھوڑنے کا محرک بنے۔ خلفا کی مدح یا ان کے افعال کی صفائی ایسی باتیں ہیں جن کا سبب شہرت و مقبولیت کی خواہش بھی ہو سکتی ہے لیکن انکار عطش سے کسی کو خوش کرنا بھی ممکن نہیں ہے یہ صرف گناہ بے لذّت ہے۔

صاحب شہید انسانیت اس تک کیسے پہونچے صحیح بات تو وہ خود بتا سکتے ہیں کیونکہ نیت کا عالم یا خدا ہوتا ہے یا پھر خود عمل کرنے والا البتہ موصوف کی تحریروں اور ان کی مخصوص روش سے جو کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے وہ یہی ہے کہ شہرت اور بین الاقوامیت کی ہوس نے انکار عطش تک پہونچایا خیالات کی کڑیاں کچھ اس طرح ملتی ہیں کہ

نبی یا امام کو بحیثیت ہادی پیش کئے جانے پر صرف اسی حلقہ میں مقبولیت حاصل ہو سکتی تھی جو نبی کو نبی یا امام کو امام مانتا ہے۔ لیکن نبی یا امام کو نہ ماننے والوں میں مقبولیت حاصل کرنے کا راستہ یہی ہو سکتا تھا کہ امام اور نبی کی روحانی حیثیت کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف ان کو بشری صفات کے حامل، مصلح کی حیثیت سے پیش کیا جائے چنانچہ موصوف نے پہلے ائمہ علیہم السلام کو تعلیم و تربیت کے ذریعہ مصلح کے درجہ کے قابل بتایا حالانکہ ہادی خدا سے خصوصی ربط کے باعث علمی و عملی کمالات کا حامل بن کر پیدا ہوتا ہے پھر ائمہؑ کو وحی والہام والقاء وغیرہ کے بجائے صرف تجربات و واقعات کی روشنی میں فیصلے کرتے ہوئے دکھایا چنانچہ دین کی راہ میں شہید ہونے والا انسانیت کی راہ کا شہید قرار پایا۔ بشری مصلح اور معصوم ہادی میں کیا فرق ہے اس کی تفصیل آگے درج کی جائے گی یہاں صرف اتنی بات لکھنا ہے کہ دین اور ہادی کا چولا بدلنے کا نتیجہ یہی ہوا کہ قرآن، تفسیر، حدیث کے بجائے تاریخ کو ماخذ بنانا پڑا۔ تاریخ کو ماخذ بنانے میں ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ نام نہاد دینداروں میں چونکہ تاریخ ہی مقبول و معتبر قرار دی جاتی ہے اور لادینیت کا سکۂ رائج الوقت تاریخ ہی ہے۔ لہٰذا ان میں مقبول ہونے کی راہ بھی آسان ہوگئی جبکہ دیندار کی

نظر میں معتبر ذخیرہ قرآن و حدیث ہے نہ کہ تاریخ، نہ جانے کیوں تاریخ طبری سے موصوف کو عشق حاصل ہوگیا۔ حالانکہ طبری وہ متعصب مؤرخ ہے جو امامت کے مشن کو جان بوجھ کر ٹھیس پہونچانے ہی کو مؤرخ کی ذہانت سمجھتا ہے۔ شبلی کو عہد حاضر کا طبری کہنا اور طبری کو عہدِ سابق کا شبلی کہنا بجا ہوگا۔ میری اس بات کا اندازہ آپ کو اس وقت بجا طور پر ہو جائے گا جب آپ اس کتاب کے عنوان "تاریخی غلطیوں کی جھلکیاں" کو پڑھیں گے۔

غرضکہ جب بات صرف تاریخ پر بھروسہ کرنے تک آپہونچی اور طبری کی ہر تحریر ارشادِ معصومؑ کی طرح معتبر قرار پا گئی تو ضروری تھا کہ اگر اس نے عطش کے ساتھ منافی عطش مواد کا اندراج کیا ہے تو شہیدِ انسانیت میں بھی عطش اور انکارِ عطش دونوں کو اس کی تاسی میں جمع کر دیا جائے چونکہ غلطی کا اقرار کرنے کے بجائے اس کو صحیح ثابت کرنے کا مزاج بن چکا تھا لہٰذا صریحی انکارِ عطش کی ہمت نہ ہونے کے باوجود وجودِ آب کی روایتوں کی تشہیر کی گئی جس کا سلسلہ بضرورت اب بھی جاری ہے حالانکہ وجودِ آب کا اقرار ہی عطش کا انکار ہے۔ مسلّمات کا ہر منکر مسلمات کی سچائی کو جانتا ہے چاہے عمل اس کے خلاف کیوں نہ ہو اسی طرح صاحب شہیدِ انسانیت

بھی پیاس کی سچائی کو خوب جانتے ہیں مگر ....

بین الاقوامیت سے انکار عطش تک کا جو سفر طے ہوا ہے اس نے حسب ذیل بحثیں بھی پیدا کر دی ہیں :-

۱- ہادی اور مصلح دونوں ایک ہیں یا ان میں کوئی فرق ہے۔

۲- بین الاقوامیت کا صحیح رخ کیا ہے اور غلط رخ کیا ہے۔

۳- مسئلہ عطش صرف تاریخی مسئلہ ہے یا مذہبی بھی یعنی اس کا منکر صرف تاریخ کا خطاوار ہے یا مذہب کا بھی گنہگار ہے۔

۴- تحقیق میں صرف تاریخ کا بیان معتبر ہے یا قرآن و تفسیر و حدیث پر بھی بھروسہ کیا جا سکتا ہے اور دونوں میں کون زیادہ قابل اعتماد ہے لہٰذا اصل مسئلہ یعنی کربلا والوں کی پیاس پر بحث شروع کرنے سے پہلے ان مسائل کی بقدر ضرورت تنقیح کی جاتی ہے تاکہ اصل موضوع کی تحقیق کے وقت ذہن بالکل صاف رہیں۔

"مصلح اور ہادی کا فرق"

اس سے انکار نہیں ہے کہ ہادی خواہ نبیؑ ہو یا رسولؐ ہو یا امامؑ ہو وہ دنیا میں انسانوں کی مکمل اصلاح کے لئے آتے ہیں لیکن خدا کی طرف سے الٰہی نظام ہدایت کے مطابق بھیجنے والے ہادی میں اور ان انسانوں میں بہت فرق ہے جو اپنے عہد کی کسی برائی کو مٹانے کے لئے اپنے علم، اپنی عقل، اپنے تجربات، اپنے حوصلہ کے مطابق اصلاحی تحریک چلاتے ہیں جن کو دنیا مصلح اور ریفارمر کے نام سے یاد رکھتی ہے

خدا انسانوں کو پیدا کرنے کے بعد ان کے رزق کا بھی ذمہ دار ہے اور ان کی ہدایت کا بھی ذمہ دار ہے اس نے اپنی ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی ہادی ضرور بھیجا۔ ہادی کی پہلی قسم کا نام نبیؑ، دوسری قسم کا نام رسولؐ اور تیسری قسم کا نام امامؑ ہے۔ یہ سب خدا کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ لیکن مصلح الٰہی نظام ہدایت کی کڑی بن کر نہیں پیدا ہوتے بلکہ کچھ نیک دل، حساس اور جری انسان اپنے ماحول کی کسی برائی کی خرابی سے رفتہ رفتہ متاثر ہو کر اسے مٹانے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور

سماج کو اس برائی سے پاک کرنے کے لئے اصلاح اور سدھار کی تحریک سماج میں چلاتے ہیں اور قربانیاں دے کر اس تحریک کو کامیاب بناتے ہیں ایسے لوگوں کو مصلح کہا جاتا ہے۔ ہادی اور مصلح کے درمیان جو فرق ہیں اس میں سے چند کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔

۱- ہادی کو خدا اپنے نظام ہدایت کی ایک کڑی بنا کر بندوں کی اصلاح اور ہدایت کے لئے بھیجتا ہے اس کے برخلاف مصلح خود بنتا ہے۔ حالات اس کے مصلح بننے کا سبب بنتے ہیں۔

۲- ہادی خدا کی طرف سے بھیجا جاتا ہے لہذا خدا سے خصوصی ربط رکھنے کے باعث علم و عمل کے کمالات کا حامل بن کر پیدا ہوتا ہے اور آخر عمر تک۔ خدا وحی، الہام، القاء وغیرہ کے ذریعے اپنے بھیجے ہوئے ہادی کی رہبری کرتا رہتا ہے۔ ہادی اپنے علم کی وجہ سے بھول، چوک، غلطی، خطا، گناہ سے پاک اور معصوم ہوتا ہے۔ کل قیامت میں ہر زمانہ کے لوگوں سے ان کے زمانہ کے ہادی کی پیروی کرنے نہ کرنے کا سوال ہوگا چونکہ ہادی خدا کا بھیجا ہوا ہوتا ہے۔ اس دعوی کے ثبوت کے لئے خدا اسے معجزہ کی طاقت دیتا ہے اور علم غیب بھی دیتا ہے لہذا اس کا کوئی استاد نہیں ہوتا نہ اسے بندوں سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے

اس کے ماننے والوں کو یہ حق نہیں ہوتا کہ اس کی بات پر شک کریں یا اس کی کسی بات کو مانیں اور کسی بات کو نہ مانیں بلکہ اس کی ہر بات واجب التعمیل ہوتی ہے اور ہر ہادی اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے ہر کمال میں افضل ہوتا ہے اس کے برخلاف مصلح جاہل پیدا ہوتا ہے۔ تعلیم و تربیت کے ذریعہ ترقی کرتا ہے پھر بھی غلطی کرتا ہے اس کی ہر بات کا صحیح ہونا ضروری نہیں۔ اس کی اطاعت کا سوال آخرت میں نہ ہوگا۔ وحی و الہام اور القا وغیرہ کے ذریعہ اس کی کوئی رہبری نہیں ہوتی نہ وہ معجزہ دکھا سکتا ہے نہ علم غیب کا مالک ہوتا ہے نہ معصوم ہوتا ہے بلکہ اس کے استاد بھی ہوتے ہیں اور اس کی تعلیم و تربیت بھی ہوتی ہے۔ یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی بات ہے کہ ہادی پر ایمان رکھنا واجب ہے جبکہ مصلح سے صرف محبت اور عقیدت ہو سکتی ہے اور بس۔

۳۔ ہادی انسان کی زندگی کے ہر رُخ کی رہبری کرتا ہے اور مصلح صرف چند بُرائیوں کے مٹانے کی کوشش کرتا ہے۔

۴۔ مصلح پر صرف اس کا نیک نفس، حاکم اور نگراں ہوتا ہے۔ لہذا مصلح کبھی غیر مصلح بن سکتا ہے۔ لیکن ہادی پر خدا حاکم ہوتا ہے لہذا وہ ہر حال میں ہادی رہتا ہے۔

۵- غیر مسلم کی نظر میں نبی اور غیر شیعہ کی نظر میں امام کی حیثیت ایک مصلح کی ہوتی ہے اس کے برخلاف مسلمان نبی کو نبی اور شیعہ امام کو امام مانتا ہے نہ کہ مصلح۔

۶- مصلح نہ کسی کا جانشین ہوتا ہے نہ کسی کو اپنا جانشین بناتا ہے کیونکہ وہ خود ابھرتا ہے کسی نظام ہدایت سے وابستہ نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف ہادی کا تعلق الٰہی نظام ہدایت سے ہوتا ہے لہٰذا وہ کسی کا جانشین بھی ہوتا ہے اور اپنے بعد کے لئے کسی کو جانشین بھی بناتا ہے تاکہ ہدایت کا نظام باقی رہے۔

خلاصہ کلام مصلح اس عالم ظاہر کی پیداوار ہے جسے حالات کا اتفاق پیدا کرتا ہے اور ہادی کو ایک طے شدہ نظام کے مطابق خدا بھیجتا ہے۔ ہدایت کی حد تک اس کا تعلق عالم ظاہر سے ہوتا ہے اور ہدایت کرنے میں ہادی نظام اسباب کی مکمل پابندی بھی کرتا ہے لیکن ہادی کا اصل ربط خدا سے ہوتا ہے جو غائب ہے لہٰذا ہادی کا گہرا تعلق عالمِ غیب سے بھی ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا مختصر تفصیل سے اس بات کا اندازہ ہو گیا کہ مصلح کو ہادی کا درجہ دینا ایک ایسی غلطی ہے جس کی دین و ایمان میں کوئی گنجائش نہیں ہے اسی طرح اگر ہادی کو مصلح کے درجے تک

نیچے اتار لایا جائے تو دین اور ایمان میں فساد پیدا ہو جائے گا۔
اقرار واقعیت کا تقاضہ یہی ہے کہ ہادی کو ہادی اور مصلح کو مصلح کہا
جائے۔ہادی کو صرف مصلح کے روپ میں پیش کرنا گمراہ کرنا ہے۔

بین الاقوامیت کا صحیح اور غلط رُخ

بین الاقوامیت کا تصور قومیت کے تصور پر منحصر ہے قوم کے لئے تین تصور پیش کئے گئے ہیں۔

۱۔ ایک ملک میں بسنے والے ایک قوم کہلاتے ہیں اس معیار پر جب ملک کی سرحدیں بدلتی ہیں تو قومیت بدل جاتی ہے یا جب کوئی باشندہ ترک وطن کر کے دوسرے ملک میں آباد ہو جاتا ہے تو قومیت میں تبدیلی آجاتی ہے۔ ملکی قومیت کی مثالیں ہندوستانی افغانی، عراقی وغیرہ ہیں۔

۲۔ ایک مذہب کے ماننے والے ایک قوم کہلاتے ہیں جو شخص اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرے مذہب کو قبول کر لیتا ہے تو مذہب کے ساتھ اس کی قومیت بھی بدل جاتی ہے مذہبی قومیت کی مثالیں ہندو، مسلمان، یہودی، عیسائی وغیرہ ہیں۔

۳۔ جو لوگ ایک مخصوص طرز معاشرت کے حامل ہوتے ہیں وہ اپنی تہذیب اور تمدن کی یکسانیت کے باعث ایک قوم کہلاتے ہیں یہ لوگ چاہے کئی ملکوں میں آباد ہو جائیں اور کئی مذہبوں کے

ماننے والے ہو جائیں مگر جب تک اپنی مخصوص زبان و تہذیب و تمدن پر باقی رہتے ہیں ایک قوم کہلاتے ہیں اس قومیت کی مثالیں گجراتی، بنگالی وغیرہ ہیں۔

ملکی یکجہتی اور حکومت و سیاست کو صاف ستھرا رکھنے کے لئے بلاشبہ قومیت کے لئے ملک کو معیار بنانا ہی مفید ہے تاکہ ملک کے ہر باشندے کو اپنے ملک کی ترقی میں حصہ لینے کا پورا موقع مل سکے اور ہر باشندے کو ملک کی کے زیر سایہ خود بھی بھرپور پھولنے پھلنے کا موقع مل سکے۔ اور تیسرا معیار شادی بیاہ، رواسم و مراسم اور مل جل کر رہنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

لیکن دین صرف دوسرے معیارِ قومیت کا قائل ہے یعنی دین۔ ایک ایمان، ایک کردار، ایک طرزِ فکر اور ایک طریقہ عبادت اور ایک اصول زندگی رکھنے والوں کو ایک قوم مانتا ہے۔ چاہے یہ لوگ مختلف ملکوں میں آباد ہوں چاہے مختلف نسلوں کے ہوں چاہے مختلف زبانیں بولتے ہوں چاہے مختلف طرزِ معاشرت و تہذیب و تمدن کے مالک ہوں۔ ایک مذہب کے ماننے والے دین کی نظر میں ایک قوم ہیں اس قومیت کی وحدانیت کا مظاہرہ حج میں ہوتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور سرورِ کائنات۔ جناب امیر یا امام حسین علیہم السلام کے بارے میں اچھے خیالات رکھنے والے اور ان سے محبت اور عقیدت رکھنے والے مختلف مذاہب اور مختلف نظریات رکھنے والوں میں پائے جاتے ہیں۔ ایک شیعہ بھی ان پر ایمان رکھتا ہے ایک غیر شیعہ بھی ائمہ کو بزرگانِ دین میں شمار کرتا ہے۔ ایک غیر مسلم بھی ان کو انسانیت کا ہمدرد اور بہی خواہ مانتا ہے اور ان کے کردار اور ان کی قربانی سے متاثر ہے لیکن سب کے ماننے کی بنیاد الگ الگ ہے۔ مدّاح ہونے میں سب ایک ہیں لیکن سب کے خیالات کی نوعیت الگ الگ ہے۔ سب کا عقیدہ و عمل بھی ان حضرات کے بارے میں جُداگانہ ہے یہ کہنا صحیح ہے کہ ان حضرات کی تعریف کرنے والے۔ ان سے محبت اور عقیدت رکھنے والے بین الاقوامی ہیں کیونکہ مختلف قوموں اور مذہبوں اور سماجوں کے لوگ ان کے مدّاح اور دوست ہیں جو ان کی حقانیت اور سچّائی کی ایک دلیل ہے لیکن یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ نبیؐ نے اسلام کے علاوہ کسی ایسے مذہب کی تبلیغ کی ہے جو سارے مذاہب کے ماننے والوں کے لئے قابل قبول ہو بیشک حضورؐ اسلام کو ساری دنیا کے انسانوں کی فلاح و بہبود

کے لئے لائے تھے مگر آپ کی نظر میں تمام انسانوں کی فلاح دُنیا و آخرت اسی میں منحصر تھی کہ سب مسلمان ہو جائیں نہ کہ لوگ مختلف مذاہب پر باقی رہیں اور بس چند موٹے موٹے اخلاقی اصولوں پر اتفاق کریں اور عقیدہ و عمل میں سب ایک دوسرے سے الگ الگ رہیں۔ اسلام نے کبھی اس آزادی یعنی بے راہ روی اور بے بنیاد وسیع المشربی کی نہ حمایت کی اور نہ اس کی وکالت اور تبلیغ کی بلکہ قرآن مجید صاف صاف اس کے خلاف اعلان موجود ہے کہ ان الدین عند اللہ الاسلام یعنی اللہ کی نظر میں صحیح اور سچا دین صرف اسلام ہے۔

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ یعنی جو شخص بھی اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا اس کا دین قبول نہیں کیا جائے گا۔ سیاسی دنیا والے اسلام کے اس اعلان کو اپنے مفاد کے لئے مضر دیکھ کر تنگ نظری کا نام دے کر بدنام کر سکتے ہیں مگر سچی بات یہی ہے کہ حقیقت ایک ہے وہ بدل بدل کر بہت سے مذاہب اور روپ نہیں اختیار کر سکتی سچا مذہب ایک ہی ہو سکتا ہے سب مذہب سچے نہیں ہو سکتے۔ یہ ایک ڈھکوسلہ تو بن سکتا ہے مگر حقیقت نہیں بن سکتا کہ سب مذاہب اختلاف عقیدہ

وعمل کے باوجود صحیح ہوں۔ حضورؐ نے صرف اسلام کی تبلیغ فرمائی۔ مولیٰ نے اسی کے لئے شہادت قبول کی، امام حسنؑ کی صلح اور امام حسین علیہ السلام کا جہاد اسی دین کی حفاظت کے لئے تھا۔ باقی معصومین علیہم السلام نے بھی اپنا مذہب صرف چند اخلاقی اصول نہیں قرار دیے جن پر مختلف مذاہب اور اقوام کا اتفاق ہو بلکہ اسلام ہی کو تمام انسانوں کی فلاح وبہبود کا ضامن بتلایا اور اسی اسلام پر جان دی۔

لہذا ایک غیر مسلم یا غیر شیعہ کے سامنے نبی یا امام کو صرف انسانیت کے بہی خواہ کی حیثیت سے اس طرح پیش کرنا کہ اس کے سامنے ہادی کے معصوم، صاحبِ اعجاز اور مالکِ علمِ غیب ہونے کو نہ پیش کیا جائے۔ الہام، وحی، القاء وغیرہ کا تذکرہ نہ کیا جائے۔ ان کے علمی وعملی کمالات سے آراستہ ہو کر پیدا ہونے کا تذکرہ نہ کیا جائے بلکہ ظلم، غربت، لوٹ کھسوٹ، سماجی اونچ نیچ وغیرہ کے خلاف انھوں نے جو کام کئے ہیں اور راست بازی، ایثار، کریم النفسی اور شجاعت وغیرہ کے جو جوہر دکھائے ہیں تذکرہ کو ان ہی باتوں تک محدود رکھا جائے یہ ایک معقول طریقہ تبلیغ ہوگا اور اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے بین الاقوامی معیار پر مذہبی جلسے کرنا اور

اسی مقصد کے مطابق لٹریچر بانٹنا قابل تعریف کام ہے تاکہ غیروں تک ہادی اور مذہب کا تعارف پہنچ جائے۔ غیروں کو دعوتِ تقریر دینا بھی اس مقصد کے حاصل کرنے کا ایک مفید ذریعہ ہے۔ بین الاقوامیت کا یہ رخ صحیح ہے لیکن دین کو چند اخلاقی اصول کا مجموعہ قرار دینا۔ ہادی کو صرف چند بُرائیوں سے مقابلہ کرنے والا قرار دینا۔ قرآن و حدیث کے بجائے صرف مورخین پر بھروسہ کرنا کامل کو ناقص بتانا ہے اگر اس غلط کام کو بین الاقوامیت کے نام پر جائز قرار دینے کی کوشش کی جائے تو اس کو بین الاقوامیت کا غلط مصرف قرار دینا پڑے گا جس کی دین اجازت نہیں دیتا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ بین الاقوامیت کے ذریعہ غیر مسلم کو اسلام کے نبی کا معترف بنانا اور غیر شیعہ کو ائمہ کا عقیدتمند بنانا بہت اچھا کام ہے لیکن ایک شیعہ، ایک مومن، ایک مسلمان کے ایمان کو عقیدہ سے ہٹا کر صرف عقیدت میں تبدیل کرنا ایک غلط اور مضر کام ہے۔ بین الاقومیت کا صحیح اور مفید رُخ یہ ہے کہ غیر کو اس کے ذریعہ اپنا بنایا جائے۔ غیر کی زبان کو اپنا ترجمان بنایا جائے۔ حلقۂ تبلیغ کو اپنوں تک محدود رکھنے کے بجائے غیروں تک وسیع کیا جائے۔

لیکن غیروں کو دعوتِ شرکت یا دعوت تقریر دینے کے بعد

اگر صورت حال ایسی پیدا ہو جائے کہ اپنوں کو بھی اپنی پوری بات نہ بتائی جا سکے بلکہ ادھوری بات کہنے پر اکتفا کرنا پڑے یہ بین الاقومیت نہیں ہے خودکشی کی ایک قسم ہے تبلیغ نہیں ہے بلکہ زبان بندی کا ایک راستہ ہے جس کا نتیجہ صاف ہے کہ اپنے بھی ایمانی عقائد کے بجائے غیروں کی سی عقیدت کے حامل بن جائیں گے اپنے کو غیر بنانا بہر حال غلط کام ہے۔

پیاس صرف تاریخی مسئلہ ہے یا مذہبی بھی

واقعات کا تعلق بیشک تاریخ سے ہے لیکن جس طرح تاریخ کے کسی واقعہ کا تعلق جغرافیہ سے بھی ہو سکتا ہے اور اسی واقعہ کا تعلق اقتصادیات اور معاشیات و معاشرت سے بھی ہو سکتا ہے اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ کسی واقعہ کا تعلق تاریخ سے بھی ہو اور مذہب سے بھی ہو۔ یہ کہنا غلط ہے کہ واقعۂ کربلا کا تعلق صرف تاریخ سے ہے لہذا مذہب سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی واقعہ کو صرف تاریخ نے بیان کیا ہے اور مذہب اس کے بارے میں خاموش ہے تو بیشک وہ خالص تاریخی مسئلہ ہے۔ اسی طرح اگر کسی واقعہ کو صرف مذہب بیان کرتا ہے اور تاریخ اس کے بارے میں خاموش ہے تو بیشک وہ صرف مذہبی مسئلہ قرار پائے گا اس کا تاریخ سے کوئی تعلق نہ ہوگا لیکن جس واقعہ کو تاریخ بھی بیان کرے اور مذہب بھی بیان کرے اس مسئلہ کا تعلق تاریخ سے بھی ہوگا اور مذہب سے بھی۔ واقعۂ کربلا خصوصاً کربلا والوں کی پیاس کو تاریخ نے بھی بیان کیا ہے اور مذہب نے بھی لہذا اس کا تعلّق مذہب سے

بھی ہے اور تاریخ سے بھی اس کا ماننے والا تاریخ اور مذہب دونوں کی تصدیق کرتا ہے اور اس کو جھٹلانے والا دونوں کو جھٹلاتا ہے۔

پیاس کا انکار تاریخی جُرم بھی ہے اور مذہبی گناہ بھی، اس کا مُنکر علمی دُنیا کی مذمت کا بھی مستحق ہے اور اُخروی سزا کا بھی مستوجب ہے۔

واقعۂ کربلا کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ دنیا کے تمام واقعات کا بیان واقعہ کے ہوجانے کے بعد شروع ہوتا ہے لیکن واقعۂ کربلا کا تذکرہ قبل وقوع واقعہ بھی ہوتا رہا۔ خداوند عالم نے اس واقعہ کو جناب آدم، جناب نوح، جناب ابراہیم، جناب اسماعیل، جناب موسیٰ، جناب ذکریا اور حضور سرور کائنات علیہم السلام سے بیان فرمایا۔ خدا کے علاوہ حضورؐ نے جناب امیرؑ نے اور خود امام حسین علیہم السلام نے واقعۂ کربلا کے قبل واقعہ کو بیان فرمایا۔ قرآن مجید میں بھی واقعۂ کربلا بیان ہوا اور بلا شُبہ کہا جا سکتا ہے کہ مذہب نے کسی واقعہ کے بیان میں اتنا اہتمام نہیں کیا جتنا اہتمام واقعۂ کربلا کے تذکرہ کے لئے کیا ہے۔

واقعہ سے پہلے مسلسل ذکر۔ واقعہ کربلا کی امتیازی خصوصیت ہے جو اس کی اہمیت کی دلیل بھی ہے۔

پیاس کی اہمیت

کربلا کے تمام مصائب میں پیاس کو خصوصی اہمیت حاصل ہے جس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے

کہ خدا نے قرآن میں مصائب کربلا میں سے صرف پیاس کی مصیبت کا ذکر کیا ہے۔ سارے مصائب میں سے پیاس کو تذکرہ کے لئے خدا کا منتخب کرنا پیاس کی اہمیت کی دلیل ہے۔ آج بھی مراسم عزا میں علم، تابوت، تعزیہ وغیرہ کو اتنی عمومیت نہیں حاصل ہے جس قدر عمومیت پیاس کی یادگار سبیل کو حاصل ہے۔ علم، تعزیہ امامباڑوں میں رکھے جاتے ہیں۔ سبیلیں سڑک اور چوراہوں پر رکھی جاتی ہیں علم و تعزیہ وغیرہ پر اتنی نظریں نہیں پڑتی ہیں جتنی نگاہیں سبیل پر پڑتی ہیں۔ علم و تعزیہ کے لئے بتلانے کی ضرورت پڑتی ہے کہ یہ کیا ہیں کس کی یادگار ہیں لیکن سبیلیں بغیر بتائے بھی کربلا والوں کی پیاس کی ترجمانی کرتی رہتی ہیں۔ لفظ کربلا محاورہ میں صرف پیاس کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے۔ کربلا میں قتل، لوٹ، آتشزنی، اسیری، لاشوں کی پامالی وغیرہ تمام مصائب پیش آئے لیکن ان میں سے کسی کے بیان کے لئے کربلا کی تمثیل نہیں دی جاتی ہے۔ البتہ جب بھی کہیں پانی کی قلت ہو جاتی ہے تو اسے کربلا کے لفظ کے ذریعہ بیان کیا جاتا ہے کہ فلاں شہر میں کربلا کے مناظر دیکھنے میں آئے پیاس نے اتنی اہمیت حاصل کرلی ہے کہ کربلا اور پیاس ہم معنی سمجھے جانے لگے ہیں۔

تاریخ و مذہب کا سنگم

کربلا والوں کی پیاس کو خداوند عالم نے

قرآن مجید میں بیان کیا نیز جناب آدم، جناب اسماعیل، جناب موسیٰ، جناب ذکریا اور حضور سرورِ کائنات علیہم السلام سے بیان کیا حضور سرورِ کائناتؐ، جناب امیرؑ، امام حسینؑ، امام زین العابدینؑ، امام محمد باقرؑ، امام جعفر صادقؑ، امام علی رضاؑ، امام زمانہ علیہم السلام نے بیان کیا۔ ذکرِ عطش کا یہ ذخیرہ تفسیر، حدیث اور مقاتل اور کتب زیارات میں موجود ہے۔ اگر قرآن اور حدیث میں معراج کا صریحی ذکر موجود ہے اور اسی بنا پر معراج کو ضروریاتِ دین میں شمار کیا جاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ پیاس کا شمار بھی اسی صنف میں نہ کیا جائے جبکہ معراج سے زیادہ پیاس کا ذکر قرآن، تفسیر، حدیث میں ملتا ہے۔ اگر معراج کا منکر خدا، رسولؐ اور معصومینؑ کا جھٹلانے والا قرار پاتا ہے تو پیاس کا منکر خدا، قرآن، رسولؐ اور ائمہ علیہم السلام کو بدرجہ اولیٰ جھٹلانے والا قرار پائے گا۔ نیز تاریخ کا بھی منکر قرار پائے گا کیونکہ تاریخ میں بھی پیاس کا مسلسل اور مفصل ذکر موجود ہے۔

ہم حسینیوں کی خوش نصیبی ہے کہ پیاس مذہب اور تاریخ دونوں کے ذریعہ ثابت اور مسلّم ہے اور اس کا ذکر اس قدر متواتر ہے کہ شاید ہی یہ تواتر کسی دوسرے واقعہ کو حاصل ہوا ہو۔ پیاس مذہبی عقیدہ بھی ہے اور تاریخی مسلمہ بھی۔ پیاس کی سچائی مذہبی اور تاریخی بیان کا سنگم ہے۔

تاریخ و مذہب میں کون زیادہ اعتماد کا حقدار ہے

ایک غیر مسلم اور غیر مذہبی شخص کے لئے کسی واقعہ کو صحیح یا غلط سمجھنے کا ذریعہ صرف تاریخ ہے لیکن ایک مسلمان اور مومن جس قدر مذہب کے بیان پر اعتماد کرے گا ویسا اعتماد کبھی بھی مورخ کے بیان پر نہیں کر سکتا۔

جس طرح غیر مسلم کے سامنے کسی واقعہ کا ثبوت قرآن اور حدیث سے پیش کرنا کھلی بے عقلی ہے اسی طرح ایک مسلمان اور مومن کا یہ مطالبہ کھلم کھلا دین سے انحراف ہے کہ ہم کسی واقعہ کو قرآن و حدیث سے صحیح ثابت ہونے کے باوجود اس وقت تک صحیح نہ مانیں گے جب تک وہ تاریخ سے ثابت نہ ہو جائے۔

تاریخ و مذہب کا ربط و فرق

تاریخ و مذہب میں کون زیادہ اعتماد کے قابل ہے اس بحث سے پہلے مذہب اور تاریخ کے ربط اور فرق کے مقامات کو جان لینا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ کن مقامات پر مذہب اور تاریخ کا ساتھ ممکن ہے اور کن مقامات پر مذہب اور تاریخ کو ایک ساتھ جوڑنا ناممکن ہے۔

تاریخ کا موضوع واقعات اور ان کے اسباب و نتائج کا معلوم کرنا ہے اور اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے درایت اور فلسفۂ تاریخ

دونوں تاریخ کی مدد کرتے ہیں تاکہ صحیح اور غلط واقعات اور اسباب و نتائج کی جانچ کی جا سکے۔

مذہب کا موضوع انسانی زندگی ہے تاکہ دنیا میں تمام انسان پرسکون زندگی بسر کر سکیں اور مرنے کے بعد راحت سے ہمکنار ہوں دُنیا اور آخرت میں تکلیف سے محفوظ رہیں۔ مذہب اس مقصد کے لئے ایسے عقیدے منواتا ہے جو عمل کی تحریک و تعمیر کا سبب بنتے ہیں اور عمل کو مقصد کے مطابق رکھنے کے لئے انسان کو مفید عبادات و احکام کا عامل بناتا ہے تاکہ فلاح و بہبود انسانیت کا مقصد دُنیا و آخرت دونوں جگہ حاصل ہو نہ کہ صرف ایک جگہ اور انفرادی و اجتماعی دونوں زندگیوں کو حاصل ہو نہ کہ صرف کسی ایک کو چنانچہ مذہب عقائد، عبادات اور احکام کی تعلیم دیتا ہے تاکہ عقیدہ اور عمل کی کوئی غلطی مقصد سے انحراف کا ذریعہ نہ بننے پائے۔ عقائد و عبادات اور احکام صرف مذہب سے معلوم ہو سکتے ہیں نہ کہ تاریخ سے یہ وہ مقامات ہیں جہاں مذہب اور تاریخ میں کوئی ربط نہیں ہے۔ البتہ مذہب عقائد اور اعمال کی استواری کے لئے کچھ واقعات بیان کرتا ہے جسے بجا طور مذہبی تاریخ کہنا چاہیئے۔ مذہبی تاریخ میں بہت سے ایسے واقعات بیان کئے گئے ہیں جن کے بارے میں تاریخ میں کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے

لہذا یہ بھی ایسا موقع ہے جہاں مذہب اور تاریخ میں کوئی ربط نہ ہوگا اسی طرح وہ واقعات جن کو صرف تاریخ نے بیان کیا ہے اور مذہب ان کے بارے میں خاموش ہے یہ بھی وہ جگہ ہے جہاں مذہب اور تاریخ میں کوئی ربط نہیں ہے ۔ البتہ جن واقعات کو مذہب اور تاریخ دونوں نے بیان کیا ہے صرف یہی وہ موقع ہے جہاں تاریخ اور مذہب کے درمیان ربط ہے ۔ جن واقعات کے ناقل تاریخ و مذہب دونوں ہیں ان کی دو صورتیں ممکن ہیں ایک یہ کہ مذہب اور تاریخ دونوں کا بیان ایک ہو ۔ اس صورت میں دونوں کے بیان کا اتفاق اور اتحاد واقعہ کی سچائی کو ناقابلِ انکار حقیقت قرار دے گا چنانچہ مذہبی اور غیر مذہبی تمام افراد اس کو بلا اختلاف سچا مانیں گے ۔ واقعۂ کربلا اور کربلا والوں کی پیاس پر مذہب اور تاریخ دونوں کا بیان متحد ہے لہذا پیاس کا منکر نہ کوئی غیر مسلم ہو سکتا ہے اور نہ کوئی مسلمان لیکن جب مذہب اور تاریخ کا بیان ایک دوسرے کے متضاد ہو اور دونوں میں ایسا اختلاف ہو کہ دونوں کے درمیان جمع کی کوئی درمیانی شکل نہ پیدا ہو سکتی ہو ایسے موقع پر ایک غیر مسلم صرف تاریخ کے بیان پر بھروسہ کرنے کے باعث اسی واقعہ کو سچا مانے گا جسے تاریخ بیان کر رہی ہے اس کے برخلاف مسلمان اور مومن ایسے موقع پر صرف مذہب کے بیان پر بھروسہ کریں گے

اور بیان مذہب پر ایسا برتر یقین کریں گے جو تاریخ کے جھٹلانے سے مضمحل نہ ہوگا۔ تاریخ کے مقابلے میں مذہب کی اس برتری کو اندھی تقلید کا نام بھی دیا جا سکتا ہے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ تاریخ کے مقابلے میں مذہب کو فوقیت دینا ایک غیر علمی روش ہے بلکہ اسے جہالت کی پیروی سے تعبیر کرنا بھی ممکن ہے۔ مگر تنقید کے اس شور کے باوجود مجھے اپنی اس آواز کو بلند رکھنا ہے کہ برتر یقین کا مستحق مذہب ہے کیونکہ خدا، رسولؐ اور امامؑ کے پاس واقعی اور یقینی علم ہے اور تاریخ کے پاس زیادہ سے زیادہ ظنی علم ہے۔ آج کے روشن زمانہ میں مجھے یہ بوالعجبی دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے کہ جب ہم نبیؐ اور امامؑ کے لئے عصمت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کے ہر قول کو قولِ خدا ماننے کی بنیاد پر غلطی اور خطا سے بلند مانتے ہیں تو ہمارے عقیدۂ عصمت کا یہ کہہ کر مذاق اڑایا جاتا ہے کہ یہ غیر ترقی یافتہ دور کا عقیدہ ہے اس فرسودہ عقیدے کو اس سائنسی دور میں نہیں قبول کیا جا سکتا ہے لیکن ہر علمی شعبہ کی انسانی تحقیق کو درجۂ عصمت ہی دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ جو بات طے شدہ کہلاتی ہے وہ بالکل صحیح ہے یعنی انسانی تحقیق کو آج کا انسان درجۂ عصمت دینا چاہتا ہے اور لفظ عصمت سے بیزاری کو ترقی پسندی سمجھتا ہے۔ ہماری بنائی مشینیں جو فیصلے دیتی ہیں ہم ان کو بھی درجۂ عصمت دینا چاہتے ہیں مگر معصومؑ کیلئے

عصمت کو ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ معلوم ہوا معصوم کی تلاش سب کو ہے تا کہ غلطی کا امکان باقی نہ رہے لیکن تحقیقات کا یکے بعد دیگرے بدلنا بتاتا ہے کہ انسانی تحقیق کا غلطی سے پاک... نہ ہونا ثابت ہے پچھلے دو۔ میں مذہب کے بہت سے مسائل لوگوں کی نظر میں غلط تھے جن کو آج کی تحقیق نے صحیح ثابت کر دیا ہے لہذا مذہب کے خلاف انسانی تحقیق پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔

میں نے یہ ساری گفتگو اس لئے پیش کی ہے کہ اگر کبھی مذہب کے بیان اور انسانی تحقیق میں تصادم ہو جائے تو اہل مذہب ترقی پذیر تحقیق کو مذہب نہ مان بیٹھیں خصوصاً جبکہ روز بروز سائنس کا مذہب سے اتفاق بڑھتا ہی جاتا ہے۔

تاریخ کے سلسلہ میں اس نکتہ کی طرف توجہ دلانا بھی ضروری ہے کہ طب۔ جغرافیہ معاشیات۔ سیاسیات۔ معاشرت وغیرہ میں انسانی تحقیق صرف غلط فہمی کا شکار ہو سکتی ہے اس میں غلط بیانی کا کوئی محل نہیں آتا ہے لیکن تاریخ میں جہاں مؤرخ کی غلط فہمی کا امکان ہے وہاں غلط بیانی کا بھی امکان ہے خصوصاً جبکہ غلط بیانی کی مرتکب تاریخوں اور مؤرخین کی فہرست میں روزانہ کچھ نہ کچھ اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب کسی واقعہ کے لئے ثابت ہو جائے کہ

اسے مذہب نے بیان کیا ہے تو ہم کو سو فیصدی اس کے سچے ہونے کا یقین ہو جائے گا اس کے برخلاف مثلاً جب یہ ثابت ہو جائے کہ اس واقعہ کو طبری، کامل، ابوالفدا وغیرہ نے لکھا ہے تب بھی اس کا ایک امکان باقی رہتا ہے کہ ممکن ہے ان کے بیان میں کسی قسم کی غلطی رہ گئی ہو یہ اصولی بحث ہے ورنہ مسئلہ عطش اس بحث سے بے نیاز ہے کیونکہ مذہب اور تاریخ دونوں کا اس پر اتفاق ہے۔

میرے مخاطب اہل مذہب ہیں لہذا قول معصومؑ قول خدا ہے اور خدا کو ہر بات کا علم ہے۔ معصومؑ اپنے بیان میں غلط فہمی اور غلط بیانی کا مرتکب نہیں ہو سکتے ان عقائد کے لئے دلائل لکھنے کی ضرورت یہاں نہیں سمجھتا کیونکہ مذہب کا اختیار کرنے والا ان عقائد کو دلائل سے قبول کرنے کے بعد ہی مذہب اختیار کرتا ہے۔

آخر کلام میں اس بات کی وضاحت ضروری ہے بیان معصومؑ پر میں نے جس اعتماد کا اظہار کیا ہے اس سے مراد وہ بیان ہے جس کے بیان معصومؑ ہونے پر یقینی دلائل قائم ہوں۔ صرف راوی کا بیان مذکورہ بالا اعتماد کا مستحق نہ ہو گا۔ ہمارے مذہب میں قرآن مجید کا وجود یقین کے حصول کا ایک مستحکم ذریعہ ہے۔ قرآن مجید کلام اللہ ہے اس پر خود اس کا اعجاز شاہد ہے۔ اور احادیث کی سچائی معلوم کرنے کا معیار بھی

قرآن مجید ہے۔ لہذا بیان مذہب میں یقین حاصل کرنے کے
ایسے ذرائع موجود ہیں جو تاریخ کو حاصل نہیں ہیں۔ یہ بھی تاریخ پر
مذہب کی علمی برتری کا ایک ثبوت ہے۔

تاریخ کا جائزہ

حدیث کے ساتھ حدیث بیان کرنے والے راویوں کے سلسلہ کو بڑی احتیاط کے ساتھ محفوظ رکھا گیا ہے۔ فن حدیث پر مسلمان علماء نے جس قدر محنت کی ہے اس کی نظیر کسی دوسرے فن اور مذہب والوں میں نہیں ملتی ہے۔ علم رجال اسی لئے مرتب ہوا کہ راوی کی حد تک اندازہ لگایا جا سکے کہ روایت معتبر ہے یا غیر معتبر رجال کے گھنے جنگل میں راوی کے کردار کو تلاش کرنا ایسا غیر دلچسپ اور ثقیل کام تھا جس سے طبیعتوں کو متنفر ہونا چاہیئے تھا مگر قابل داد ہیں علماء حدیث جنھوں نے عمریں صرف کر کے اگلی نسلوں کو اس محنت سے نجات دلا دی ہے۔ کسی حدیث کو صرف معتبر راویوں کے بیان کی بنا پر مان لینا صحیح نہیں ہے جب تک درایت کے اصول پر اصل روایت کو نہ پرکھ لیا جائے پھر بھی یقینی اور قطعی اعتماد کسی روایت پر اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب قرآن مجید کی تصدیق یا تواتر کی شدت یا اسی طرح کی کوئی دوسری دلیل یقین کا سبب بن جاتی ہے۔ بہر حال حدیث میں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ نبیؐ یا امامؑ نے یہ بات کس سے کہی اس کے

برخلاف تاریخ میں یہ بڑی کمزوری ہے کہ واقعہ کا چشم دید شاہد کون ہے نہیں معلوم ہوتا اور اس شاہد سے کتاب میں درج کرنے والے مؤرخ تک، واقعہ کن افراد کے ذریعہ پہنچا، اس کا کوئی پتہ یا نشان تاریخ میں درج نہیں ہوتا۔ اس لحاظ سے حدیث کا درجہ علمی اعتبار سے تاریخ سے بلند ہے کہ حدیث، راوی اور ناقلین کے سلسلہ کے ساتھ ملتی ہے اور تاریخ میں مورخ اکثر بقلم خود واقعات درج کرتا ہے۔ میں انگریزی تاریخوں سے بے خبر ہوں لیکن اُردو، فارسی، عربی میں جو مذہبی یا غیر مذہبی تاریخیں پڑھی ہیں ان میں مکمل سلسلہ نقل تو کسی کتاب میں نہیں ملا۔ تاریخ کے رشید احضرات کے بعض فیصلے بھی عجیب معلوم ہوتے ہیں جیسے طبری بحیثیت مؤرخ معتبر ہے بحیثیت دیگر غیر معتبر ہے۔ یا ایک شیعہ کی نظر میں غیر شیعہ مورخین کا زیادہ معتبر ہونا اور شیعہ مؤرخین کا کم معتبر ہونا صرف مذہب کی بنیاد پر اس اعتماد کی کمی یا زیادتی کا فیصلہ بھی عجیب ہے کیونکہ اگر شیعہ بربنائے محبت ناقابل اعتماد ہے تو سنی بربنائے مخالفت کیوں غیر معتبر نہیں۔ میں عام اعتماد اور بے اعتمادی پر بحث کر رہا ہوں ورنہ جس سے گفتگو ہو اس کو مطمئن کرنے کے لئے اس کے ہم مذہب مؤرخ کا بیان نقل کرنا یا جس کی حمایت میں دلیل دی جا رہی ہے اس ذات سے مذہبی اختلاف رکھنے والے کے بیان کو نقل کرنا بحث و مناظرہ کے

شریف آداب میں ہے۔ بے شک رسولؐ کے بارے میں غیر مسلم مؤرخ کا حوالہ دینا اور ائمہؑ کے بارے میں غیر شیعہ مؤرخ کا حوالہ غیر مسلم اور غیر شیعہ کو مطمئن کرنے کا صحیح راستہ ہے لیکن خود مسلمان یا شیعہ کا مسلم یا شیعہ مؤرخ کو علی العموم غیر معتبر قرار دینا بے دلیل بات ہے لہذا اگر مؤرخ کو مؤرخ ہونے کی بنا پر قابل اعتماد قرار دینا ہے تو ہر مؤرخ کو قابل اعتماد قرار دینا چاہیئے چاہے اس کا مذہب کوئی بھی ہو جب تک اس کا ثبوت نہ مل جائے کہ مؤرخ کا مذہبی جذبہ اس کی دیانت تاریخی کو متاثر کرتا ہے۔ اسی طرح اگر غیر قرین قیاس اور نا قابل قبول واقعات کے اندراج کرنے کی بنا پر مؤرخین کو معتبر و غیر معتبر قرار دیا جائے تو یہ عمل سب کے ساتھ یکساں طور پر ہونا چاہیئے مذہب یا شہرت سے متاثر فیصلہ غیر دیانتدارانہ فیصلہ ہوگا مذکورہ بالا باتوں کے علاوہ خود فن تاریخ کچھ ایسی کمزوریوں کا حامل ہے جو اس کے بیان کو سو فیصدی یقین کا درجہ دینے سے روکتی ہیں:۔

۱۔ مؤرخ دیانتدار بھی ہو سکتا ہے اور بددیانت بھی۔ دیانتدار مؤرخ بھی لاعلمی۔ غلط فہمی اور خطاء اجتہادی وغیرہ کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ رہا غیر دیانتدار مؤرخ تو وہ کیا نہیں کر سکتا۔

۲۔ اس کا امکان ہے کہ مؤرخ تک کوئی واقعہ پہنچ ہی نہ سکے۔

لہذا تاریخ میں کسی واقعہ کے ذکر کا نہ ہونا اس واقعہ کے نہ ہونے کا ثبوت نہ بن سکے گا لہذا اگر کسی واقعہ کا ذکر تاریخ کے علاوہ حدیث وغیرہ میں ہو تو صرف تاریخ میں مندرج نہ ہونے کی بنیاد پر اس واقعہ کو جھٹلانا منصفانہ بات نہ ہوگی۔

۳ - اس کا بھی امکان ہے کہ واقعہ مؤرخ تک پہنچے لیکن مؤرخ کی نظر میں واقعہ کا نقل کرنے والا غیر معتبر ہو یا واقعہ ناقابل یقین ہو اس لئے مؤرخ اس واقعہ کو درج نہ کرے اس طرح ایک صحیح واقعہ درج ہونے سے رہ جائے۔

۴ - واقعہ کو نقل کرنے والا دراصل غیر معتبر ہو وہ جھوٹا واقعہ بیان کردے یا سچے واقعہ میں جھوٹ کی آمیزش کرکے اصل واقعہ کو بگاڑ دے لیکن واقعہ بیان کرنے والا مؤرخ کی نظر میں معتبر ہو اس طرح جھوٹا واقعہ درج تاریخ ہو سکتا ہے یا واقعہ میں جھوٹے اجزاء شامل ہو سکتے ہیں۔

۵ - مؤرخ اور واقعہ نقل کرنے والے دونوں دیانتدار ہوں مگر جس نے واقعہ نقل کرنے والے سے بیان کیا ہو وہ تیسرا شخص غیر معتبر ہو اور وہ سچ میں جھوٹ ملا دے یا جھوٹا واقعہ بیان کردے مگر ناقل اس پر بھروسہ کرے اور مؤرخ بناقل پر بھروسہ کرے اس طرح

غلط واقعہ درج ہوجائے۔

۶۔ واقعہ کے نقل کرنے والے اور مؤرخ سب دیانتدار ہوں مگر غیر محسوس طور پر کسی اندرونی احساس کی بناپر نقل واقعہ میں غیر محسوس تبدیلی ہوجائے جس کا خود کو بھی احساس نہ ہو مگر واقعہ میں تبدیلی بہرحال ہوجائے گی۔

۷۔ خود حافظہ تحریف اور تبدیلی کا کام کرتا ہے اور بیان کرنے والا غلط واقعہ حافظہ کی غلطی کے باعث بیان کرسکتا ہے۔

۸۔ نقل در نقل میں بعینہ الفاظ نقل نہیں ہوتے۔ اس کی پابندی کسی حد تک نقل حدیث میں راویوں نے ضرور کی ہے لیکن تاریخ میں صرف نقل معنوی ہوتی ہے۔ حافظہ یا اندرونی غیر محسوس اثر معنوی تحریف کرسکتا ہے جس سے واقعہ کے اصلی خدو خال میں فرق آجائے گا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مؤرخ اور اس سے نقل کرنے والے نہ معصوم ہیں کہ بد دیانتی نہ کرسکیں نہ بھول چوک سے پاک ہیں نہ خطاء اجتہادی سے مبرّا ہیں لہٰذا سَو فیصدی تاریخ پر اس طرح بھروسہ کرنا ممکن نہیں ہے جس طرح فرمانِ خدا و رسولؐ و معصومینؑ پر ممکن ہے۔ تاریخ اکثر ظنی اعتماد کا ذریعہ بن سکتی ہے قطعی یقین کے لئے تاریخ کے علاوہ دوسرے

سہارے کی تلاش ضروری ہو گی۔

تاریخ پر کامل اعتماد نہ کرنے کو مزید تقویت ملتی ہے جب ہم دیکھتے کہ انگریزوں نے ہندوستان کی تاریخ میں کیا کیا غلطیاں کی ہیں اور واقعات کو مسخ کیا ہے۔ یہی شکوہ مسلمانوں کو حضورؐ کے بارے میں عیسائی مورخین سے ہے۔ جس کی شکایت شبلی نعمانی کی زبانی ان کی کتابوں میں پڑھئے اور لطیفہ یہ ہے کہ جو شکایت عیسائی مورخین سے شبلی کو ہے بعینہ یہی شکایت شیعوں کو شبلی سے ہے۔ دُکھ میں مبتلا انسان کیسے دوسرے کو دُکھ میں مبتلا کرتا ہے یہ بھی ایک انسانی بوالعجبی ہے یہی شبلیت جب کسی قلم میں آجاتی ہے تو دکھ پہنچ کر رہتا ہے چاہے وہ قلم اپنا کہلاتا ہو یا غیر کا۔

تاریخی غلطیوں کی جھلکیاں

مؤرخ اگر دیانتدار ہو تو تاریخ میں غلطیاں کیونکر جگہ پاسکتی ہیں۔ اس کی تفصیل ابھی آپ گذشتہ عنوان میں پڑھ چکے ہیں۔ یہاں غلط فہمی کے باعث تاریخوں میں جو غلط واقعات درج ہو گئے ہیں ان کی مثالیں درج نہیں کی جارہی ہیں کیونکہ آگے "بندش آب" کے عنوان میں آپ ایسی مثالوں کو پڑھیں گے۔ البتہ مؤرخ جب اپنے کسی مفاد کے لئے دیانت چھوڑ دیتا ہے تو واقعات میں کیوں کر جھوٹ شامل ہو جاتا ہے اس کی چند مثالیں یہاں پیش کی جارہی ہیں۔

عربی تاریخ میں سب سے مشہور اور بلند پایہ مؤرخ طبری کہا جاتا ہے۔ اس کی شہرت سے انکار نہیں ہے۔ اور اس کے بلند پایہ ہونے پر بھی بحث اس رسالہ میں ممکن نہیں ہے بلکہ اس کے لئے الگ ہی ایک رسالہ درکار ہوگا۔ البتہ طبری کتنا دیانتدار مؤرخ ہے۔ اس پر کسی حد تک روشنی ڈالنا مقصود ہے ممکن ہے دوسروں کے لئے طبری دیانتدار ہو مگر شیعہ مفاد کے لئے تو قطعاً دیانتدار نہیں ہے۔

چند نمونے یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ تاکہ دعویٰ کا ثبوت مل جائے یعقوبی۔ ابن خلدون وغیرہ بھی شیعہ مفاد کے طبری کی طرح دشمن ہیں مگر یہاں صرف طبری کی مثالیں پیش کرنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ طبری کی شہرت زیادہ ہے۔ طبری کا حال دیکھ کر اندازہ ہو جائے گا کہ جب نامور اور قدآور مؤرخ ایسا ہے تو دوسرے کیسے ہوں گے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ واقعات کربلا کے سلسلہ میں مجھے جن شیعہ کتابوں کے پڑھنے کا موقع ملا۔ مثلاً بحارالانوار، جلاء العیون۔ اعلام الوریٰ - اسرار الشہادۃ۔ مقتل عوالم۔ منتہی الآمال۔ نفس المہموم وغیرہ ان کتابوں کو پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ہمارے علماء کرام نے جناب مفید علیہ الرحمہ کی کتاب ارشاد کو ماخذ بنایا ہے اور ارشاد میں جو کچھ پایا اسے بغیر چھانے پھٹکے نقل کر دیا۔ مگر اس نقل کرنے میں جناب مفیدؒ کے اس ابتدائی فقرہ کو نقل نہیں کیا جو جناب مفیدؒ نے واقعات کربلا کا عنوان شروع کرنے سے پہلے لکھا تھا۔ جناب مفیدؒ نے وضاحت فرمائی ہے کہ میں واقعات کربلا اصحاب سیرۃ کی تحریروں کے مطابق لکھ رہا ہوں اگر یہ فقرہ بھی برابر نقل ہوا ہوتا تو سنی روایات کتب شیعہ میں شیعہ روایات بن کر نہ دکھائی دیتے۔ جناب مفیدؒ کی ارشاد کے

اندراجات طبری کے اندراجات کے مطابق ملے جس سے اندازہ ہوا کہ جناب مفیدؒ کے پیش نظر زیادہ تر طبری تھی۔ لہذا جناب مفیدؒ کے ذریعہ طبری کی غلط روایتیں شیعہ کتب میں پھیل گئیں جو شبہات اور شکوک کا سبب بنتی ہیں۔ چونکہ ان تمام غلط روایات کا ماخذ طبری ہے لہذا طبری کیسا شیعہ دوست یا شیعہ دشمن ہے اس کی وضاحت ضروری محسوس ہوئی۔ یہاں بطور اختصار طبری کی یزید نوازی بعد معاویہ نوازی خلفا نوازی کے نمونے پیش کئے جاتے ہیں:۔

طبری کی یزید نوازی

کربلا سے دمشق تک یزید نے جو مظالم شہدا اور اسیروں پر کئے ہیں ان کو چھپانا آج ہر شخص کے بس سے باہر ہے۔ مظالم کی تفصیلیں کتابوں میں درج ہیں۔

قیدیوں کو اتنی ایذائیں دی گئی تھیں کہ رہائی کے بعد چہرے پہچانے نہیں جاتے تھے۔ امالی صدوق کی مجلس ۳۱ میں درج ہے

ثم ان یزید لعنہ اللہ امر بنساء الحسین فحبسن مع علی ابن الحسین فی محبس لا یکنھم من حر ولا قر حتی تقشرت وجوھھم۔

پھر یزید ملعون نے عورتوں کو مع امام زین العابدینؑ ایسے قید خانہ میں

مقید رکھنے کا حکم دیا جس میں گرمی یا سردی سے کوئی بچاؤ نہ تھا یہاں تک
کہ قیدیوں کے چہرے بدل گئے تھے

چنانچہ جناب سکینہ نے یزید کے لئے فرمایا۔

فقالت سکینہ واللہ ما رائت اقسیٰ قلبا من یزید
ولا رائت کافرا ولا مشرکا شرا منہ واجفاء منہ

جناب سکینہ نے فرمایا کہ میں نے یزید سے زیادہ سنگدل کوئی انسان
نہیں دیکھا حتیٰ کہ کافروں اور مشرکوں میں بھی۔ یزید کا ایسا مشرک وکافر
نظر نہیں آیا جو یزید سے زیادہ شر پسند اور جفا کار ہو۔

ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۳۵۶ مطبوعہ ایران بذیل حالات سید الشہداء۔

اس کے برخلاف طبری مطبوعہ یورپ ۱۸۸۱ء ۱۸۸۲ حصہ دوم جلد اول
ص ۳۸۱ ملاحظہ فرمائیے جس میں اس مورخ نے لکھا ہے کہ یزید کا برتاؤ قیدیوں
کے ساتھ بڑا فیاضانہ اور فراخدلانہ تھا چنانچہ جناب سکینہ نے
اس کے طرز عمل سے متاثر فرمایا

ما رائت رجلا کافرا باللہ خیرا من یزید ابن معاویہ

میں نے اللہ کا انکار کرنے والے کافروں میں یزید بن معاویہ سے
اچھا آدمی نہیں دیکھا۔

طبری کا یہ بیان حقیقت کے خلاف ہے نیز اصول درایت کے

بالکل برعکس بھی ہے جبکہ ناسخ اور امالی کا بیان درایت کے معیار پر صیح اُترتا ہے۔ اگر بفرض محال مان لیا جائے کہ قیدیوں کے ساتھ یزید کا سلوک اچھا بھی ہو تب بھی جناب سکینہ جیسی بیٹی اپنے باپ کی اذیتوں کو بھول کر صرف اپنے آرام کے پیش نظر باپ کے کمینہ خصلت اور سفاک دشمن کی مدح فرمائیں یہ بات خود بھی ناقابلِ قیاس ہے البتہ اس فقرہ سے طبری کے دل کی حالت کا اندازہ ضرور ہو جاتا ہے۔

طبری کے مکتبۂ فکر کے ایک دوسرے مورخ کی یزید نوازی بھی یہیں ملاحظہ فرمالیں

وکان یزیدا ذحضر غداؤہ دعا علی ابن الحسین واخاہ عمر فیاکلان معہ فقال ذات یوم لعمر بن الحسین ھل تصارع ابنی ھذا یعنی خالدا وکان من اقرانہ فقال عمر بل اعطنی سیفا واعطہ سیفا حتی اقاتلہ فننظر اینما اصبر فضمہ یزید الیہ وقال (شنشنۃ اعرفھا من اخزم) ھل تلد الحیۃ الا الحیۃ۔

یزید روزانہ صبح کو کھانے پر امام زین العابدین کو مع آپ کے بھائی عمر کے بلا کر شریک کیا کرتا تھا اور آپ دونوں بھائی اس کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے ایک دن یزید نے عمر بن حسین سے کہا تم میرے اس بیٹے خالد سے کُشتی لڑسکتے ہو

خالد عمر کا ہم سن تھا۔ عمر نے کہا کشتی کے بجائے ہم دونوں کو ایک ایک تلوار دے دو پھر دیکھیں ہم سے کون زیادہ قوت برداشت رکھتا ہے۔ عمر کا یہ جواب سنتے ہی یزید نے آپ کو چمٹا لیا اور کہا سانپ کا بچہ سانپ ہی ہوتا ہے۔

(الاخبار الطوال ص۲۵۹)

اس بیان میں سب سے واضح غلطی یہ ہے کہ امام حسینؑ کے فرزند عمر کی موجودگی کا تذکرہ کیا گیا ہے حالانکہ امام حسین علیہ السلام کے کوئی فرزند عمر نامی نہ تھے اور اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے تب بھی یہ واقعہ غلط ہے کیونکہ تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ واقعۂ کربلا کے بعد اولاد امام حسین علیہ السلام میں چوتھے امامؑ کے علاوہ کوئی زندہ اور موجود نہ تھا۔

لیکن صاحب اخبار الطوال نے اس غلط واقعہ کے ذریعہ دو باتیں ذہنوں میں پیدا کرنا چاہی ہیں:۔

(۱) یزید کا سلوک اس قدر اچھا تھا کہ امامؑ کے دونوں بیٹوں کو روزانہ کھانے پر ساتھ رکھتا تھا۔ (یہ تو یزید نوازی ہوئی)

(۲) دوسرا تاثر یہ پیدا کرنا ہے کہ امامؑ اور بنی ہاشم دسترخوان کی شرکت کے باعث معاذ اللہ باپ کے قاتل سے نفرت بھول گئے تھے۔ یہ خانوادہ نبوت کو بدنام کرنے کی کوشش ہے۔

لیکن خود یہ عبارت اپنے غلط ہونے کے ثبوت کی حامل ہے۔

(۱) عمر بن حسین کا ذکر جو دو طرح غلط ہے یعنی اس نام کا کوئی فرزند امام حسین ع کا نہ تھا دوسرے کربلا کے واقعہ کے بعد سوائے چوتھے امامؑ کے کوئی فرزند حسینؑ زندہ نہ تھا۔

(۲) عمر کے جواب پر چھٹانا یہ تاثر پیدا کرتا ہے کہ یزید اس جواب سے بہت خوش ہوا حالانکہ اگلا فقرہ اس تاثر کی مخالفت کرتا ہے کہ سانپ کا بچہ سانپ ہی ہوتا ہے جو نسلی نفرت کا اظہار ہے۔

طبری کی معاویہ نوازی

یزید کے حکم بیعت ملنے کے بعد مدینہ کے گورنر ولید بن عقبہ نے امام حسین علیہ السلام کو بلا کر پہلے مرگِ معاویہ کی اطلاع دی اس کے بعد بیعت کے مطالبہ کو پیش کیا۔ اس موقع پر طبری نے کس حد تک معاویہ نوازی کا ثبوت دیا ہے۔ اس لئے یہ تفصیل بڑی قیمتی ہے کہ اس موقع پر امام نے کیا کہا اس بارے میں کتابوں میں کیا درج ہے۔

(۱) معاویہ کی موت کی اطلاع پر امام نے کسی تاثر کا اظہار نہیں فرمایا اس پر جناب ابن طاؤس، جناب ابن نما، جناب ابن شہر آشوب شیعہ مورخین کے ساتھ صاحب روضۃ الشہداء سُنّی مورخ بھی متفق ہے ملاحظہ ہو:-

اسوف ترجمہ لہوف صہ۹ مطبوعہ اثنا عشری لکھنؤ ۱۳۲۰ھ مثیر الاحزان صہ۱۴ مطبوعہ نجف ۱۳۶۹ھ۔ مناقب ابن شہر آشوب صہ۸۷ جلد ۴ مطبوعہ بمبئی۔ روضتہ الشہداء صہ۱۹۰ مطبوعہ محمدی لاہور۔

(۲) امام نے ولید سے کہا خدا تمہارے اجر میں اضافہ کرے۔ یعنی مرگ معاویہ تمہارا غم ہے ہمارا غم نہیں ہے۔ یہ خوارزمی اور اعثم کوفی کا بیان ہے۔

مقتل الحسین خوارزمی جز اول صہ۱۸۳ مطبوعہ نجف۔ اعثم کوفی صہ۳۴۹ مطبوعہ یوسفی دہلی۔

(۳) ابو مخنف لکھتے ہیں کہ امام نے مرگ معاویہ کو بیعت سے انکار کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ تمہارے لئے اتنی بڑی مصیبت ہے کہ اس وقت تم کو بیعت لینے کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیئے۔

(مقتل ابی مخنف صہ۱۲)

(۴) شیخ مفید۔ علامہ مجلسی۔ شیخ عباس قمی اور علامہ دربندی نے لکھا ہے کہ امام نے مرگ معاویہ پر صرف انا للہ وانا الیہ راجعون کی تلاوت فرمائی اور معاویہ کے لئے کچھ نہیں کہا۔

ارشاد مفید مطبوعہ ایران صہ۲۰۷۔ بحار الانوار جلد ۱۰ صہ۱۸۱۔ ترجمہ بحار الانوار صہ۱۲۷۔ جلاء العیون بذیل طلبی امام برائے بیعت۔ نفس المہموم صہ۷۳۔

اسرار الشہادۃ مطبوعہ ایران ص۱۵۹۔ مقتل عوالم مطبوعہ ایران ۱۲۹۵ھ ص۹۲۔

مذکورہ بالا تمام مورخین کے خلاف طبری نے لکھا ہے کہ امام نے معاویہ کے لئے دعا کی کہ خدا معاویہ پر رحمت نازل کرے۔

طبری مطبوعہ یورپ حصہ دوم جلد اول ص۲۱۸ اور تاریخ کامل نے بھی طبری کے اتباع میں یہی فقرہ نقل کیا ہے۔ کامل جلد ۴ ص۶۔

(۵) ابن خلدون نے ذکر کیا ہے کہ امام نے رحمت نازل ہونے کی دعا کی مگر کس پر نزول رحمت کی دعا کی اس کا نام نہیں لکھا ہے۔

(ابن خلدون جلد ۳ ص۲)

یہاں سترہ۱۷ کتابوں کے حوالے پیش کئے گئے ہیں۔ ان میں سے پہلی چار کتابوں میں مرگ معاویہ پر امامؑ کا کچھ فرمانا درج نہیں ہے۔ ان کے علاوہ تیرہ۱۳ کتابیں اس بات پر متفق ہیں کہ امامؑ نے انا للہ وانا الیہ راجعون کی تلاوت فرمائی۔ اس آیت کی تلاوت کسی مصیبت کے آنے پر کی جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ معاویہ کے مرنے اور یزید کے مطالبۂ بیعت کے بعد امامؑ ان تمام مصائب کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ رہے تھے جو آپ پر اور آپ کے اہلبیت پر مدینہ کی روانگی سے مدینہ کی واپسی تک پیش آنے والے تھے لہذا اس موقع پر امامؑ کا اس آیت کی تلاوت کرنا ایسا برمحل تھا کہ شاید کبھی بھی کسی شخص نے اس

آیت کی تلاوت اتنی برمحل نہ کی ہوگی کیونکہ اس آیت کی تلاوت کے وقت امامؑ کے سامنے جتنی مصیبتیں کھڑی تھیں اتنی مصیبتیں کہیں کسی کے سامنے جمع ہو کر کھڑی نہیں ہوئی ہوں گی بلکہ خود امامؑ کے لئے بھی بعد میں اس آیت کی تلاوت کے جتنے موقعے آئیں گے ان میں سے ہر موقع کے مصائب آج کے موقع کے مصائب سے اتنے کم ہو چکے ہوں گے جتنے مصائب گذر چکے ہوں گے۔

چونکہ عموماً کسی کی خبر مرگ پر اس آیت کی تلاوت کرنے والے مرنے والے کے لئے دُعا بھی کرتے ہیں لہذا طبری نے اس موقع کو دعائے رحمت کے اضافہ کا بہترین موقع سمجھ کر یہ اضافہ کر دیا۔ تاکہ جرائمِ معاویہ کے خلاف شیعہ زبان بند ہو جائے۔ بلکہ معاذ اللہ ایک طرح کی بدگمانی امامؑ کے بارے میں پیدا ہو جائے۔ مگر طبری کو مذکورہ بالا تمام لکھنے والوں میں سوائے کامل کے کوئی دوسرا ہمنوا نہ ملا۔ کامل تقریباً طبری کا نقال ہے۔ ہر نقال کے یہاں طبری کی عبارت کا نظر آنا ضروری ہے ورنہ نقالی کا حق ادا نہ ہوگا۔ ابن خلدون پکا نقال نہیں ہے لہذا صرف ارادہ کر کے رہ گیا۔ طبری کا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ پکے نقال آج بھی طبری کے اس فقرے کو نقل کرنا واجب جانتے ہیں۔

طبری کی مخلفا نوازی | ابن زیاد کا آخری خط ۹ محرم کو پسر سعد کے

پاس شمر لے کر آیا جس میں مطالبۂ بیعت پر اصرار تھا ورنہ فوراً جنگ کرنے کی تاکید تھی۔ پسرِ سعد کی زبان پر یہ فقرہ آیا کہ حسینؑ بیعت نہ کریں گے کیونکہ ان کے پہلو میں ان کے باپ علیؑ کا دل ہے۔ اس فقرے سے ظاہر تھا کہ نہ مولیٰ نے اپنے عہد کے حاکموں یعنی خلفاء کی بیعت کی تھی اور نہ حسینؑ یزید کی بیعت کریں گے اس سے مولیٰ اور خلفاء کا اختلاف واضح ہو جاتا ہے جو چاروں کو خلیفہ ماننے والوں کو ایسی مصیبت میں ڈالتا ہے جس سے چھٹکارا ممکن نہیں۔ اور پسرِ سعد کا یہ فقرہ اس شہرت کی بھی مکمل عکاسی کرتا ہے کہ مولیٰ کا خلفاء کی بیعت نہ کرنا ایسی مشہور بات تھی جسے مولیٰ کے بعد کی نسلیں بھی عام طور سے جانتی تھیں۔ دوسرے مورخین نے پسرِ سعد کے اس فقرے کو نقل کیا۔ مگر طبری نے اس فقرے کے ایک لفظ میں ایسی تحریف کی جو بہت آسان تھی مگر جس سے معنویت میں ایسی تبدیلی آجاتی ہے کہ انکارِ بیعت کا مسئلہ صرف امام حسین علیہ السلام تک محدود رہ جاتا ہے اور مولیٰ کا بیعت سے انکار کرنا پردۂ خفا میں چلا جاتا ہے۔ پہلے پسرِ سعد کے اصل فقرے کو تاریخوں میں دیکھیے۔

(۱) واللہ لا یستسلم حسین ان نفس ابیہ لبین جنبیہ۔ واللہ حسینؑ آنکس نیست کہ تسلیم شود و با یزید

دست بیعت فرا دہد ہمانا تن او از جان علی آگندہ است۔

ترجمہ۔ خدا کی قسم حسینؑ یزید کا مطالبہ تسلیم نہ کریں گے کیونکہ ان کے پہلو میں ان کے باپ کا دل ہے۔

(ناسخ التواریخ جلد ششم ص۲۳۵)

(۲) واللہ لا یستسلم الحسین ابدا واللہ ان نفس ابیہ لبین جنبیہ۔

ترجمہ۔ خدا کی قسم حسینؑ کبھی مطالبہ تسلیم نہ کریں گے۔ خدا کی قسم ان کے باپ کا دل ان کے پہلو میں ہے۔

(کامل جلد ۴ ص۲۵)

(۳) لا یستسلم واللہ حسینؑ ان نفس ابیہ لبین جنبیہ۔

ترجمہ۔ خدا کی قسم حسینؑ مطالبہ یزید نہ مانیں گے کیونکہ ان کے پہلو میں ان کے باپ کا دل ہے۔

(ارشاد مفید مطبوعہ ایران ص۲۳۳)

اب طبری کا تحریف کردہ فقرہ پڑھیے۔

لا یستسلم واللہ حسین ان نفسًا ابیّةً لبین جنبیہ۔

خدا کی قسم حسینؑ مطالبہ یزید نہ مانیں گے کیونکہ ان کے پہلو میں انکار کرنے والا دل ہے۔ (طبری حصہ دوم جلد اول ص۳۱۰)

ان نفس ابیہ کے معنی ہیں۔ ان کے باپ کا دل۔ ابیہ کو
ابیۃً سے بدلنے کا مطلب ہوا انکار کرنے والا دل۔ ابیہ کو ابیۃ
بنانا کچھ دشوار نہ تھا مگر اس تبدیلی سے معنویت میں کتنا عظیم فرق آجاتا
ہے وہ ظاہر ہے۔ طبری کی اس قسم کی اور بھی حرکتیں درج کی جاسکتی
ہیں جہاں اس نے امامت کی مخالفت اور حکومت کی حمایت میں واقعات
میں تحریف کی ہے لیکن یہاں بطور نمونہ چند باتیں لکھی گئی ہیں تاکہ
طبری کے بارے میں کم از کم شیعہ راۓ غفلت میں نہ رہے۔ پسر سعد کے
نقرے میں طبری نے جو تبدیلی کی۔ اس تحریف کی پیروی کامل نے
بھی نہ کی۔ حالانکہ صاحب تاریخ کامل تقریباً سو فیصدی طبری کا اتباع
کرتا ہے۔ مگر صد درجہ افسوس ہوتا ہے جب کوئی واقف کار شیعہ قلم
پسر سعد کے مفید فقرہ کو نقل کرنے کے بجائے طبری کا فقرہ نقل کرتا ہے۔
طبری نے اپنے مذہب کی حمایت کے لئے تحریف کی۔ پھر شیعہ قلم
طبری کی نقل کیوں کرے۔

چند شکوک کا ازالہ

صاحبِ شہیدِ انسانیت کی حمایت میں جو تحریری اور تقریری سلسلہ ان کے مخلصین کی طرف سے جاری ہے۔ اس نے مومنین میں چند شبہات پھیلانے کی کوشش کی ہے۔ ان میں سے اکثر شبہات کی بنیاد امامت کے خصوصیات کو قرار دیا گیا ہے۔

۱۔ امامؑ کے فعل پر اعتراض ناجائز ہے لہذا امامؑ پانی ہونے کے باوجود کسی مصلحت کے پیشِ نظر پیاسے رہ سکتے ہیں۔ مصلحتِ امامؑ کو ہم نہیں سمجھ سکتے لہذا دونوں باتوں کا جمع ہونا ممکن ہے کہ پانی بھی ہو اور پیاسے بھی رہیں۔

۲۔ امامؑ جب بعلمِ غیب جانتے تھے کہ پانی بند ہوگا تو بندشِ آب سے پہلے پانی جمع کیوں نہ کر لیا۔

۳۔ امام نے معجزہ سے پانی کیوں نہ فراہم کیا۔

۴۔ پانی حاصل کرنے کی کوشش کیوں نہ فرمائی۔

۵۔ پانی کھاری تھا لہذا پینے کے قابل نہ تھا وضو اور غسل کے قابل تھا۔

ان تمام شبہات کی بنیاد محض ناواقفیت اور جہالت ہے۔ چونکہ

اس عہد کی ایک بڑی بدقسمتی یہ بھی ہے کہ جاہل کو اپنے جاہل ہونے کا
احساس باقی نہیں رہا بلکہ یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ صرف زبان کا چلنا
کافی ہے بغیر پڑھے ا بغیر حقائق اور واقعات کو معلوم کئے چند نامکمل
باتوں کے سُن لینے پر اکتفا کرنے والے اپنی ذہنی صلاحیت پر بزعم خود
اس قدر مطمئن ہیں کہ ہر مسئلہ کو اپنی عقلی تُک بندی کے ذریعہ حل کرنا
چاہتے ہیں اور اس بے عقلی میں تحسین ناشناس بھرپور مدد کر رہی
ہے۔ حضورؐ کے خواب کی نئی تعبیر منبروں پر سے ظاہر ہو رہی ہے۔
مذکورۂ بالا شبہات اسی جرأت لامتناہی کا نتیجہ ہیں۔ نوبت یہاں تک
پہنچی ہے کہ شیعہ پڑھنے والے اور شیعہ سُننے والے اب اپنی حمیت
دینی کو اس قدر کھو بیٹھے ہیں کہ عطش کو غلط ثابت کرنے والے رسالوں کو
بہ شوق پڑھ لیتے ہیں اور منبر پر پانی ثابت کرنے والے کو قبول کر لیتے ہیں۔
عزائے حسینؑ باقی رہے گی یہ الٰہی وعدہ ہے لیکن ایسے شیعہ
حسینی رہیں گے اس کی ضمانت خدا نے نہیں لی ہے یہ فکر مندی
صرف مرض کے تعدیہ سے ہے ورنہ بہت سے مریض اچھے نہیں
ہوتے صحت مند حسینیت کے حامل مومنین کے تحفظ کے لئے
مذکورۂ بالا شبہات کی رد لکھی جاتی ہے۔

وما علینا الا البلاغ

پہلا شُبہہ

امام بیشک خصوصیات کے مالک ہوتے ہیں اور ان کے فعل پر اعتراض کرنے والا یقیناً فاسد العقیدہ ہے۔ لیکن امامؑ کے خصوصیات امامؑ تک محدود رہتے ہیں غیر امام اس میں شریک نہیں ہوتے ورنہ خصوصیات امامت کے کوئی معنی نہ رہ جائیں گے جناب امیر علیہ السلام نے اپنے بعض اصحاب کو ایسے زہد سے منع کیا ہے جو زہد اہل وعیال سے بے تعلقی کا سبب بن گیا تھا۔ کیونکہ زہد نے رہبانیت کی صورت اختیار کر لی تھی۔ جو اسلام میں منع ہے۔ یہ اصحاب زہد میں سختی اس لئے جھیل رہے تھے کہ انھوں نے اپنے امامؑ کو اپنے سے بلند تر زہد کا مالک دیکھا تھا۔ مولیٰؑ نے اس غلط روی کی وضاحت یہ کہہ کر فرمائی کہ میری تکلیف اور ہے میں امام ہوں۔ تمھاری تکلیف اور ہے تم صرف مومن ہو لہذا اپنی تکلیف سے زیادہ مشقت نہ برداشت کرو۔

بیشک امام پانی ہوتے ہوئے اگر کسی مصلحت کے پیشِ نظر پانی نہ پئیں تو ہم کو خاموشی کے ساتھ اس طرزِ عمل کو صحیح ماننا ہوگا۔ لیکن واقعۂ کربلا کی صورت حال دوسری ہے صرف امامؑ پیاسے نہ تھے بلکہ بوڑھے، بچے، عورتیں، بیمار اور جانور تک پیاسے تھے۔ امامؑ اپنے کو خود خصوصیاتِ امامت کے باعث پیاسا رکھ سکتے ہیں لیکن

جس مذہب میں پیاسے جانور تک کو پانی پلانے کے لئے پانی کی قلت کے موقع پر وضو اور غسل کو حرام کر دیا جائے اور تیمم کو واجب قرار دیا جائے اس مذہب کا امامؑ معاذاللہ پانی ہونے کے باوجود سب کو پیاسا رکھے ایسا سوچنا نہ صرف خلاف واقعہ ہے بلکہ فسادِ عقیدہ ہے اور امام کے بارے میں افترا اور بہتان کا ارتکاب ہے۔ اگر پانی ہوتے ہوئے امامؑ سب کو پیاسا رکھیں تو پھر کس زبان سے پانی بند کرنے والوں کو ظالم کہا جائے گا۔ بلکہ جب یزید وہ ہے جس نے پانی بند کر کے پیاسا رکھا تو پانی ہونے کے باوجود جو پیاسا رکھے۔ ———— معاذاللہ۔ معاذاللہ۔ جملہ کو مکمل کرنا ناممکن ہے۔

کسی کی حمایت میں ضد کے ہاتھوں اتنا بڑھنا کہ نہ صرف عقیدہ فاسد ہو جائے بلکہ امامؑ سے بدترین دشمنی کا معاذاللہ ارتکاب ہو جائے اس منزل سے ہر مومن کو بچنا چاہیئے۔

بیشک امامؑ کی مصلحت کو امامؑ ہی جانتے ہیں۔ جب کتابوں میں طلب آب کی تفصیل کو پڑھنے کا موقع ملا کہ امام نے خود اور آپ کے حکم سے جناب عباسؑ اور اصحاب امامؑ نے بار بار ساتویں سے عصرِ عاشور تک یزید کی فوج سے پانی مانگا تو مصلحت امامؑ سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ پانی نہ ملنے کے یقین کے باوجود امامؑ کیوں مسلسل

پانی طلب کر رہے تھے خصوصاً کریم ابنِ کریم امامؑ ۔ یزیدی فوج کے کمینہ خصلت اور ملعون و لئیم افراد سے کیوں سوالِ آب کر رہے تھے لیکن اس سوال کی ایک مصلحت تو آج معلوم ہی ہوگئی کہ امامؑ کا سوالِ آب اور مسلسل سوال اس بات کی کُلّی تکذیب کرتا ہے کہ پانی موجود تھا۔ اور امامؑ کا اپنے کو پیاسا بتا کر پانی مانگنا اس کی بھی دلیل ہے کہ پیاس کا سبب صرف پانی کا نہ ہونا تھا نہ کہ کوئی دوسری مصلحت امامؑ پانی ہوتے ہوئے پانی مانگنا صرف اس کے لئے ممکن ہے جو جھوٹ بولنا چاہتا ہو، صادق امامؑ کے بارے میں ایسا سوچنے والے کو کم از کم جھوٹا کہا جا سکتا ہے ورنہ .....

امامؑ کے سوالِ آب کی تفصیل آپ بیانِ معصومینؑ کے عنوان میں مفصل پڑھ لیں گے یہاں صرف ایک موقع نقل کیا جاتا ہے ۔

"مارا آب دہید کہ جگر ہائے ما از شدت عطش تافتہ است"

ہم کو پانی دیدو کیونکہ ہمارے جگر پیاس کی شدت سے پھٹے جاتے ہیں۔

(ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۹۰، روضۃ الاحباب بحوالہ تاریخ احمدی صفحہ ۲۹۶ شہید اعظم ج ۲ صفحہ ۱۹۵ صفحہ ۲۰۰)

امام کے اس ارشاد سے صاف ظاہر ہے کہ پانی نہ تھا اور پیاس کی وجہ پانی کا نہ ہونا تھا لہذا پیاس اور پانی کا وجود ایک دوسرے کی

ضد میں جن کا جمع ہونا محال ہے۔

دوسرا شبہہ جب امامؑ جانتے تھے کہ پانی بند ہونے والا ہے تو پانی پہلے سے جمع کیوں نہ کر لیا۔ چونکہ اس شبہہ کو وہ لوگ پھیلا رہے ہیں جو پہلے شبہہ کے پھیلانے کی دلیل میں یہ کہتے ہیں کہ امامؑ کے فعل پر اعتراض نہیں کرنا چاہیئے۔ لہذا پہلا جواب یہ ہے کہ امامؑ نے اگر پانی جمع نہیں کیا تو یہ امامؑ کا فعل ہے جس پر آپ کو حقِ اعتراض نہیں ہے۔ جو امامؑ کے فعل پر اعتراض کرے وہ فاسد العقیدہ ہے سجدۂ جنابِ آدمؑ میں خدا پر اعتراض کرنے والے اور تحریرِ ہدایت لکھنے کی خواہش کے اظہار پر نبیؐ پر اعتراض کرنے والے کا حشر یاد رکھنا چاہیئے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جہاں امامؑ کو علمِ غیب تھا کہ پانی بند ہوگا وہاں امامؑ کو یہ بھی علمِ غیب تھا کہ ہم سب کو پیاسا رہنا ہے۔ اب یہ امامؑ جان سکتے ہیں۔ دونوں اطلاعوں کے بعد ان کو کیا روش اختیار کرنا چاہیئے تھی۔ امامؑ کی باطنی تکلیف کو سمجھنے کی کوشش کرنا غصب حقوقِ امامت ہوگا۔

تیسری بات یہ ہے کہ امامؑ کو پانی جمع کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔ امام علیم میں تھے پہلی محرم کو نینوا میں منزل کی شب بسر کرنے کے بعد

صبح کو سفر کے لئے آمادہ تھے کہ ابن زیاد کا قاصد حُر کے پاس آیا اور حُر نے ابن زیاد کے حکم کے مطابق دوسری محرم کو امامؑ کو کربلا میں اس جگہ اُترنے پر مجبور کیا جہاں پانی نہ تھا۔ اس صورت حال سے امامؑ صرف جنگ کے ذریعہ بچ سکتے تھے جس کا مشورہ زہیر قین نے دیا بھی تھا مگر امامؑ روحانی جنگ کو پانی کے لئے لڑی جانے والی جنگ سے بدلنے پر نہ تیار ہوئے اور نہ تیار ہو سکتے تھے ورنہ جنگ مدینہ اور مکہ اور راہ عراق میں بھی ممکن تھی۔ امامؑ جنگ کی ابتدا نہ کرنے کی روش پر صبح عاشور تک باقی رہے۔

جب امامؑ ورود کربلا کے دن یعنی ۲، محرم کو پانی کی سہولتوں سے محروم کر دئے گئے اور ۷، محرم سے پسر سعد نے پانی بند کر دیا تو پانی جمع کرنے کا موقع ہی نہ مل سکا لہٰذا یہ سوال صرف واقعات کی بے خبری اور جہالت پر موقوف ہے۔

ایک جاہلانہ خیال اور پھیلایا گیا ہے کہ جب امام کے پاس پانی بھرنے کے لئے اتنے برتن تھے کہ حُر کے ایک ہزار سواروں اور گھوڑوں کو امامؑ نے پانی پلایا تھا لہٰذا امامؑ اتنا پانی جمع کر سکتے تھے جو کئی دن کے لئے کافی ہو سکتا تھا۔ مگر اس خیال کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے تھا کہ امامؑ نے حُر کے لشکر کے ملنے سے پہلے والی منزل پر

زیادہ سے زیادہ پانی بھر لینے کا حکم دیا تھا کیونکہ امامؑ کو بعلمِ غیب حُر کے پیاسے لشکر کے ملنے کی اطلاع تھی۔ لیکن ورودِ کربلا کے بعد سے خصوصی طور پر پانی جمع کرنے کا کوئی حکم امامؑ کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے۔ جبکہ امامؑ کو بعلمِ غیب اپنے ساتھیوں کے پیاسے رہنے کی اطلاع تھی۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ حُر کے پیاسے لشکر کے لئے زیادہ سے زیادہ پانی بھر لینے کا حکم دینے والا امامؑ اگر موقع پاتا تو ضرور اپنے ساتھیوں کے لئے پانی بھر لینے کا حکم دیتا۔ اگر ہم اس امکان کو سوچ سکتے ہیں تو پھر یہ خیال کرنا کہ امامؑ نے ایسا کیوں نہ کیا اسی کے لئے ممکن ہے جو معاذاللہ امامؑ کو اپنے جیسے ذہن کا مالک بھی نہ سمجھتا ہو۔ ایسے شخص کو ہم کیا سمجھیں .... حساب لگانے والے کو یہ بھی معلوم نہیں کہ پیاس پیدا ہو جانے کے بعد پیاسا شخص بار بار پانی پیتا ہے۔ لہذا جتنا پانی ایک ہزار سوار اور گھوڑے ایک بار پی کر سیراب ہو سکتے ہیں اتنا پانی اگر بھر بھی لیا جائے تو ۷۲ شہیدوں ۶۴ اسیروں اور موجود جانوروں کے لئے مسلسل پیاس کی شکل میں دو دن کے لئے بھی کافی نہیں ہو سکتا خصوصاً جبکہ موسم گرم ہو اور قیام دھوپ میں بے سایہ و سبزہ زمین پر ہو جب پانی چوتھی سے بند ہوا تو یہ پانی ۷ محرم تک ویسے بھی ختم ہو جاتا۔

واقعات کی جو تفصیل یہاں درج کی گئی ہے اس کو مع حوالے کے آپ آگے پڑھنے والے ہیں لہذا یہاں حوالے درج کر کے طول پیدا کرنے سے گریز مناسب معلوم ہوا۔

تیسرا شبہہ امامؑ نے یہ اعجاز پانی کیوں نہ فراہم فرمایا۔ اس شبہہ سے پہلے یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ معجزہ کی طاقت کا مصرف کیا ہے۔ خدا معجزہ کی طاقت ہادی کو صرف اس لئے دیتا ہے کہ جن لوگوں کو ہادی کے ہادی ہونے میں شک ہو اور وہ شک کسی طرح دُور نہ ہوتا ہو ان کو معجزہ دیکھ کر یقین آجائے۔ کہ معجزہ پیش کرنے والا ضرور ہادی ہے ورنہ ہم سے بالاتر طاقت کا مالک نہ ہوتا۔ ہادی اعجازی طاقت صرف تبلیغ و ہدایت کی راہ میں صرف کرتا ہے۔ اپنے ذاتی مسائل و مشکلات کے حل کے لئے اعجازی طاقت سے کام نہیں لیتا ورنہ ہادی کی زندگی پھر دوسروں کے لئے نمونۂ عمل نہ بن سکے گی اس کے برخلاف صاحب اعجاز ہادی جب بلاؤں اور مصیبتوں پر صبر کرتا ہے اور اعجازی طاقت اپنی تکلیفوں کو دُور کرنے کے لئے استعمال نہیں کرتا تو اس کے حمل اور صبر کا درجہ بھی بڑھ جاتا ہے اور اس کے عمل کی طرف انسانوں کی کشش بھی بڑھ جاتی ہے۔

اصل شبہہ کے سلسلہ میں یہ بھی سوچنے کی ضرورت ہے کہ اعجازی طاقت

صرف پانی ہی کے لئے کیوں صرف ہو۔ دشمن کو بہ اعجاز ہلاک کیوں نہ کر دیا جائے اور وفات نبی اکرمؐ سے لے کر گیارھویں امامؑ کی شہادت اور بارھویں امام علیہ السلام کی غیبت تک جتنے مصائب معصومینؑ نے برداشت کئے ہیں اور کر رہے ہیں سب کا ازالہ اعجازی طاقت کے ذریعہ ممکن تھا اور ہے۔ جب ان تمام مصائب کے دُور کرنے میں اعجازی طاقت استعمال نہ کی گئی تو صرف پیاس کی تکلیف دُور کرنے کے لئے یہ سوال کرنا محض ایک بے محل بات ہے۔

امام حسین علیہ السلام کربلا میں امتحانِ عبدیت دے رہے تھے۔ اعجازی طاقت الٰہی طاقت ہے۔ اس کا استعمال امتحانِ عبدیت کی عظمت کو ختم کر دیتا اور واقعۂ کربلا انسانی کردار کی تعمیر کا ذریعہ بننے کے بجائے ظہورِ معجزات کی جگہ بن جاتا۔ امام بیشک ہر تکلیف سے بچ جاتے مگر دین ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتا۔ لہٰذا مصائبِ کربلا کا مقابلہ صبر سے کرنا تھا نہ کہ اعجاز کی طاقت سے۔ اعجازی طاقت الٰہی طاقت ہے جو مخصوص بندوں کو عطا ہوتی ہے۔ جب خدا نے دین، ہدایت، تبلیغ کی راہ میں قادرِ مطلق ہو کر اپنی طاقت استعمال نہیں کی تو اس کے مخصوص بندے بھی سُنّتِ الٰہیہ کے پابند تھے۔ خدا نے ایسے سارے مواقع پر حلم سے کام لیا اور ہادیوں نے صبر سے کام لیا۔ معجزہ صرف

ہادی کو دیا جاتا ہے لہٰذا ہادی ہی جانتا ہے کہ کب اسے صرف کرنا چاہیئے اور وہ بھی کس حد تک۔ لہٰذا اس مسئلہ پر رائے زنی کی کوشش کرنا ہادی کے مخصوص حقوق میں مداخلت ہوگی۔

چوتھا شبہہ امامؑ نے پانی حاصل کرنے کی کوشش کیوں نہ فرمائی۔ دنیا میں سفیہ، کم عقل، لاابالی افراد کے ساتھ ان کے حلقۂ احباب و اعزا اور بہی خواہ طبقہ کا طرز عمل دیکھا گیا ہے کہ وہ صاحب معاملہ سے زیادہ حالات کے اچھے برے انجام پر نظر رکھتے ہیں اور مداخلت کر کے صحیح مشورہ دیتے ہیں اور صحیح مشورے پر گامزن کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ یہ مداخلت ہرگز بے جا نہیں ہوتی ہے بلکہ ایسے مواقع پر مداخلت نہ کرنا بے جا ہے۔ مداخلت کی وجہ صاحبانِ معاملہ کی عقل کی کمی اور روش کا لاابالی پن ہوتا ہے۔

کبھی کبھی کچھ بے عقل یہی سلوک صاحبانِ عقل کے ساتھ کر بیٹھتے ہیں تو دنیا ان کو سفیہ، بے عقل قرار دیتی ہے۔ اور ایسی مداخلت بے جا قرار پاتی ہے۔

کبھی کبھی یہ بھی دیکھا گیا کہ بے عقل کا یہ سلوک خدا اور نبیؐ کے ساتھ بھی برتا گیا۔ شیطان اپنے خیال میں جناب آدمؑ کے سجدۂ تعظیمی سے انکار کر کے خدا کو متوجہ کر رہا تھا کہ تعظیم کو صرف اپنے لئے باقی رکھ

وہ خدا سے زیادہ اپنے کو الوہیت کا بہی خواہ ظاہر کر رہا تھا۔ اسی طرح صلح حدیبیہ یا تحریر وصیت کے موقع پر جنہوں نے نبیؐ کی مخالفت کی تھی وہ نبیؐ سے زیادہ اسلام کے بہی خواہ بن رہے تھے۔ مگر دونوں کا نتیجہ بھی سامنے ہے کہ کافر اور منافق قرار پائے۔ خدا و رسولؐ کے دربار سے نکالے گئے۔ لہٰذا اس روش سے بچنا ضروری ہے۔

مذکورہ بالا سوال بھی اسی طرح کے غلط اندازِ فکر کا نتیجہ ہے جب ہم یقین رکھتے ہیں کہ امامؑ ہر طرح افضل و اکمل ہوتا ہے تو یہ سوچنا ہی غلط ہے کہ پانی فراہم کرنے کی کوشش کیوں نہ فرمائی۔ امامؑ ہم سے بہتر ہیں لہٰذا پانی حاصل کرنے کا جو بھی ذریعہ تھا اس کو ضرور استعمال فرمایا لیکن پانی نہ حاصل ہو سکا تب ہی سب پیاسے تھے۔ معجزہ اور جنگ کے ذریعہ پانی حاصل کرنا مناسب نہ تھا۔ ان کے علاوہ ممکن و مناسب ذرائع امامؑ نے اختیار فرمائے۔ مکمل قحطِ آب ۷ر محرم سے ہوا ہے۔ لیکن دوسری محرم ہی سے پانی کی سہولتیں ختم ہو گئی تھیں۔ ۴ر محرم سے پانی بند ہو گیا۔ امامؑ کی فراہمی آب کی کوششوں کا یہی نتیجہ تھا کہ ۲ر محرم سے ساتویں کی شب تک خیامِ حسینی میں پانی پایا گیا۔

اگر امامؑ کو امامؑ نہیں ماننا ہے تو ضرور ایسے مہمل سوالات پر

غور کرنا چاہیئے ورنہ یہ اطمینان رکھنا چاہیئے کہ امامؑ نے مناسب حد تک ہر ممکن ذریعہ کو پانی کی فراہمی کے لئے استعمال فرمایا۔ آئندہ آپ ان کوششوں کو بھی پڑھ لیں گے جو امامؑ نے فراہمیٔ آب کے لئے فرمائیں۔

پانچواں شبہہ کہ پانی کھاری تھا۔ لہٰذا پینے کے قابل نہ تھا البتہ وضو اور غسل کیا گیا در اصل یہ شبہہ پہلے شبہہ کی دوسری قصویر ہے اور اس شبہہ کی کوشش یہ ہے کہ پانی اور پیاس دونوں کو جمع کرنے کی صورت کسی نہ کسی طرح نکل آئے۔ اس شبہہ کے بارے میں پہلی بات یہ معلوم کرنے کی ہے کہ کھاری پانی کہاں سے آیا۔ شبہہ پیدا کرنے والے کا فریضہ ہے پہلے کھاری پانی کے وجود کا ثبوت پیش کرے۔ اس ثبوت کے بغیر یہ شبہہ پیدا ہی نہیں ہوتا۔

اس شبہہ کے پیچھے یہ خبر کام کر رہی ہے کہ کربلا میں کنویں کھودے گئے۔ بیشک کنویں کھودے گئے اور کنویں کھودنے کی خبر اس شبہہ کو بھی دُور کرتی ہے کہ امامؑ نے پانی حاصل کرنے کی کوشش کیوں نہیں فرمائی۔ امامؑ نے کوشش فرمائی مگر کسی کنویں میں پانی نہیں نکلا۔ جب پانی ہی نہیں نکلا تو کھاری اور میٹھے کی بحث پیدا کرنا اور پیاس کو وضو اور غسل کے ساتھ جمع کرنا بالکل بے بنیاد چیز ہے۔ مقتل ابی مخنف۔ تحریر الشہادتین۔ شہیدِ اعظم اور ذبح عظیم میں

مفصل طور پر درج ہے کہ امامؑ کے حکم سے کنویں کھودے گئے مگر پانی نہیں نکلا۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی جو مشہور شیعہ دشمن عالمِ اہلسنّت ہیں۔ شہادتِ حسنین علیہم السلام پر موصوف نے ایک قابلِ تعریف اور نادر کتاب لکھی ہے جس کا نام سرالشہادتین ہے۔ موصوف کے شاگرد خاص شاہ سلامت اللہ صاحب نے اس کتاب کی شرح مع ترجمہ کے کی ہے جس کا نام تحریر الشہادتین ہے۔ اس جگہ میں تحریر الشہادتین کی عبارت نقل کر رہا ہوں۔

"چوں لشکر ابن سعد آب فرات را پس پشت گرفتہ فرود آمد وخیمہ گاہ حسین ریگستان بود آب ہرگاہ کہ منع کردند چاہا کندیدند تا ہفتاد دست کاریدند آب نیافتند"۔

(تحریر الشہادتین ص۶۹)

ترجمہ۔ ابن سعد کا لشکر فرات کے آگے جا کر اترا اور امام حسینؑ کے خیمہ ریگستان میں تھے۔ چنانچہ پانی بند کر دئے جانے کے بعد کنویں کھودے گئے مگر ستر ہاتھ کی گہرائی تک کھودنے کے باوجود کسی کنویں میں پانی نہیں نکلا۔

(الشہید اعظم جلد دوم ص۱۵۱، مقتل ابی مخنف ص۵۰، ذبح عظیم ص۲۸۲) پر بھی

پر مضمون دیکھا جاسکتا ہے۔

جب کنویں میں پانی ہی نہیں نکلا تو کھاری اور میٹھے کی بحث ہی بیکار ہے۔ غسل اور وضو کا ہر تذکرہ غلط ہے کیونکہ پانی تھا ہی نہیں نہ کھاری نہ میٹھا۔ اس کے علاوہ کتابوں میں تفصیل درج ہے کہ نایابی آب کی وجہ سے تیمم سے نمازیں ادا کی جاتی تھیں لہٰذا غسل یا وضو کی جھوٹی داستانیں ناقابل توجہ ہیں۔

شاہ سلامت اللہ صاحب اسی تحریر الشہادتین کے صفحہ ۶ پر تحریر کرتے ہیں:

"اہلبیت نبوت و دیگر یاران و موالیان و دواب از تشنگی بیتاب شدند واز خشکی کام ایشان را طاقت گفتار نماند و باشارہ سخن می گفتند و با تیمم نماز می گذارند"۔

ترجمہ۔ "اہلبیت نبوت اور دوسرے تمام انصار و اعزا بلکہ جانور تک پیاس کی شدت سے بیتاب تھے منہ اس قدر خشک ہو گئے تھے کہ بات کرنا ممکن نہ تھا، اشاروں سے گفتگو ہوتی تھی اور نمازیں تیمم سے ادا ہوتی تھیں"۔

تیمم سے نمازوں کے ادا کرنے کا تذکرہ جناب بحرالعلوم سید الحسن صاحب کی کتاب بناء الاسلام کے صفحہ ۱۷۰ پر شہید اعظم جلد دوم صفحہ ۱۳۴ پر اور روضۃ الشہداء صفحہ ۲۶۲ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

شبہات کے ازالہ کے بعد اصل کتاب کا آغاز کیا جاتا ہے:-

باسمہ سبحانہ

پیاس

کا

ثبوت

قرآن ، حدیث اور تاریخ سے

نیز

غلط روایتوں کی

تحقیق عقل و نقل سے

باسمہ سبحانہٗ

کربلا والوں کی پیاس ایسی مستند ہے اور اس کا تذکرہ اتنا متواتر ہے کہ بلا خوفِ تردید پیاس کو شک اور شبہہ سے بالاتر کہا جا سکتا ہے۔

خداوندِ عالم نے اس پیاس کا ذکر قرآن مجید میں کیا نیز انبیاء سے بھی تذکرہ فرمایا۔ حضرات معصومین علیہم السلام میں سے جناب رسولِ اکرمؐ، جناب امیرؑ، جناب معصومہؑ، جناب سید الشہداءؑ چوتھے، پانچویں، چھٹے، آٹھویں اور بارھویں امام علیہم السلام نے پیاس کا ذکر فرمایا ہے۔

شہدائے کربلاؑ، اسیرانِ اہلبیتؑ کے علاوہ یزید کی فوج کے سپاہیوں نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ شہداء کے رجز اور پسماندگان کے مرثیوں میں پیاس کا ذکر ملتا ہے۔ قریب العہد افراد اور واقعات بھی پیاس کے گواہ ہیں۔

تاریخ میں پیاس کا اجمالی ذکر بھی ہے۔ اور ساتویں، آٹھویں، نویں اور دسویں محرم کی پیاس کا بھی ذکر موجود ہے۔ پیاس کی

شدت بھی مفصّل طور پر مذکور ہے ۔

غرضکہ قرآن ، حدیث ، تاریخ میں خدا ، معصومین علیہم السلام اور مورخین نے پیاس کا تذکرہ کیا ہے ۔ اس متفقہ تذکرہ کے بعد پیاس کی مخالف ؛ جھوٹی اور غلط و بے بنیاد روایتوں کی کوئی قیمت اور وقعت نہیں رہ جاتی ہے لیکن مزید اطمینان کے لئے ان روایتوں کی چھان بین بھی کی گئی ہے ۔ اس کتاب میں پیاس کا ثبوت بھی پیش کیا گیا ہے اور پیاس کی مخالف روایتوں کی تنقید بھی کی گئی ہے ۔

اثبات عطش کے تین عنوان ہیں :-

۱- پیاس کی کہانی خدا کی زبانی ۔
۲- پیاس کی کہانی معصومین ؑ کی زبانی ۔
۳- پیاس کی کہانی تاریخ کی زبانی ۔

پیاس کی کہانی

خدا کی زبانی

پیاس کا ذکر قرآن مجید میں ـ پیاس کا ذکر انبیاء علیہم السّلام سے

پیاس کا ذکر قرآن مجید میں

خداوند عالم نے کربلا والوں کی پیاس کا ذکر گذشتہ انبیاء سے بھی کیا ہے اور قرآن مجید میں بھی بیان فرمایا ہے۔

بعض سورے صرف حروف کے مجموعے سے شروع ہوتے ہیں مثلاً الم - الر - حمعسق وغیرہ ان کو حروف مقطعات کہتے ہیں سورہ مریم کے شروع میں کھیعص ہے - اس کی تفسیر دو معصوموں نے بیان فرمائی ہے -

(۱) حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم -

(۲) حضرت ولی عصر مہدی آخرالزماں علیہ السلام

مذکورہ بالا حروف مقطعات کی تفسیر پہلے اور آخری دونوں محمدوں سے متفقہ طور پر حاصل ہوئی ہے - "مصائب الابرار ترجمہ بحارالانوار جلد عاشر باب ۴۳" سے ان حروف کی تفسیر نقل کی جاتی ہے جو امام زمانہ علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے -

" احتجاج طبرسی سے منقول ہے - سعد ابن عبداللہ کہتے ہیں میں نے حضرت صاحب الامرؑ سے تفسیر کھیعص کی پوچھی ارشاد کیا یہ حروف اخبار غیب سے ہیں کہ حق تعالیٰ نے پہلے

حضرت زکریا کو خبر دی ہے اور بعد اس کے حضرت رسولِ خداؐ کو آگاہ فرمایا ہے اور سبب اس کے نزول کا یہ ہے کہ حضرت زکریا نے حق تعالیٰ سے سوال کیا کہ اسمائے مقدسہ آلِ عبا کے مجھے تعلیم فرما کہ ہر شدت بلا میں بسبب ان اسماء کے پناہ لے جاؤں حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور نام آلِ عبا کے اس جناب کو تعلیم کئے۔ پس جب حضرت زکریا جناب رسول خداؐ اور علی ابن ابی طالب اور جناب فاطمہ اور حضرت امام حسن علیہ السلام کا نام لیتے تھے تو غم و اندوہ ان کا دور ہو جاتا تھا اور خوشی حاصل ہوتی تھی اور جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا نام لیتے تھے تو ایسی رقت ان پر طاری ہوتی تھی کہ ضبط نہ کر سکتے تھے۔ ایک دن حضرت زکریا نے دعا کی خداوندا کیا سبب ہے۔ جب میں نام ان چار بزرگوں کے زبان پر لاتا ہوں تو غم میرا زائل ہو جاتا ہے اور جی میرا خوش ہو جاتا ہے اور جب میں حضرت امام حسینؑ کا نام مبارک لیتا ہوں تو میرا غم جوش میں آتا ہے اور ایسی رقت مجھ پر طاری ہوتی ہے کہ میں ضبط نہیں کر سکتا۔ پس حق تعالیٰ نے قصہ شہادت اور مظلومیت امام حسینؑ کا حضرت زکریا کو وحی فرمایا اور فرمایا کھیعص۔ پس کاف سے مراد کربلا ہے۔ ہا سے

مراد ہلاکت عترت طاہرہ اور یا سے مراد یزید قاتل حسین اور
عین سے مراد عطش و تشنگی حضرت کی صحرائے کربلا میں اور مراد
صاد سے صبر اس امام مظلوم کا ہے۔ جب حضرت زکریا نے یہ
قصۂ دردناک سُنا۔ تین دن مسجد سے باہر نہ نکلے اور کسی کو اپنے
پاس آنے نہ دیا اور گریہ و زاری میں مشغول رہے اور فریاد و
بے قراری کرتے رہے۔ اور مرثیہ حضرت کی مصیبت میں پڑھتے
تھے کہ حاصل اس کا یہ ہے کہ خداوندا آیا اندوہگین کرے گا
تو دل اس شخص کا جو بہترین خلائق ہے مصیبت فرزند میں۔
خداوندا آیا نازل کرے گا تو ایسی بلا کو ساحت قرب میں اپنے
حبیب کے۔ بار الہا اس مصیبت میں پوشاک ماتمی علی اور
فاطمہ کو پہنائے گا۔ خداوندا آیا ایسے درد و الم کو ان کے
منزلِ رفعت و جلال میں جگہ دے گا اور بعد اس کے درگاہِ احدیت
میں عرض کی خداوندا مجھے ایک فرزند عطا کر کہ اس پیری میں
میری آنکھیں اس کے دیکھنے سے روشن ہوں اور جب ایسا
فرزند مجھ کو عطا فرما تو اس کی محبت کا مجھے فریفتہ اور گرویدہ کر۔
بعد اس کے دل کو میرے اس کی مصیبت میں ایسا اندوہناک کر
جیسا کہ دل تیرے حبیب محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کا اندوہناک

ہوگا۔ پس حق تعالیٰ نے انھیں حضرت یحییٰ کو عطا فرمایا اور وہ جناب حضرت امام حسین علیہ السلام کے مانند درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ اور حضرت یحییٰ چھ مہینے شکم مادر میں رہے اور مدت حمل حضرت امام حسینؑ بھی اسی قدر تھی"۔

مذکورہ بالا عبارت ترجمہ بحار الانوار سے نقل کی گئی ہے حسب ذیل باتیں اس عبارت کی قابلِ لحاظ ہیں۔

(۱) کھیعص۔ خدا اور نبیؐ کے درمیان بطور کوڈ ورڈس کے ہیں۔ جس میں خداوند عالم نے واقعۂ کربلا بیان کیا ہے۔ پہلے ان حروف کے ذریعہ جناب زکریاؑ سے واقعۂ کربلا بیان کیا پھر دوبارہ واقعۂ کربلا کو حضور رسول اکرمؐ سے بیان کرنے کے لئے ان حروف کو قرآن مجید کا جز بنا کر نازل فرمایا۔

(۲) اگر خدا ان حروف کے ذریعہ واقعۂ کربلا کو مخفی طور پر بیان کرنے کے بجائے واضح الفاظ میں بیان کر دیتا تو بنی اُمیّہ خصوصاً معاویہ اور یزید کے عہدِ حکومت میں یہ ذکر قرآن میں نہ رہ سکتا۔ لہٰذا تذکرہ کو دشمن سے محفوظ رکھنے کے لئے رموز کے ذریعہ بیان کیا گیا۔

(۳) مذکورہ بالا بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کربلا کے تمام مصائب میں سب سے اہم مصیبت پیاس ہے۔ خداوند عالم نے دوسرے

تمام مصائب کے مقابلے میں اس کو تذکرہ کے لئے منتخب کیا۔

علامہ ابن شہر آشوب نے کھیعص کی مذکورہ بالا تفسیر (کاف سے مراد کربلا۔ ھا سے مراد ہلاکت عترت۔ یٰ سے مراد یزید۔ عٓ سے مراد عطش یعنی پیاس۔ صٓ سے مراد صبر ہے) حضرت حجۃ سے اسحاق احمر کے ذریعہ نقل کی ہے۔

مصائب الابرار ترجمہ بحار اور مناقب کا بیان ایک دوسرے سے متحد ہے۔ البتہ مناقب کے بیان کے آخر میں اتنا اضافہ بھی ہے کہ جناب یحییٰ اور جناب امام حسین علیہم السلام۔ جہاں مدت حمل میں یکساں ہیں کہ دونوں کا حمل چھ ماہ رہا وہاں دو باتوں میں اور بھی دونوں مشترک ہیں۔ (۱) کہ دونوں ذبح کئے گئے (۲) آسمان اور زمین ان دونوں کے علاوہ کسی پر نہیں روئے۔

کھیعص کی مذکورہ بالا تفسیر حسب ذیل کتابوں میں درج ہے:

(۱) تفسیر صافی بذیل تفسیر کھیعص

(۲) مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۸۶

(۳) مصائب الابرار ترجمہ بحار الانوار جلد دہم باب ۷، ص ۴۳/۴۴

(۴) خصائص حسینیہ میں چار جگہ تذکرہ ہے۔ ص ۱۱، ص ۱۱۱، ص ۲۰۱، ص ۲۲۴

(۵) بحار الانوار ج ۱۰ ص ۱۵۶

(۶) مقتل عوالم ص۳۱ بحوالہ احتجاج طبرسی

(۷) دمعہ ساکبہ ص۲۷۰ بحوالہ کمال الدین و تمام النعمہ جو جناب صدوق کی تالیف ہے۔

(۸) نفس المہموم تالیف شیخ عباس قمی ص۲۳

(۹) جلاء العیون ص۹۵

انبیاء سے پیاس کا ذکر

واقعۂ کربلا کا تذکرہ خداوند عالم نے تقریباً ہر نبی سے فرمایا ہے۔ ان تذکروں میں جہاں جہاں پیاس کا ذکر ہے ان مقامات کو یہاں پیش کیا جاتا ہے:۔

(۱) جناب آدمؑ سے پیاس کا تذکرہ

جناب آدمؑ نے خداوند عالم سے سوال کیا کہ جب میں حسینؑ کا نام لیتا ہوں تو غمگین کیوں ہو جاتا ہوں۔ جنابِ آدمؑ کے سوال کے جواب میں خداوند عالم نے جناب آدمؑ سے ان مصائب کا تذکرہ کیا جو کربلا میں پیش آنے والے تھے۔ اور ان مصائب کے ذیل میں پیاس کا تذکرہ حسب ذیل الفاظ میں فرمایا:۔

"قال یقتل عطشانا ــــــ لو تراہ یا آدم وھو یقول واعطشاہ ــــــ حتی یحول عطش بینہ وبین السماء کالدخان"

ترجمہ ۔ خدا نے جناب آدمؑ سے کہا وہ (یعنی حسینؑ) پیاسے قتل ہوں گے ــــــ اے آدمؑ کاش تم حسینؑ کو اس وقت دیکھتے جب وہ ہائے پیاس کے نعرے بلند کر رہے ہوں گے

——— پیاس اتنی شدید ہو گی کہ اس کے اثر سے حسینؑ زمین سے آسمان تک ایک دھواں بھرا ہوا دیکھتے ہوں گے۔

حوالہ۔ (۱) ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۱۱۴ (۲) خصائص حسینیہ ص ۱۰۶

(۳) مقتل عوالم ص ۱ (۴) منتخب طریحی مجلس سابع جزاول ص ۶۴

اس عبارت میں جناب آدمؑ کو پہلے امام مظلومؑ کے پیاسے شہید ہونے کی خبر دی۔ پھر دوبارہ اس وقت اور منظر کا ذکر کیا جب امام مظلومؑ پیاس سے متاثر ہو کر واعطشاہ کے نعرے بلند فرماتے ہوں گے۔ سب سے زیادہ توجہ کے قابل پیاس کی شدت کا ذکر ہے کہ پیاس کی شدت کی وجہ سے امامؑ کی نظر اتنی متاثر ہو گی کہ آپ کو زمین سے آسمان تک ایک دھواں بھرا ہوا دکھائی دیتا ہو گا۔ اتنی شدید پیاس جس سے نظر اتنی متاثر ہو جائے صرف چند گھنٹوں کی پیاس نہیں ہو سکتی۔ بلکہ پیاس کی یہ شدت بتاتی ہے کہ امامؑ کئی دن کے پیاسے ہوں گے۔ شدتِ عطش خود بھی سہ روزہ عطش کی طرف راہ نمائی کرتی ہے۔

(۲) جناب اسماعیلؑ سے ذکر

فرات کے کنارے جناب اسماعیل علیہ السلام گوسفند چرایا کرتے تھے جو فرات سے پانی پیا کرتے تھے مگر فرات کے ایک

مخصوص گھاٹ پر کبھی پانی نہیں پیتے تھے۔ جناب اسماعیل نے خداوند عالم سے اس کی وجہ پوچھی۔ جبرئیل نے نازل ہو کر کہا کہ آپ خود گوسفندوں سے پانی نہ پینے کی وجہ پوچھیں۔ گوسفندوں نے بحکم خدا گویا ہو کر وجہ بیان کی۔

قد بلغنا ان ولدك الحسینؑ سبط محمدؐ یقتل ھنا عطشانا۔ فنحن لا نشرب من ھذہ المشرعۃ حزنا علیہ۔

ترجمہ۔ جناب اسماعیلؑ سے گوسفندوں نے کہا۔ ہم کو اطلاع دی گئی ہے کہ محمدؐ کے نواسے حسینؑ جو آپ کی اولاد میں ہوں گے اس جگہ پیاسے شہید ہوں گے۔ لہذا ہم ان کے غم میں شرکت کرنے کے خیال سے اس گھاٹ پر پانی نہیں پیتے ہیں۔

حوالے۔ (۱) ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۱۱۳ (۲) خصائص حسینیہ ص ۱۰۹

(۳) مقتل عوالم ص ۳۰ (۴) منتخب طریحی جز اول مجلس سوم ص ۲۶

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خداوند عالم نے جانوروں تک کو قبل واقعۂ کربلا امام مظلومؑ کے پیاسے رہنے کی اطلاع دی تھی۔ اور جانور تک غم حسین میں شرکت کرنا اپنا فرض جانتے تھے۔ اب ان انسانوں کو کون سا جانور قرار دیا جائے جو مسلمان ہونے کے باوجود غم حسینؑ کی مخالفت کرتے ہیں۔

(۳) جناب موسیٰؑ سے تذکرہ

جنابِ موسیٰ علیہ السلام سے خداوند عالم نے جب واقعۂ کربلا کو بیان فرمایا تو پیاس کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"یا موسیٰ صغیر ھم یمیتہ العطش وکبیرھم جلدہ منکمش"

ترجمہ۔ اے موسیٰ حسینؑ اور ان کے ساتھی اتنے شدید پیاسے ہوں گے کہ کمسنوں کو پیاس موت تک پہنچا دے گی اور سن والوں کی کھال پیاس کی شدت کے باعث چمٹ جائے گی۔"

حوالے۔ (۱) خصائص حسینیہ ص۱۰۱ (۲) ناسخ التواریخ جلد ۶، ص۹۴

ایسی شدید پیاس کہ بچوں کی جان کے لالے پڑ جائیں اور سن والوں کی کھال متاثر ہو جائے چند گھنٹے یا ایک دن کی پیاس نہیں ہو سکتی بلکہ مذکورۂ بالا صورتِ حال کئی دن کی پیاس کے بعد ہی پیدا ہو سکتی ہے۔

(۴) حضور رسولِ اکرمؐ سے ذکر

واقعۂ کربلا اور کربلا والوں کی پیاس کا ذکر خداوند عالم نے جناب حضور سرورِ کائنات سے بار بار فرمایا ہے۔ کمال الدین ابن طلحہ شافعی نے اپنی کتاب مطالب السئول فی مناقب آلِ رسولؐ میں تحریر کیا ہے کہ رسولِ اکرمؐ حضرت امام حسینؑ کا منہ چوم رہے تھے

کہ اسی وقت جبرئیل خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے اور پیغمبرؐ کی خدمت میں عرض کیا۔

"جبرئیل فرود آمد کہ اے سید تو طاقت گریستن نداری وقتیکہ حلق تشنہ اورا بہ خنجر آبدار بریدہ باشند"

ترجمہ۔ جبرئیل نے حاضر ہو کر گذارش کی کہ حضور جب حسینؑ پیاسے قتل ہوں گے تو آپ اس منظر کو کیسے دیکھیں گے اور کیونکر اس مصیبت پر آپ صبر کریں گے۔

حوالہ۔ روضۃ الشہداء ص ۲۳۴

حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر جبرئیل نے امام حسن و امام حسین علیہم السلام کی شہادت کی اطلاع دی اس موقع پر بھی پیاس کا ذکر آیا ہے۔

"یا محمد ربک یقرئک السلام ویقول ان هذا ولدك الحسنؑ یموت مسموما مظلوما وهذا ولدك الحسینؑ یموت عطشانا من بوحا"

ترجمہ۔ اے حبیب خدا۔ اللہ آپ کو سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کے بڑے فرزند حسنؑ زہر کے ذریعہ مظلوم شہید کئے جائیں گے اور چھوٹے فرزند حسینؑ پیاسے ذبح کئے جائیں گے۔

حوالہ - منتخب طریحی جزاول مجلس تاسع ص۱۰

ایک خدا پر ایمان رکھنے والے کے لئے اتنا ہی ثبوت پیاس پر یقین رکھنے کے لئے کافی ہے کیونکہ خدا نے قرآن مجید میں اس کا ذکر کیا - اور اس کے علاوہ جنابِ آدم، جنابِ اسماعیل، جنابِ موسیٰ، جناب زکریا اور حضور رسولِ اکرم علیہم السلام سے پیاس کا ذکر کیا. مگر مزید اطمینان کے لئے اگلے صفحات میں بہت سے دوسرے مذہبی اور تاریخی ثبوت پیش کئے جا رہے ہیں -

باسمہ سبحانہ

پیاس کی کہانی

معصومین علیہم السّلام کی زبانی

پہلا حصّہ

کچھ تذکرے واقعۂ کربلا
معصومین علیہم السلام نے پیاس کا ذکر کیا ہے۔
کچھ واقعۂ کربلا کے
کے پہلے کے ہیں۔ کچھ واقعۂ کربلا کے وقت کے ہیں۔
بعد کے ہیں۔ میری کوشش تھی کہ ہر ایک معصومؑ کے ان ارشادات کو
جمع کردیتا جن میں پیاس کا ذکر ہے لیکن وقت کی کمی اور کتاب کے
دوسرے عنوانوں کی طرف زیادہ توجہ دینے کے باعث اس عنوان پر
زیادہ وقت نہ دے سکا۔ جتنے معصومین علیہم السلام کے ارشادات
مل گئے ہیں ان کو پیش کررہا ہوں۔ انشاءاللہ اگلے ایڈیشن تک اس
عنوان کو مکمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ اس عنوان کو حضور رسول اکرمؐ
کے ان ارشادات سے شروع کرتا ہوں جن میں آپ نے کربلا والوں
کی پیاس بیان فرمائی ہے۔

بیان رسول اکرمؐ

سے بہت پہلے اکثر واقعۂ کربلا
حضورؐ اپنی زندگی میں واقعۂ کربلا
اور پیاس کا ذکر فرماکر روتے تھے۔ جس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ حضور
جب امام حسین علیہ السلام کو اپنے باپ، بھائی، ماں کے ساتھ

بیٹھے دیکھتے تھے تو حضور بھی سب کے ساتھ بیٹھ جاتے تھے۔ اور جب کبھی اہلبیت علیہم السلام کو کوئی لذیذ غذا کھلاتے تھے تو خوش ہوتے تھے۔ لیکن یہی خوشی کا موقع مجلس غم میں تبدیل ہو جاتا تھا۔

"ثم یاخذ البکاء لانہ یتذکر او یذکرہ جبرئیل ببقائہ واطفالہ عطاشا قد اسودت الدنیا باعینھم ثم تفرقھم بعد ذلک قتلی واساری"۔

ترجمہ۔ خوشی کے ایسے موقع پر کبھی حضورؐ خود یاد کر لیتے تھے اور کبھی جبرئیل آکر ذکر چھیڑ دیتے تھے کہ ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے جب حسینؑ کی زندگی میں ان کے ساتھ کے بچے اتنے شدید پیاسے ہوں گے کہ دنیا ان کی نظروں میں سیاہ ہو گئی ہوگی پھر تکلیف کا خاتمہ اس پیاس پر نہ ہوگا بلکہ یہ پیاسا مجمع اس طرح متفرق اور منتشر ہوگا کہ ان میں سے کچھ قتل ہو جائیں گے اور باقی قیدی بنالئے جائیں گے۔

حوالہ۔ خصائص حسینیہ ص۱۰۶

(نوٹ۔ مذکورہ بالا عبارت دراصل ص۱۱۶ پر ہے جو غلطی سے ص۱۰۶ چھپا ہوا ہے کیونکہ ۱۰ صفحوں کے نمبر مکرر ہو گئے ہیں)

اس عام تذکرہ کے علاوہ حسب ذیل مواقع پر حضورؐ نے پیاس کا خصوصی تذکرہ فرمایا ہے :

(۱) جب امام حسین علیہ السلام مدینہ سے سفر کرنے سے قبل اپنے نانا کی قبر سے رخصت ہونے گئے ہیں اور نماز و دعا کے بعد قبرِ مبارک پر سر رکھ کر سو گئے ہیں تو آپ نے اپنے نانا کو خواب میں دیکھا اور خواب میں حضورؐ نے امامؑ سے فرمایا۔

"قال یا حبیبی یا حسینؑ کانی اراك عن قریب مرملا بدمائك مذبوحا بارض کرب و بلا من عصابة من امتی وانت مع ذلك عطشان لا تسقیٰ وظمآن لا تروی"۔

ترجمہ۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اے میرے حبیب حسینؑ۔ میں گویا کہ دیکھ رہا ہوں تم زمین کربلا پر ذبح کئے ہوئے اپنے خون میں لت پت پڑے ہو۔ میں جانتا ہوں تم کو یہ مصائب میری امت کے ایک گروہ کے ہاتھوں پہنچیں گے۔ میری نظروں میں یہ سماں بھی ہے کہ تم اس گروہ کے درمیان پیاسے بھی ہوں گے او میسراب کرنا درکنار کوئی تم کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہ دے گا۔

حوالہ۔ (۱) ناسخ التواریخ ج ۶ ص۱۶ (۲) روضۃ الشہداء ص۱۹۲

(۳) خصائص حسینیہ ص۱۳۱ (۴) اعثم کوفی ص۳۵۱ (۵) شہید اعظم ج دوم ص۱

تمام سُنّی و شیعہ حدیث کی کتابوں میں حضورؐ کا یہ ارشاد درج ہے کہ جو شخص مجھے خواب میں دیکھے اسے خواب نہ سمجھے بلکہ وہ میری ملاقات ہوتی ہے۔ کیونکہ میری شکل میں شیطان نہیں آسکتا۔

(۲) صاحب روضۃ الشہدار نے خصوصیت کے ساتھ دوسرے علماء و مورخین کے برخلاف اس خواب کا دوبار ذکر کیا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ مدینہ سے چلتے وقت امام مظلومؑ اپنے نانا کی قبر سے رخصت ہونے کے لئے کئی بار گئے اور دو راتوں میں دو مرتبہ حضورؐ کو خواب میں دیکھا۔ پہلے خواب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے امامؑ سے فرمایا۔

"و کہ نزدیک است کہ بمن برسی و می بینم کہ تشنہ و گرسنہ برخاک کربلا افتادہ"

ترجمہ۔ جلد ہی تم مجھ تک پہنچ جاؤ گے۔ میں گویا کہ دیکھ رہا ہوں کہ تم زمینِ کربلا پر بھوکے اور پیاسے پڑے ہو۔

حوالہ۔ روضۃ الشہدار ص۱۹۲

(۳) امام مظلومؑ کو صبح عاشورا تھوڑی دیر کے لئے نیند آگئی۔ اور اس نیند میں آپ نے خواب میں حضورؐ کو دیکھا۔ حضورؐ نے

امامؑ سے جو کچھ کہا اس میں کا ایک فقرہ یہ تھا۔

" فلیکن افطارک عندی اللیۃ "

ترجمہ۔ اے حسینؑ تم آج کی رات میرے پاس پہنچنے کے بعد فاقہ شکنی کروگے۔

حوالہ۔ (۱) ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۲۴۳ (۲) ترجمہ بحارالانوار ص ۹۲۔ (۳) شہیدِ اعظم ج ۲ ص ۱۳۵ بحوالہ روضۃ الصفا (۴) روضۃ الشہداء ص ۱۰۳ (۵) بنارالاسلام ص ۵۳

(۴) بعد شہادت امام مظلومؑ حضورِ اکرمؐ نے کربلا میں امامؑ کی لاش کے سرہانے مرثیہ پڑھا:

" یا ولدی قتلوک اتراھم ماعرفوک
ومن شرب الماء منعوک "

ترجمہ۔ اے میرے فرزند، ظالموں نے تجھے قتل کرڈالا۔ کیا انھوں نے تم کو نہیں پہچانا تھا۔ نہیں بلکہ پہچان کر تم کو قتل کرڈالا اور تم کو پانی پینے سے بھی روکے رکھا۔

حوالہ۔ ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۳۱۱ (۲) مقتل ابی مخنف ص ۱۹۰۔

(۵) یزید کی بیوی ہندنے خواب دیکھا کہ ملائکہ صف در صف اُتر رہے ہیں اور سرِ امام حسین علیہ السلام پر سلام کر رہے ہیں۔ اس کے بعد

چند مرد اُترے۔ ان میں جو بزرگ نمایاں تھے ان کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ ان بزرگ نے اپنے کو سرِ امام پر گرا دیا اور امامؑ کے لبوں کا بوسہ لے کر فرمایا:

"یا ولدی ومن شرب الماء منعوك

یا ولدی انا جدك رسول الله وهذا ابوك علی المرتضیٰ

وهذا اخوك الحسن ...."

ترجمہ۔ میرے فرزند تجھے ظالموں نے پانی نہ پینے دیا۔ اے لال میں تمہارا نانا رسول اللہؐ ہوں۔ یہ تمہارے باپ علی مرتضیٰؑ ہیں۔ یہ تمہارے بھائی حسنؑ ہیں۔ ....

حوالہ۔ ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۳۶۹۔

حضورؐ کے مندرجہ پانچ ارشادات میں پیاس کا بڑا جامع تذکرہ ہے۔ واقعۂ کربلا سے پہلے بھی، واقعہ کے دن بھی، واقعۂ کربلا کے بعد بھی۔ تینوں تذکرے پائے جاتے ہیں۔

بیان جناب امیرؑ

جناب امیر علیہ السلام کے حالات میں دو بار واقعہ کربلا کا تذکرہ آپ کی زبانی ملتا ہے۔ ایک جب سفرِ صفین میں زمینِ کربلا سے

گذرے ہیں اور دوسری بار جب امام حسین علیہ السلام نے صفین میں پانی کے گھاٹ پر قبضہ کیا ہے۔ معاویہ نے اپنے دشمن لشکر کے لئے پانی بند کر دیا تھا۔ مگر مولیٰؑ نے دشمن کو بھی پانی لینے دیا۔

جناب امیرؑ کے ارشادات میں پیاس کا ذکر صفین میں پانی پر قبضہ کرنے کے موقع پر ملتا ہے۔

جب امام حسین علیہ السلام پانی پر قبضہ کرکے اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جناب امیر علیہ السلام رونے لگے اور رونے کی وجہ بیان فرمائی۔

"فقال ذکرت انہ سیقتل عطشانا بطف کربلا۔"

ترجمہ۔ فرمایا کہ میں یہ یاد کرکے رویا کہ یہی حسینؑ کربلا میں پیاسا قتل ہوگا۔

حوالہ۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص۱۳۵ و ص۱۳۰ (۲) مقتل عوالم ص۱۷ (۳) مقتل ابی مخنف ص۹ (۴) شہید اعظم جلد دوم ص۲۱۳۔

بیان معصومۂ کونین

جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا نے امام مظلومؑ کی پیاس کا

ذکر فرمایا ہے :-

(۱) جمال ملعون راوی ہے (اسی ظالم نے بعدِ شہادت امامؑ کی کمر کا بند حاصل کرنے کے لئے امامؑ کے ہاتھ کاٹے تھے) کہ میرے اس ظلم کے بعد پہلے ایک عظیم شورِ گریہ محسوس ہوا میں نے اسی رونے کے شور میں سُنا کہ کوئی کہہ رہا ہے :

" وا ابتاہ وا مقتولاہ وا ذبیحاہ واحسیناہ واغریباہ - یا بنی قتلوك و ما عرفوك و من شرب الماء منعوك "

ترجمہ - ہائے بابا - ہائے میرا مقتول - ہائے میرا ذبیح - ہائے حسینؑ - ہائے غربت - اے میرے لال تجھ کو ان ظالموں نے قتل کر ڈالا - اور تیرے حق کو نہ پہچانا - قتل کے علاوہ تجھے پیاسا بھی رکھا -

جمّال ملعون کہتا ہے کہ میں چھپ گیا تھا - مگر میں نے دیکھا کہ حسینؑ کی لاش پر تینؑ مرد (حضور، مولیٰ، امام حسن علیہم السلام اور ایک عورت (جناب فاطمہؑ) تشریف لائے -

حوالہ - منتخب طریحی جز اول ص ۲ بس ۵ مس ۲ -

(۲) لوگوں نے خواب میں معصومہؑ کو دیکھا کہ اپنے فرزند کی زیارت کو

تشریف لاتی ہیں اور زیارت کرنے والوں کے لئے فرماتی ہیں کہ حسینؑ کی زیارت اصل میں زخمی اور پیاسے حسینؑ کی عیادت ہے۔

بیان سیّد الشہداء

پیاس کا ذکر سب سے زیادہ امام حسین علیہ السلام کی زبانی ملتا ہے۔ اور حالات کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ سب سے زیادہ ذکر آپ کی زبان پر آئے۔ امام کے ارشادات کو حسب ذیل ترتیب کے ساتھ درج کیا جاتا ہے:-

قبل روز عاشورا

(۱) امام نے ساتویں محرم کو جب ہزاروں کی فوج فرات پر پہرہ دے رہی تھی اور امام پر پانی بالکل بند کر دیا تھا اُس وقت آپ نے دشمن کی فوج کے سامنے پیاس کا تذکرہ فرمایا ہے۔

"ابو اسحاق اسفرائنی کے موافق - وہ جو ابن سعد کی مدد کو آئے تھے دریائے فرات اور امام حسینؑ رضی اللہ عنہ کی فرودگاہ کے درمیان جا اُترے ۔عمر سعد نے حجر ابن حر کو بلا کر ایک جھنڈا دیا۔ اور دو ہزار سوار ساتھ سوار کئے اور حکم دیا کہ فلاں راستکی

خاطر کرو حسینؓ اور اس کے ساتھیوں کو فرات کا پانی پینے سے روکتے رہو۔ اور ابن ربعی کو ایک جھنڈا اور چار ہزار سوار دے کو دوسرے راستہ پر تعینات کیا۔ اور حکم دیا تم ادھر سے حسینؓ اور اس کے ساتھیوں کو پانی پینے سے روکنا۔ یہ دونوں فوجیں اپنے اپنے مقام پر آئیں اور امام حسینؑ کو پانی پینے سے روکنے لگیں۔ جب امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ حال دیکھا تو ان لوگوں کے قریب گئے ——— پھر کیونکر میرا خون بہانا حلال سمجھتے ہو اور کس لئے مجھے پانی سے روکتے ہو ——— ان لوگوں نے کہا ہم یہ سب جانتے ہیں مگر تم کو پیاس کے ساتھ مارے بغیر نہ چھوڑیں گے ——— پھر واپس آئے اور اپنے عیال کے خیمے میں چلے گئے اس وقت ان کو سخت پیاس لگی ہوئی تھی ——— پھر آپ ان کے پاس بیٹھے رہے یہاں تک کہ رات آگئی۔

حوالے۔ شہید اعظم ج ۲ ص ۱۲۲ (۲) نور العین فی مشہد الحسین تالیف ابو اسحاق اسفرائنی ص ۳۱،۳۰

ص ۲۳ شب عاشور جناب قاسم نے سوال کیا کہ علی اصغر تو ابھی شیر خوار ہیں۔ جنگ کے قابل نہیں۔ وہ کیونکر شہید ہوں گے کیا دشمن خیموں تک پہنچ جائیں گے تو امامؑ نے فرمایا۔

" فداك عمك يقتل عبد الله اذا جفت
روحه "

ترجمہ - چچا تم پر فدا - علی اصغر اس وقت قتل ہوں گے جب پیاس نے ان کی روح تک کو خشک کر دیا ہوگا -

حوالہ - ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۳۵ ذکر وقائع شب دہم محرم -

عاشورا کے دن

(۱) امام نے شیعوں کے نام پیغام بھیجا کہ جب خوشگوار پانی پیو میری پیاس یاد کرو -

" روضۃ الاحباب میں ہے کہ اس کے بعد امام حسینؑ نے حضرت زین العابدینؑ کو لپٹا کر پیار کیا اور کہا اے فرزند جب مدینہ جانا تو میرے دوستوں کو سلام پہنچانا اور کہنا جب تم رنج و غربت میں مبتلا ہو تو میرے مصائب غربت کو یاد کرو اور جب خوشگوار پانی پیو تو میری پیاس کو نہ بھولو "

حوالے - (۱) خصائص حسینیہ صفحہ ۱۰۳ مطبوعہ بمبئی (۲) تاریخ احمدی صفحہ ۳۰
(۳) روضۃ الشہداء صفحہ ۳۳۱ -

(۲) امام حسین علیہ السلام نے عاشورا کے دن سات مرتبہ استغاثہ فرمایا - جن میں سے چار استغاثوں میں پانی طلب کیا یہاں ان کا

چار استغاثوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

"فاستغاث اولا لسقی جمیع اھله واصحابه و استغاث ثانیا لسقی النساء والاطفال ـــــ واستغاث ثالثا لسقی الطفل الرضیع فقط فقال اما من احد یاتینا بشربة من الماء لھذا الطفل الرضیع ثم قنع بان یسقوھم فقال اسقوا ھذا الطفل الرضیع ـــــ واستغاث سابعا وھو فی اخر نفسه لقطرة ماء فجز راسه وھو فی ھذا الاستغاثه"

ترجمہ۔ امام نے سب سے پہلے اپنے تمام اہل وعیال اور ساتھیوں کے لئے پانی مانگا۔ پھر دوسری بار صرف عورتوں اور بچوں کے لئے پانی مانگا ـــــ پھر تیسری بار صرف شیر خوار بچے کے لئے پانی مانگا۔ اور فرمایا کیا کوئی شخص ایسا ہے جو ایک گھونٹ پانی مجھے اس شیر خوار بچے کے لئے دیدے اس کے بعد آپ نے پانی مانگنے کے بجائے فرمایا کہ تم لوگ خود اس شیر خوار بچے کو پانی پلا دو ـــــ ساتویں بار آپ نے ایک قطرہ پانی کا سوال کیا جب آپ شہید ہو رہے تھے۔ ظالموں نے آپ کا سر قلم کر دیا جبکہ امام سر قلم ہونے کے دوران بھی پانی مانگے جا رہے تھے۔

حوالے ۔ (۱) خصائص حسینیہ ص۱۸۱ (۲) روضۃ الشہداء ص۳۱۶

و ص۳۲۴ و ص۳۲۶

(۳) صبح عاشورا امام علیہ السلام نے یزیدی فوج کے سامنے جناب بریر کی تقریر کے بعد تقریر فرماتے ہوئے کہا ۔

"یا معشر الناس اما ترون الی ماء الفرات یلوح کانہ بطون الحیات یشرب بہ الیہود والنصاریٰ والکلاب والخنازیر وآل رسول اللہ یموتون عطشا"

ترجمہ ۔ لوگو! تم دیکھ رہے ہو کہ فرات کا پانی سانپ کے پیٹ کی طرح چمک رہا ہے ۔ اور یہودی، عیسائی حتیٰ کہ کتے اور سور اس سے پانی پی رہے ہیں تمہارا یہ کیسا انصاف ہے کہ سب پانی پی رہے ہیں مگر رسول اللہؐ کی اولاد اتنی پیاسی ہے کہ ہلاک ہوجانے کے قریب ہے ۔

حوالے ۔ (۱) ناسخ التواریخ ص۲۵۳ ج۶ (۲) مقتل ابی مخنف ص۶۰

(۳) مواعظ حسنہ ص۲۸۳ (۴) روضۃ الشہداء ص۲۶۳ ۔

(۴) سب انصار و اعزا کی شہادت کے بعد امامؑ نے جب عزم جہاد فرمایا تو پسر سعد کے سامنے تین باتیں پیش کیں (۱) مدینہ واپس جانے دو (۲) پانی دے دو (۳) میں اکیلا ہوں

مجھ سے ایک ایک آدمی لڑے۔

پسر سعد نے صرف تیسری بات مانی مگر تھوڑی دیر کے بعد اس بات پر بھی باقی نہ رہا بلکہ پوری فوج لڑنے لگی۔

امامؑ کے پانی مانگنے کا تذکرہ ناسخ التواریخ میں درج ہے۔

"مارا آب دہید کہ جگر ہائے ما از شدت عطش تافتہ است"

ترجمہ۔ مجھے پانی دے دو کیونکہ پیاس کی شدت سے ہمارے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے جاتے ہیں۔

حوالے:۔ (۱) ناسخ التواریخ ج ۶ ص۲۹۷ (۲) روضۃ الاحباب بحوالہ تاریخ احمدی ص۲۷۴ (۳) شہید اعظم ج ۲ ص۱۵۰، ص۲۰۰ (۴) مواعظ حسنہ علامہ ہروی ص۱۵۳ (۵) روضۃ الشہدا ص۲۷۰ طبع ۱۳۳۱

(۵) امامؑ نے جب دوران جہاد فرات پر قبضہ کیا تو گھوڑے سے فرمایا:۔

"قال علیہ السلام انت عطشان وانا عطشان واللہ لا ذقت الماء حتی تشرب"

ترجمہ۔ امام علیہ السلام نے گھوڑے سے فرمایا۔ تو بھی پیاسا ہے میں بھی پیاسا ہوں۔ خدا کی قسم جب تک تو نہ پی لے گا میں پانی چکھوں گا بھی نہیں۔

حوالے۔ (۱) مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۵۷ (۲) ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۳۸۰ (۳) مقتل ابی مخنف ص ۸۳ (۴) ترجمہ بحار ص ۴۳۹ (۵) ابناء الاسلام ص ۴۲

۶) امامؑ نے دوران جہاد اپنے کو تنہا پاکر ایک استغاثہ فرمایا۔ اس میں بھی پیاس کا ذکر فرمایا۔

واغربتاہ۔ واعطشاہ — ہائے بے وطنی۔ ہائے پیاس

مقتل ابی مخنف ص ۸۹

۷) امامؑ زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے کچھ دیر غش کے عالم میں رہے پھر بیدار ہو کر آپ نے چاہا کہ جہاد فرمائیں۔ مگر قوت نے ساتھ نہ دیا۔ آپ نے اس وقت اپنی بے کسی خود بیان فرمائی۔ جس میں پیاس کا دوبار ذکر بھی فرمایا۔

واغربتاہ واعطشاہ — اذبح عطشانا وابی علیؑ المرتضیٰ

ترجمہ۔ ہائے بے وطنی۔ ہائے پیاس —— میں پیاسا ذبح ہو رہا ہوں حالانکہ میرے باپ علیؑ مرتضیٰ (ساقی کوثر) ہیں۔

حوالے۔ مقتل ابی مخنف ص ۸۹ (۲) ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۳۰۳۔

۸) شمر ملعون جب امامؑ کے قتل کے ارادے سے قریب آیا تو آپ نے اس سے پانی مانگا۔ جس پر اس ملعون نے جواب دیا۔

"ھیھات۔ ھیھات۔ واللہ ماتذوق الماء

او تذوق الموت غصة بعد غصة وجرعة بعد جرعة - فقال یا بن ابی تراب السح تزعم ان اباك علی الحوض یسقی من احب اصبر حتیٰ یسقی ابوك -

ترجمہ - ناممکن - ناممکن - خدا کی قسم تم کو پانی چکھنے کو بھی نہیں مل سکتا - البتہ موت گھونٹ گھونٹ کرکے پینا ہوگی اس طرح کہ ہر گھونٹ پر اُچھو ہو جائے - ملعون نے مزید کہا فرزند بو تراب تم کو تو یقین ہے کہ تمہارے باپ اپنے چاہنے والوں کو حوض کوثر پر سیراب کریں گے - لہذا تھوڑی دیر صبر کرو بعد قتل تمہارے باپ تم کو سیراب کر دیں گے -

حوالے - (۱) ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۳۰۵ (۲) مقتل ابی مخنف ص ۹۲ - (۳) ترجمہ بحار ص ۲۴۳ (۴) شہید اعظم ج ۲ ص ۲۰۹ - بناء الاسلام ص ۲۸

(۹) امام بوقت ذبح فرما رہے تھے :-

" اقتل عطشانا وجدی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ " (میں پیاسا ذبح ہو رہا ہوں حالانکہ میرے نانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ ہیں)

حوالہ - خصائص حسینیہ ص ۱۲۵

بعد روز عاشورا

بعد شہادت بھی امامؑ مظلوم نے بہ اعجاز پیاس کا ذکر فرمایا ہے:

(۱) واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب ظالم امامؑ مظلوم کا سر لے کر جا رہے تھے تو ایک جگہ ٹھہرے جس کا نام قنشرین تھا وہاں ایک راہب نے اپنے صومعہ سے دیکھا کہ سر امامؑ سے ایک نور نکل رہا ہے جو آسمان تک بلند ہوتا چلا گیا ہے۔ راہب یہ منظر دیکھ کر فوجِ یزیدؑ کے پاس آیا اور دس ہزار درہم دے کر سر اپنے صومعہ میں لے گیا۔ جب سر لے کر صومعہ میں داخل ہوا تو اُس نے ایک غیبی آواز سُنی۔ کوئی کہہ رہا تھا "تم اور ہر وہ شخص قابل مبارکباد ہے جو اس سر کا احترام کرے۔ راہب نے سر ہاتھوں پر بلند کر کے خدا سے دعا کی کہ اے خدا تجھے جناب عیسیٰؑ کا واسطہ کہ اس سر کو بولنے کا حکم دے۔

فتکلم الراس قال یا راہب ای شی ترید قال من انت قال انا ابن محمد المصطفیٰ ——— انا المظلوم انا العطشان فسکت۔

ترجمہ۔ چنانچہ سر نے بحکم خدا گفتگو کی اور راہب سے پوچھا کیا چاہتے ہو۔ راہب نے کہا میں جاننا چاہتا ہوں کہ

آپ کون ہیں۔ سر نے جواب دیا میں فرزند محمد مصطفےٰؐ ہوں۔ میں مظلوم اور پیاسا قتل کیا گیا ہوں۔

حوالہ۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص۳۰ مطبوعہ بمبئی

(۱۰) امام علیہ السلام کی زبانی تین دن کی پیاس کا اعلان۔ بحر العلوم جناب سید الحسن صاحب فرماتے ہیں:۔

"کیسے کیسے ذلیل و ناکسوں سے سوال آپ کیا جیسا کہ ان اشعار مشہورہ میں ہے:۔

ایا ساکنی شام ویا اهل کوفة

فهل هکذا اوصی النبی المکرم

اأشربتموا ماء الفرات خیولکم

واولاد طٰه للصلوٰة یتیمم

ثلاث لیال قد مضین علی لولاء

بایامها والماء علینا محرم"

ترجمہ اشعار:۔ اے شام و کوفہ کے رہنے والو۔۔۔ کیا نبی محترم نے اسی طرح وصیت کی جس طرح تمہارا برتاؤ ہے۔

تم اپنے گھوڑوں تک کو پانی پلا رہے ہو۔۔۔ اور اولاد رسول نایابی آب کی وجہ سے نماز کے لئے تیمم کرنے پر مجبور ہے۔

تین راتیں مع تین دنوں کے ۔۔ ہم پر اس طرح گذری ہیں
کہ ہم پر پانی بند ہے ۔

حوالہ ۔ نبار الاسلام ص۱۶ ۔

جناب سید الشہداء علیہ السلام کے دس ارشاد یہاں نقل کئے گئے جن کی خصوصیت سے چند باتیں قابل لحاظ ہیں :۔

(۱) امامؑ نے پیاس کی وجہ سے پانی مانگا ہے ۔ لہذا اگر پانی موجود ہوتا تو نہ طلب فرماتے ۔ نیز یہ بات بھی آپ کے کلام سے واضح ہوگئی کہ پیاس کی وجہ پانی کا نہ ہونا تھا نہ کہ کوئی دوسری وجہ بعض ذاکر بے ادبی اور جسارت کے مرتکب ہوتے ہوئے یہ کہتے سُنے گئے ہیں کہ کربلا میں پانی ہو یا نہ ہو اس سے امام حسینؑ کی امامت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ۔ مگر ان مُنہ زبانی ذاکروں کو معلوم نہیں کہ امام نے دشمن کی فوج سے خود مسلسل اور بار بار پانی مانگا ہے اور پیاس کی تکلیف کا اظہار کیا ہے ۔ امامؑ کو بہر حال معلوم تھا کہ یزیدی فوج پانی نہ دے گی مگر آپ پانی کا سوال کرتے رہے جس سے کم از کم آج یہ فائدہ حاصل ہوا کہ پانی اور پیاس کو جمع کرنے کا خیال امامؑ کے ارشاد کی روشنی میں مسترد و مردود ہوگیا ۔ پانی ہوتے ہوئے پانی مانگنا شان امامت کے خلاف ہے اور امامؑ کے بیان کے بعد بھی پانی کا وجود

ماننا تکذیب امامت ہے۔ اس طرح پانی ہونے نہ ہونے کا رابطہ عقیدہٗ امامت سے ہو جاتا ہے۔

(۲) شمر جیسے کمینے انسان نے امامؑ کے پانی مانگنے پر طعنہ دیا کہ تھوڑی دیر میں تمھارے باپ تمھارے عقیدے کے مطابق تم کو سیراب کردیں گے لیکن اس نے بھی یہ طعنہ نہ دیا کہ جب شب عاشور پی چکے یا صبح کو غسل کر چکے یا علی اصغر کے لئے ڈولچی میں پانی آچکا، یا تھوڑی دیر پہلے تک ایک برتن میں آپ کے لئے پانی لایا گیا تھا تو اب پیاس کی معاذاللہ جھوٹی شکایت کیوں کرتے ہیں بلکہ اس نے امامؑ کی پیاس کی تصدیق کی کہ پیاسے ہو اور پیاسے ہی قتل ہو گے لہٰذا شمر کی نظر میں بھی قحط آب سچی بات تھی۔ ان شیعوں کو سوچنا چاہیئے کہ وہ شمر سے بھی اس مسئلہ میں آگے بڑھ گئے کہ شب عاشور یا صبح عاشور یا بعد ظہر عاشور پانی کے وجود کو ثابت کرنے کے لئے غلط اور جھوٹی روایتیں کتابوں میں دکھاتے پھرتے ہیں۔ اور ان غلط روایتوں کو سناتے اور چھاپتے ہیں۔ اور نہیں سوچتے کہ وہ امامؑ کے قول کے جھٹلانے کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ جس کا ارتکاب شمر جیسے دشمن نے بھی نہیں کیا۔

بیان امام زین العابدین علیہ السلام

امام زین العابدین علیہ السلام کے ارشادات پیاس کے بارے میں بہ نسبت آپ کے بعد کے ائمہ علیہم السلام کے زیادہ ملتے ہیں جس کی وجہ واقعات کربلا سے آپ کی قربت ہے۔ آپ اپنے والد بزرگوار کی پیاس کو بلاناغہ اور روزانہ دن میں کئی بار یاد فرما کر رویا کرتے تھے۔ واقعۂ کربلا کے بعد آپ ۳۵ سال زندہ رہے اور ۳۵ سال تک پیاس کو یاد کر کے روزانہ کئی بار گریہ فرمانے کا سلسلہ جاری رہا۔ پیاس کے ثبوت میں آپ کے ارشادات درج کئے جاتے ہیں:۔

(۱) امام چہارمؑ نے یزید ملعون کے دربار میں جو تقریر فرمائی ہے اس میں پیاس کا ذکر فرمایا ہے۔

انا ابن العطشان حتیٰ قضیٰ (میں اس کا فرزند ہوں جسے پیاسا رکھا گیا اور پیاسا ہی ذبح کیا گیا)

حوالے۔ (۱) ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۳۶۶ (۲) مقتل ابی مخنف ص ۱۳۵ (۳) شہید اعظم ج ۲ ص ۲۵۶ (۴) نباء الاسلام ص ۲۶۔

(۲) امام چہارمؑ جب شام سے واپس مدینہ تشریف لائے اور جناب محمد حنفیہ سے ملاقات ہوئی تو جناب محمد حنفیہ سے امام زین العابدینؑ نے

واقعات کربلا بیان فرماتے ہوئے فرمایا۔

"قتلوہ عطشانا وکل الحیوان ریان"۔

ترجمہ۔ بابا کو ظالموں نے پیاسا شہید کیا حالانکہ جانور تک سیر وسیراب تھے۔

حوالے۔ (۱) ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۳۶۲ (۲) شہید اعظم ص ۲۹۳

(۴) جناب سید ابن طاؤس حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ واقعہ نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میرے جد امام زین العابدین علیہ السلام واقعہ کربلا کے بعد تا حیات اپنے مظلوم باپ پر روتے رہے۔ اور جب بھی آپ کے سامنے دسترخوان بچھایا جاتا تھا تو آپ روتے تھے۔ اور اتنا روتے تھے کہ آنسو کھانے اور پانی میں شامل ہو جاتے تھے ——— بوقت گریہ آپ فرماتے تھے:۔

قتل ابن رسول اللہ جائعا قتل ابن رسول اللہ عطشانا

(فرزند رسول خدا بھوکے قتل کیے گئے۔ فرزند رسول خدا پیاسے شہید کیے گئے)

حوالے۔ (۱) ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۳۷۶ (۲) مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۲۷

(۳) خصائص حسینیہ ص ۱۲۷ (۴) منتخب طریحی۔ مجلس اول۔ جزدوم ص ۲

بیان امام محمد باقر علیہ السلام

خصائص حسینیہ سے امام محمد باقر علیہ السلام کا درج ذیل ارشاد نقل کیا جاتا ہے :-

"قال ان الحسین صاحب کربلاء قتل مظلوما. مکروبا. عطشانا"

ترجمہ - امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا - شہیدِ کربلا حسینؑ مظلوم. مصیبت زدہ اور پیاسے قتل کئے گئے۔

حوالہ - خصائص حسینیہ ص ۱۵۲ -

بیان امام جعفر صادق علیہ السلام

بحار الانوار - ثواب الاعمال - کامل الزیارت میں آداب زیارت امام حسین علیہ السلام کے ذیل میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ ہدایت درج ہے کہ زائر کو روضہ میں حاضر ہونے کے وقت مغموم، محزون ہونا چاہئے - زائر کے بالوں کو پریشان اور غبار آلود ہونا چاہئے اور بھوکا پیاسا حاضر ہونا چاہئے - امام جعفر صادق علیہ السلام نے پھر اس ہدایت کی وجہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا -

"فان الحسینؑ قتل کئیباً۔ حزیناً۔ مکروباً۔
شعثاً۔ مغبراً۔ جائعاً۔ عطشاناً"

ترجمہ۔ کیونکہ امام حسین علیہ السلام اس حالت میں شہید کیے گئے جبکہ آپ رنجیدہ۔ مغموم و مصیبت زدہ تھے۔ آپ کے بال پریشان اور غبار آلود تھے اور آپ بھوکے اور پیاسے تھے۔

حوالہ۔ خصائص حسینیہ ص۱۶۵۔

بیان امام رضا علیہ السلام

حدیث تین چیزوں کو کہا جاتا ہے (۱) ارشاد معصومؑ (۲) فعل معصومؑ (۳) معصومؑ کے سامنے جو بات کہی جائے یا کی جائے اور معصومؑ اس پر اعتراض نہ کرے اسے بھی ارشاد معصومؑ اور فعل معصومؑ کے برابر مانا جاتا ہے۔

امام رضا علیہ السلام نے اپنے گھر میں مجلس عزائے امام حسین علیہ السلام منعقد فرمائی اور دعبل خزاعی کو مرثیہ پڑھنے کا حکم دیا۔ دعبل نے امام رضا علیہ السلام کے سامنے جو مرثیہ پڑھا اس میں پیاس کا ذکر کیا۔

"قد مات عطشانا بشط الفرات"

ترجمہ ۔ امام مظلوم فرات کے کنارے پیاسے شہید ہوئے ۔

حوالہ ۔ خصائص حسینیہ ص ۱۳۰ ۔

بیان حضرت حجۃ علیہ السلام

اسحاق احمر اور سعد ابن عبداللہ سے کھیعص کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے بارھویں امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

"کاف سے مراد کربلا ۔ ہ سے مراد ہلاکت عترت ۔ ی سے مراد یزید قاتل امام حسینؑ ۔ ع سے مراد امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کی پیاس ہے اور ص سے مراد صبر ہے"۔

حوالے ۔ (۱) مناقب ج ۴ ص ۸۴ (۲) ترجمہ بحار الانوار ص ۲۲۳، ۲۲۴
(۳) بحار الانوار ج ۱۰ ص ۱۵۶ و دیگر کتب جن کے حوالے دیئے جا چکے ہیں۔

بیان معصومینؑ

کا

دوسرا حصّہ

(۱) آداب زیارت اور زیارات میں پیاس کا تذکرہ

(۲) پیاس کا خصوصی تحفظ

(۳) پیاس کی تکلیف میں شرکت کی دعوت

(۴) پیاس سے متعلق معجزے

آداب زیارت حسین علیہ السلام میں پیاس کا تذکرہ

امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے سلسلہ میں جو آداب ائمۂ
صومین علیہم السلام نے تعلیم فرمائے ہیں ان میں دو جگہ پیاس کا
ملتا ہے۔ (۱) جب زائر روضہ میں حاضر ہو (۲) جب ضریح اقدس
ے رخصت ہو۔

پہلا موقع

علامہ مجلسی نے ابن قولویہ کی کتاب کامل الزیارات سے دو سندوں
ذریعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی اس حدیث کو نقل فرمایا
ے جس میں آپ نے زائر کو ہدایت فرمائی ہے کہ روضۂ اقدس میں
ں حال میں حاضر ہو جس حال میں امام مظلوم علیہ السلام شہید
ئے تھے۔

"اذا اردت انت قبر الحسین صلوات اللہ
علیہ فزرہ وانت کئیب۔ حزین۔ شعث۔ غبر
فان الحسینؑ قتل وھو کئیب حزین شعث
مغبر جائع عطشان صلی اللہ علیہ"

ترجمہ۔ جب تم قبر حسین صلوات اللہ علیہ پر حاضری کا ارادہ کرو تو تم کو غمگین، محزون، بال پریشان اور غبار آلود حاضر ہونا چاہیئے کیونکہ حسین صلی اللہ علیہ جب قتل ہوئے تو آپ رنجیدہ، مغموم؛ بال پریشان اور غبار آلودہ تھے نیز بھوکے اور پیاسے تھے۔

حوالے۔ (۱) بحار الانوار ج ۲۲ ص ۱۴۸ کتاب المزار۔ ذکر آداب زیارت (۲) مفاتیح الجنان عباس قمی ص ۴۱۲

(۳) نبارا الاسلام ص ۶۹

دوسرا موقع

جب زائر امام حسین علیہ السلام کی زیارت سے فارغ ہو کر روضۂ مقدسہ سے باہر جانا چاہے تو اس کو ضریح اقدس سے لپٹ کر بوسہ دے کر کہنا چاہیئے۔

السلام علیک یا مولای ــــــــــــــ

السلام علیک یا قتیل الظماء

(میرے مولا آپ پر میرا سلام ــــــــــــــ

آپ پر میرا سلام اے پیاسے قتل ہونے والے)

حوالہ۔ مفاتیح الجنان ص ۴۲۱

زیارات میں پیاس کا ذکر

پیاس کا ذکر اس قدر متواتر ہے کہ واقعۂ کربلا سے متعلق ہر مسئلہ کے ذیل میں پیاس کا ذکر مل جاتا ہے۔ چنانچہ زیارتوں میں بھی پیاس کا ذکر ملتا ہے۔ پیاس کا ذکر امام حسین علیہ السلام اور جناب عباسؑ دونوں کی زیارتوں میں ملتا ہے۔

زیارت امام حسین علیہ السلام میں پیاس کا ذکر

(۱) یا اباعبد اللہ الحسین السلام علیک یا قتیل الظماء —— وقتلوہ عطشانا —— والذبیح العطشان۔

ترجمہ۔ اے ابو عبداللہ الحسین آپ پر میرا سلام اے پیاس کے ہاتھوں قتل ہونے والے —— آپ پر میرا سلام جسے ظالموں نے پیاسا قتل کیا —— میرا سلام لیجئے اے پیاسے ذبح ہونے والے۔

حوالہ۔ مفتاح الجنان ص۳۵۱ بذیل زیارت مفجعہ

(۲) زیارت ناحیہ میں بھی پیاس کا ذکر ہے:

واھم اللعین جنودہ فمنعوک الماء وورودہ۔

ترجمہ۔ ملعون نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ آپ پر پانی بند کر دیں ہو نگھاٹ کا راستہ روک دیں۔

حوالے۔ (۱) مفتاح الجنان ص۴۳۶ (۲) تبصرۃ الزائر و کشف السرائر تالیف محمد بدیع مشہدی (۳) بحار الانوار ج ۲۲ ص۱۹۹

(۳) بحار الانوار۔ کتاب المزار جلد ۲۲ میں مختلف زیارتوں میں ایسے فقرے درج ہیں جن میں پیاس کا ذکر ہے۔ ان فقروں کو ثبوت عطش کے لئے درج کیا جاتا ہے:

(الف) "لعن اللہ من منعک ماء الفرات"

خدا کی لعنت ان لوگوں پر ہو جنھوں نے آپ پر فرات کا پانی بند کر رکھا تھا۔

بحار الانوار ج ۲۲ ص۱۵۳ سطر ۳۴، ۳۵

(ب) جناب شیخ مفید کے حوالہ سے جناب ابو حمزہ کے ذریعہ نقل ہونے والی زیارت میں درج ہے:

"لعن اللہ من منعک شرب ماء الفرات"

خدا ان پر لعنت کرے جنھوں نے آپ کو فرات کے پانی سے محروم رکھا۔

بحار الانوار ج ۲۲ ص۱۶۳

(ج) کامل الزیارۃ کے حوالے سے علامہ مجلسی نے نقل کیا ہے۔

"والسلام علیك یا قتیل الظماء"

ترجمہ: اس پر سلام جسے زندگی میں پیاس نے مار ڈالا تھا۔

حوالہ۔ بحار الانوار ج ۲۳ ص ۱۶۹

(د) جناب سید مرتضیٰ کے حوالے سے نقل ہے۔

"وانت مجدل علی الرمضاء ظمئان لا یستطیع لحطابا۔"

ترجمہ۔ آپ پیاسے اور زخمی جلتی زمین پر پڑے ہوئے تھے اور کمزوری کے باعث بات نہیں کرسکتے تھے۔

حوالہ۔ بحار الانوار ج ۲۲ ص ۱۷۰

(ہ) بحار الانوار ج ۲۲ ص ۱۷۱ پر دوسری جگہ درج ہے:

"فلعنۃ اللہ علی من جار علیك وظلمك ومنعك الماء"

ترجمہ۔ خدا کی لعنت ان پر ہو جنھوں نے آپ پر جور و ستم کیا اور پانی سے روک دیا۔

(و) بحار الانوار جلد ۲۲ ص ۱۷۲ پر درج ہے:

"ومنعوك الماء ووروده"

ترجمہ - اور آپ پر پانی بند کیا اور گھاٹ کا راستہ روکا۔

زیارت جناب عباسؑ میں پیاس کا ذکر

امام جعفر صادق علیہ السلام نے جناب عباسؑ کی جو زیارت تعلیم فرمائی ہے اس میں درج ہے :

"لعن اللہ من حال بینك وبین ماء الفرات"

ترجمہ - خدا ان لوگوں پر لعنت کرے جنھوں نے فرات تک پہنچنے میں آپ کا راستہ روکا۔

حوالے - (۱) بحار الانوار ج ۲۲ ص ۱۸۵ (۲) مفاتیح الجنان ص ۴۳۴ (۳) مفتاح الجنان ص ۴۲۶

پیاس کا خصوصی تحفظ

واقعۂ کربلا میں بھوک، پیاس، دھوپ، موسم کی سختی، زخم، قتل، لوٹ، آتش زنی، اسیری، ایذا رسانی وغیرہ تمام مصیبتوں میں سب سے زیادہ اہمیت پیاس کی مصیبت کو حاصل ہے۔ جس کا اندازہ دوسری باتوں کے علاوہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ معصومین علیہم السلام نے خصوصیت کے ساتھ پیاس کے تذکرے کو زندہ اور محفوظ رکھنے کی تدابیر اختیار فرمائیں۔ مجلس اور عزاداری کے

ذریعہ تمام مصائب کا ذکر تازہ رہتا ہے۔ لیکن مجالس کبھی مسلسل اور کبھی وقتاً فوقتاً ہوتی ہیں۔ اس کے برخلاف ہر آدمی روزانہ دن میں کئی بار پانی پیتا ہے اور حکم معصومین علیہم السلام ہے کہ جب پانی پیو تو امام حسین علیہ السلام کی پیاس کو یاد کرو۔ آپ پر صلوات بھیجو۔ آپ کے قاتلوں پر لعنت بھیجو۔ اس تدبیر سے کربلا کی پیاس روزانہ دن میں کئی بار ہر حسینی کو یاد ہو جائے گی اور پیاس کے ذیل میں دوسرے مصائب بھی یاد آجائیں گے۔ حضرات معصومین علیہم السلام نے خود اس پر عمل بھی فرمایا اور ہم کو عمل کرنے کی ہدایت بھی فرمائی۔ اس عمل کو ایک عظیم عبادت قرار دیا گیا۔ جس کی عظمت کا اندازہ اس کے ثواب کی تفصیل سے ہو جائے گا۔ پیاس کو یاد رکھنے کی سب سے پہلی فرمائش خود امام حسین علیہ السلام نے فرمائی۔ آپ کا ارشاد نقل ہو چکا ہے کہ

"میرے شیعو! جب کبھی خوشگوار پانی پینا میری پیاس یاد کر لینا"

(خصائص حسینیہ ص۲۰۳ (۲) تاریخ احمدی بحوالہ روضۃ الاحباب ص۲۵۹

امام جعفر صادق علیہ السلام کا عمل اور ہدایت مفصل طور پر نقل کی جاتی ہے:۔

"وشرب الصادق وقد استعبر واغرورقت عيناه بدموعه وقال یا داؤد لعن الله قاتل الحسینؑ ثم قال بعد کلام وما من عبد شرب الماء فذکر الحسین الا وکتب الله له مائة الف حسنة ورفع له مائة الف درجه وکان کانما اعتق مائة الف نسمة ولعن قاتله الا وکتب الله له مائة الف حسنه ورفع له مائة الف درجته وکان کانما اعتق الف نسمة ومحی عنه مائة الف سیئة وحشره یوم القیامه ابلج الوجه"

ترجمہ۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے پانی نوش فرمایا۔ پانی پیتے ہی آنکھوں میں آنسو آگئے یہاں تک کہ آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور آپ نے فرمایا اے داؤد خدا قاتلان حسینؑ پر لعنت کرے پھر کچھ گفتگو کے بعد فرمایا جو شخص پانی پی کر امام حسین علیہ السلام کو یاد کرے گا خدا اس کو ایک لاکھ نیکیوں کا ثواب دے گا۔ ایک لاکھ درجہ بلند کرے گا۔ ایک لاکھ غلام و کنیز آزاد کرنے کا ثواب دے گا اور جو قاتلان حسینؑ پر لعنت بھیجے گا خدا اس کو ایک لاکھ نیکیوں کے ثواب اور ایک لاکھ درجہ اور ایک لاکھ غلاموں کو آزاد

مرنے کے ثواب کے علاوہ اس کے ایک لاکھ گناہ بھی معاف کرے گا اور ایسا شخص قیامت کے دن روشن چہرہ لے کر آئے گا۔

(ثواب کی تفصیل سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ امامؑ کی پیاس یاد کرنا کتنا عظیم کارِ ثواب ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ صلوات سے زیادہ ثواب قاتلانِ حسینؑ پر لعنت بھیجنے میں ہے۔)

حوالے۔ (۱) مناقب ابن شہرآشوب جلد ۴ ص۸۵ (۲) ترجمہ بحارالانوار بحوالہ ثواب الاعمال ص۱۰۹ (۳) خصائص حسینیہ ص۱۰۲۔

پیاس کی تکلیف میں شرکت کی دعوت

پیاس کا ذکر قرآن میں، پیاس کا ذکر انبیاؑ سے۔ پیاس کا ذکر معصومینؑ کی زبانوں پر، پیاس کا ذکر زیارات و آداب زیارت میں، پانی پینے پر پیاس یاد کرنے کی ہدایت۔ ان تمام باتوں سے پیاس کی سچائی اس حد تک ثابت ہو جاتی ہے کہ اس کے بعد مزید ثبوت کی ضرورت نہیں رہ جاتی اور نہ پیاس میں کوئی شک اور شبہ پیدا ہو سکتا ہے لیکن ایک مزید ثبوت اس بات سے بھی ملتا ہے کہ معصومین علیہم السلام نے تمام حسینیوں کو عاشورا کے دن فاقہ کا حکم دے کر پیاس کی مصیبت میں شرکت کی دعوت دی۔ مذکورۂ بالا تمام باتیں جہاں پیاس کی

اہمیت بتاتی ہیں وہاں اس بات کی طرف بھی توجہ دلاتی ہیں کہ اگر پیاس چند گھنٹوں کی ہوتی تو نہ اس کو اتنی اہمیت دی جاتی اور نہ اس کے لئے اتنا غیر معمولی اہتمام کیا جاتا خصوصی اہتمام، دو تین دن کی پیاس کا رجحان پیدا کرتا ہے۔ عاشورا کے دن کے لئے امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہدایت دی۔

"کتاب مصباح میں عبداللہ بن سنان کی روایت درج ہے کہ عبداللہ بن سنان امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عاشور کے دن حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا آج کے دن بغیر نیت کا روزہ یعنی فاقہ رکھو اور نماز عصر کے ایک گھنٹہ کے بعد ایک گھونٹ پانی پی کر فاقہ توڑ دو کیونکہ اسی وقت کربلا میں جنگ ختم ہوئی تھی"۔

ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۴۱۹

پیاس سے متعلق معجزے

پیاس کا ثبوت ان واقعات سے بھی ملتا ہے جن میں پیاس کے مسئلہ پر امام مظلوم کو طعنہ دینے والوں اور اذیت پہنچانے والوں کو حضرت نے بد دعا دی اور وہ لوگ امامؑ کی بد دعا کے مطابق

ہلاک ہو گئے۔

پہلا معجزہ

(۱) تمیم بن حصین الفزاری نے کہا۔ اے حسینؑ و اصحاب حسینؑ کیا تم نہیں دیکھتے کہ فرات کا پانی سانپ کے پیٹ کی طرح چمک رہا ہے مگر جب تک تم موت کا گھونٹ نہیں پی لیتے اس وقت تک تم کو ایک قطرہ پانی کا چکھنے کو نہیں مل سکتا۔ امامؑ نے اس کا نام پوچھ کر فرمایا یہ اور اس کا باپ دونوں جہنمی ہیں۔ پھر بد دعا فرمائی اے خدا اسے آج ہی کے دن پیاسا ہلاک فرما۔ امامؑ کے فرماتے ہی پیاس سے اس کا گلا گھٹ گیا اور وہ گھوڑے پر سے گر پڑا اور جانوروں کے سُموں سے کچل کر ہلاک ہو گیا۔

حوالے۔ (۱) ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۲۴۸ (۲) امالی صدوق ص ۹۴ (۳) ترجمہ بحار ص ۱۸۶ (۴) ارشاد مفید ص ۲۴۰/۲۴۱

دوسرا معجزہ

(۲) جب امامؑ شمر ملعون سے پانی مانگ رہے تھے اس وقت ایک دوسرے ملعون نے کہا۔ اے حسینؑ دیکھو فرات موجیں مارتا ہے مگر تم کو پانی نہ ملے گا۔ امامؑ نے اس ملعون کو بد دعا دی اور

یہ ملعون اس بد دعا کے باعث ہائے پیاس ہائے پیاس کہتا ہوا مرگیا۔

حوالہ ۔ ترجمہ بحار الانوار صفحہ ۲۴۷

تیسرا معجزہ

(۳) پھر ایک اور شخص کو بلا کر منادی کرادی کہ اے پسر فاطمہؑ ۔ فرزند رسول خدا تجھے اس پانی کا ایک قطرہ بھی نصیب نہ ہوگا۔ تاوقتیکہ موت کا ذائقہ نہ چکھے گا یا عبید اللہ ابن زیاد کی فرمانبرداری اختیار نہ کرے گا۔ امیر المومنین حسینؑ نے یہ آواز سُن کر کہا تو کون شخص ہے جو یہ صدا دے رہا ہے۔ اس نے کہا میں عبدالرحمٰن بن حصین ازدی ہوں ۔ اللھم اقتلہ عطشا ولا تغفر لہ ابدا ۔ یعنی اے خدا تو اسے پیاس سے ہلاک کر اور اسے کبھی نہ بخشیو۔ روایت ہے کہ وہ بدبخت بیمار ہوا اور تشنگی اس قدر غالب ہوئی کہ جس قدر پانی پلاتے تھے پیاس میں ذرا کمی نہ ہوتی تھی۔ اور پیاس ہی پیاس پکارتے ہوئے مالک دوزخ کے حوالے ہوگیا۔"

حوالہ ۔ اعثم کوفی صفحہ ۳۷۲ ۔

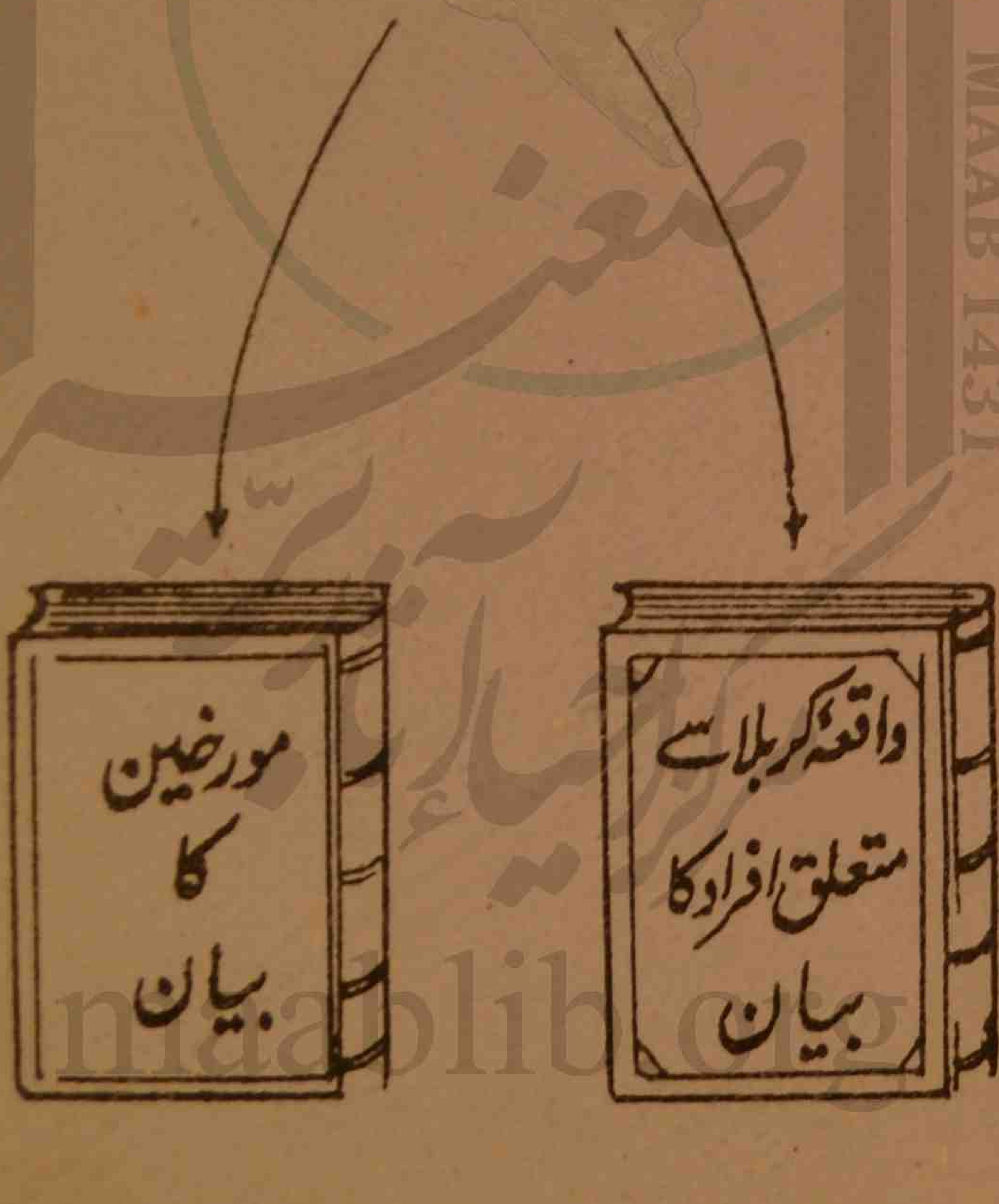
مقدمہ میں مفصل طور پر لکھا جا چکا ہے کہ امامؑ کو خدا اعجازی طاقت

دیتا ہے اور ان کی ہر دعا کو قبول کرتا ہے۔ لیکن امام ہی بہتر جانتے ہیں کہ کب ان طاقتوں کو استعمال کیا جائے اور کب نہ استعمال کیا جائے۔ لہٰذا ان امور کے بارے میں ہمارا سوچنا ایک ایسا کام کرنا ہے جو ہماری طاقت سے باہر ہے۔ اگر امامؑ ہر قدم پر اعجازی طاقت استعمال کرنے لگیں تو پھر ان کی زندگی نمونۂ عمل نہ بن سکے گی اور ہادی کے آنے کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ لیکن چند معجزے اس لئے دکھلا دیئے تاکہ یزیدی فوج کو اور بعد کے انسانوں کو امامؑ کے پہچاننے میں دقت نہ ہو اور یہ شبہہ نہ پیدا ہو کہ جب خدا کے مقرب بندے تھے تو تکلیف و مصیبت میں کیوں رہے اور یزیدی آرام و راحت میں کیوں رہے۔ لہٰذا چند معجزے اس شبہہ کو مٹانے کے لئے پیش کر دیئے۔

اعجازی طاقت صرف دین اور تبلیغ کی راہ میں صرف ہوتی ہے۔ ہادی کی ذاتی تکلیفوں کے دُور کرنے میں صرف نہیں ہوتی۔ امامؑ کو پہچنوانا بھی تبلیغ دین ہے لہٰذا بد دعا کر کے پہچاننے میں مدد دے دی لیکن اپنی ذاتی تکلیف باقی رکھی تاکہ نمونۂ عمل اور زیادہ پُرکشش ہو جائے اور انسان سوچنے پر مجبور ہو جائے کہ کیسے عظیم تھے وہ صابر جو معجزہ کی طاقت رکھنے کے باوجود صبر کی کٹھن منزلوں سے بخوشی گذر گئے۔

پیاس کی کہانی

تاریخ کی زبانی



بیان تاریخ کا پہلا حِصّہ

واقعۂ کربلا سے متعلق افراد کا بیان

(۱) بیان شہدار عاشورا کے قبل

(۲) بیان شہدار عاشورا کے دن

(۳) رجز میں پیاس کا ذکر

(۴) پانی کے لئے شہادت

(۵) اسیروں کا بیان

(۶) مرثیوں میں پیاس کا ذکر

(۷) پیاس کا ردعمل واقعات کی شکل میں

(۸) بیانِ دشمن

(۹) ہاتفِ غیبی اور پیاس

(۱۰) ایک سوال جس کا جواب نہیں ملتا۔

بیان شہداء عاشورا سے پہلے

خدا اور حضرات معصومین علیہم السلام کے بیانات کے بعد پیاس کے ثبوت میں واقعۂ کربلا سے متعلق افراد کے بیانات نقل کئے جاتے ہیں کیونکہ ان کے بیانات غیر معصوم بیان میں سب سے اہم اور سب سے زیادہ معتبر ہیں۔

سب سے پہلے شہداء کے بیانات نقل کئے جاتے ہیں۔ ان بیانات میں کچھ عاشورا کے دن سے پہلے کے بیانات ہیں اور کچھ عاشورا کے دن کے بیانات ہیں۔ اسی ترتیب سے یہاں نقل کئے جائیں گے۔

(۱) ثم کتب عبید اللہ کتابا الی عمر بن سعد یحثہ علی مناجزۃ الحسین علیہ السلام فعند ھا ضیق الامر علیھم فاشتد علیھم الامر والعطش فقال انسان من اصحاب الحسین علیہ السلام یقال لہ یزید بن حصین الھمدانی وکان زاھدا۔ ائذن لی یابن رسول اللہ لاتی ھذا ابن سعد فاکلمہ۔

—— فجاء الھمدانی الی عمر بن سعد فدخل

ولم يسلم عليه - قال يا اخا همدان ما منعك
من السلام علی الست مسلما اعرف الله ورسوله
فقال له الهمدانی لو کنت مسلما کما تقول لما
خرجت الی عترة رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم
ترید قتلهم و بعد هذا ماء الفرات تشرب منه
کلاب السواد وخنازیرها وهذا الحسين بن علی واخوته
وذرارته واهل بیته یموتون عطشا قد حلت بینهم
وبین ماء الفرات ان یشربوه -

ترجمہ - ابن زیاد نے پسر سعد کے نام پھر ایک خط لکھا جس میں امام حسین
علیہ السلام سے جنگ کرنے پر پسر سعد کو ابھارا گیا تھا چنانچہ اس خط
کے آنے سے امامؑ اور آپ کے ساتھیوں پر سختی میں اضافہ ہوگیا۔
حالات اور زیادہ تنگ ہو گئے اور پیاس شدید ہوگئی یہ صورت حال
دیکھ کر اصحاب امام حسین علیہ السلام میں سے ایک بزرگ نے جن کا
نام یزید بن حصین ہمدانی تھا امامؑ سے اجازت مانگی کہ اگر اجازت ہو
تو ابن سعد سے گفتگو کرنے جاؤں۔ ہمدانی بہت زاہد تھے
امامؑ کی اجازت کے بعد ہمدانی عمر سعد کے پاس گئے۔ اس کے خیمہ
میں داخل ہو کر بغیر سلام کئے بیٹھ گئے۔ عمر سعد کو ان کا سلام نہ کرنا

ناگوار ہوا۔ اس نے پوچھا کیوں بھائی ہمدانی۔ کیا میں مسلمان نہیں ہوں کیا میں خدا و رسولؐ کو نہیں پہچانتا ہوں۔ جناب ہمدانی نے عمر سعد کو جواب دیا اگر تو مسلمان ہوتا جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے تو ہرگز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت پر فوج کشی نہ کرتا اور ان کے قتل کا ارادہ نہ کرتا صرف اتنا ہی نہیں بلکہ تیرے ظلم اور ایذا رسانی کی حد یہ ہے کہ فرات، جس سے کتّے، سؤر تک پانی پی رہے ہیں تو نے اس کا پانی حسینؑ اور ان کے ساتھیوں پر بند کر دیا ہے۔ اور پانی بند ہونے کی وجہ سے امامؑ، آپ کے بھائی، آپ کی عورتیں، آپ کے اہلبیت پیاسے ہیں اور ایسے شدید پیاسے ہیں کہ قریب بہ ہلاکت ہیں۔

حوالہ۔ کشف الغمہ علامہ اربلی ج ۲ ص ۲۵۸ و ص ۲۵۹۔

یہی واقعہ منتخب طریحی۔ جزو دوم مجلس اول ص ۸ پر بھی ملتا ہے جس میں تھوڑا تھوڑا لفظی تغیر ہونے کے علاوہ بجائے یزید بن حصین ہمدانی کے بریر ابن خضیر ہمدانی کا نام لکھا ہے جو ابن سعد کے پاس گئے تھے۔ ممکن ہے یہ دو واقعے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ ہو اور ناموں میں اختلاف ہو گیا ہو۔ بہر حال ایک صحابی امامؑ کا پسر سعد کے پاس گفتگو کے لئے جانا یقینی طور پر ثابت ہے۔ اس واقعہ سے

چند پہلو قابلِ لحاظ اور دُور رس نتائج کے حامل ہیں -

(۱) یہ واقعہ عاشورا سے پہلے کا ہے - کیونکہ ۹ محرم کو ابنِ سعد کے پاس ابن زیاد کا جو آخری حکم آیا ہے اس میں فوراً جنگ شروع کرنے کا حتمی حکم تھا اور حکم میں اس حد تک شدت تھی کہ اگر تو آغاز جنگ پر راضی نہیں ہے تو سرداری شمر کے حوالے کر دے - لیکن اس واقعہ کے سلسلہ میں جس خط کا ذکر ہے اس میں صرف جنگ پر اُبھارنے کی کوشش کی گئی ہے - لہذا یہ ۹ محرم کے قبل کا خط ہے - جو زیادہ سے زیادہ آٹھ محرم ہو سکتی ہے -

(۲) آٹھ محرم کو جناب بریر عمر سعد سے ملے ہوں یا یزید بن حصین یا دونوں ملے ہوں بہرحال دونوں نے پیاس کی شدت ان لفظوں میں بیان کی ہے کہ امامؑ کے ساتھی پیاس کی شدت سے قریب ہے کہ ہلاک ہو جائیں - جب آٹھ محرم کو پیاس اتنی شدید ہے تو ماننا ہی پڑے گا کہ آٹھ محرم کو پیاس کا دوسرا دن ہونا چاہیے ورنہ چند گھنٹے کی پیاس میں اتنی شدت نہیں پیدا ہو سکتی ہے لہذا یہ واقعہ ۷ محرم سے مکمل بندشِ آب کی نشاندہی کرتا ہے -

(۳) کشف الغمہ اور منتخب طریحی یا جن دوسری کتابوں میں اس

واقعہ کا ذکر ہے کسی میں بھی عمر سعد کا کوئی انکار درج نہیں ہے نہ اس نے پانی بند ہونے سے انکار کیا ہے اور نہ اس نے امامؑ کے ساتھیوں کی پیاس کی شدت کا انکار کیا ہے اگر ۷ محرم کی مکمل بندش آب کے بعد بھی پانی جانے کا سلسلہ جاری رہا ہوتا تو عمر سعد کم از کم شدتِ عطش سے ضرور انکار کرتا۔ ۷ محرم سے مکمل بندش آب کی گواہی پسر سعد کی خاموشی بھی دے رہی ہے۔

بیانِ شہدا عاشور کے دن

عاشور کے دن جناب عباسؑ، جناب بریر، جناب حُر نے دشمن فوج کے سامنے جو تقریریں کی ہیں ان میں پیاس کا ذکر ہے۔ ان تینوں حضرات کے علاوہ جناب غلام ترکی، جناب احمد بن حسنؑ جناب علی اکبر کے جہاد کے ذیل میں پیاس کا ذکر آیا ہے۔ شہداء کی زبانی عاشورا کے دن پیاس کا ذکر سُنئے جس سے پیاس کے یقین میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔

(۱) غلام ترکی کے بارے میں درج ہے:

"یادگار جنگ کے بعد پیاس کے غلبہ سے پھر خیمہ کی طرف

واپس آیا"

حوالے ۔ روضۃ الشہداء صفحہ ۲۹۷ (۲) شہید اعظم ج ۲ صفحہ ۱۷۱

صاحب ناسخ التواریخ ج ۶ صفحہ ۲۷۶ پر لکھتے ہیں:۔

"از زحمت کوشش و شدت عطش و کثرت جراحت بخاک افتاد"۔

ترجمہ ۔ جناب غلام ترکی خیمہ سے واپس ہو کر دوبارہ لڑے اور جہاد کی محنت ۔ پیاس کی شدت اور زخموں کی کثرت کے باعث زمین پر گر پڑے ۔

(۲) احمد ابن حسنؑ

امام حسن علیہ السلام کے فرزند جناب احمد میدان میں جہاد کر کے اپنے چچا امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ اس وقت آپ کی آنکھیں پیاس کی شدت سے اندر کو دھنس گئی تھیں آپ نے چچا کی خدمت میں اپنی صورت حال بیان فرمائی۔

"یا عماہ هل شربة من الماء ابرد بها کبدی ______ ابن الاخ اصبر قلیلا حتی تلقی جدك رسول الله صلی الله علیه و آله فیسقیك شربة من الماء لا تظمئا بعدها ابدا"۔

ترجمہ۔ جناب احمد نے کہا اے چچا کیا ایک گھونٹ پانی ممکن ہے

جس سے میں اپنے جلتے جگر کو ٹھنڈا کر سکوں

امامؑ نے جواب دیا۔ اے فرزند برادر ذرا دیر اور صبر کرو عنقریب

تمھارے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو ایسا سیراب

کریں گے جس کے بعد پھر کبھی پیاسے نہ ہوگے۔

ظاہر ہے کہ جناب احمد ابن حسنؑ جانتے تھے کہ پانی نہیں ہے۔

پھر پانی کیوں مانگا۔ وجہ جو بھی ہو مگر آپ کے پانی مانگنے سے پیاس کی

سچائی کا ایک ثبوت اور فراہم ہوگیا۔ پانی مانگنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے

کہ سخت تکلیف میں آدمی اظہارِ تکلیف کر کے کسی قدر تکلیف میں کمی محسوس

کرتا ہے اگرچہ اس کو یہ علم بھی ہوتا ہے کہ تکلیف دور کرنے کا کوئی ذریعہ

نہیں ہے۔ مگر کہہ کر دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہو جاتا ہے۔

حوالے۔ (۱) ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۲۸۵ (۲) مقتل ابی مخنف ص ۸

(۳) شہید اعظم ج ۲ ص ۱۷۵/۱۷۸ (۴) روضۃ الشہداء ص ۳۰۴، البتہ

شہید اعظم اور روضۃ الشہداء میں احمد کے بجائے عبداللہ بن حسنؑ کا نام

درج ہے۔

(۳) جناب علی اکبرؑ

جناب علی اکبرؑ نے میدان جنگ سے واپس ہو کر اپنے پدر بزرگوار کی

خدمت میں حاضر ہو کر کہا :

" یا ابہ العطش قد قتلنی وثقل الحدید

اجھدنی فھل لی الی شربۃ من ماء سبیل ، تقوی بھا

علی اعدائی ——— وقال یا بنی ھات لسانک

فمصہ ——— فانی ارجوانک لا تمسی حتی یسقیک

جدک بکاسہ الاوفی شربۃ لا تظمئا بعدھا ابدا۔

ترجمہ ۔ جناب علی اکبر نے امام مظلومؑ سے کہا بابا پیاس مارے ڈالتی

ہے اور اسلحہ کے بوجھ نے مجھے تھکا دیا ہے ۔ بابا ۔ کیا ایک گھونٹ پانی

ممکن ہے تاکہ پانی پی کر میں دشمن سے لڑ سکوں ——— امامؑ نے

فرمایا اپنی زبان میرے منہ میں ڈال کر چوسو شاید تسکین ہو جائے ———

اس کے بعد فرمایا ۔ فرزند ۔ مجھے یقین ہے کہ آج شام ہونے سے

پہلے تمہارے جد اپنے کاسہ لبریز سے تم ایسا سیراب کر دیں گے

کہ پھر کبھی پیاسے نہ ہو گے ۔

حوالے ۔ (۱) ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۲۹۳ (۲) مناقب ابن شہر آشوب

ج ۴ ص ۹۲ (۳) ترجمہ بحار ص ۲۳۳ (۴) روضۃ الاحباب بحوالہ تاریخ احمدی

ص ۲۷۰، ۲۷۱ ۔ (۵) شہید اعظم ج ۲ ص ۱۹۰ (۶) مواعظ حسنہ ص ۲۵۶

(۷) روضۃ الشہداء ص ۳۲۱ و ص ۳۲۲ و ص ۳۲۴ (۸) روضۃ الصفا ج ۳ ص ۵۷، ۵۸

(۴) تقریر جناب عباسؑ

جناب عباسؑ نے دشمن فوج کے سامنے تقریر میں بار بار پیاس کا ذکر فرمایا۔

تاریخ احمدی میں جناب عباسؑ کی اس تقریر کے فقرے روضۃ الاحباب کے حوالے سے نقل کئے ہیں:۔

(الف) "دشمنوں سے مخاطبہ کر کے کہا۔ اے قوم۔ فرزند رسولِ خدا فرماتا ہے کہ میرے بھائیوں اور ہوا خواہوں کو تو تم نے قتل کر ڈالا اب کم از کم اتنا کرو کہ ہم کو تھوڑا پانی دے دو تاکہ بچے اور عورتیں شدتِ تشنگی سے ہلاک نہ ہوں"

حوالے :۔ (۱) روضۃ الاحباب بحوالہ تاریخ احمدی ص۲۹۶ (۲) روضۃ الشہداء ص۳۱۶

(ب) حضرت عباسؑ دشمنوں پر نفرین کرتے ہوئے واپس ہوئے اور جو کچھ شمر وغیرہ نے کہا تھا اس کو انھوں نے امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ امام حسینؑ نے فرطِ غم سے اپنا سر جھکا لیا ناگہاں خیمہ سے صدائے العطش العطش بلند ہوئی"

حوالے :۔ (۱) روضۃ الاحباب بحوالہ تاریخ احمدی ص۲۹۷ (۲) روضۃ الشہداء ص۳۱۶

(ج) "حضرت عباسؑ نے ان لوگوں سے سوال کیا کہ آیا تم لوگ کافر ہو یا مسلمان۔ انھوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں حضرت عباسؑ

بولے کہ حائے ہو تمھارے دعوائے اسلام پر کہ سگ و خوک تو اس دریا سے سیراب ہوں اور ساقیِ کوثر کے لختِ جگر پیاسے رہیں۔"

حوالے۔(۱) روضۃ الاحباب بحوالہ تاریخ احمدی ص۲۹۷ (۲) روضۃ الشہداء ص۳۱۸

جنابِ عباسؑ کی تقریر کے مندرجہ بالا تینوں فقروں سے پیاس کا ثبوت ملتا ہے۔

(۵) تقریر بریر۔

جناب بریر نے عاشورا کے دن شامی فوج کو ناصحانہ تقریر کرتے ہوئے بندشِ آب پر مندرجۂ ذیل الفاظ میں سرزنش کی :-

"هذا ماء الفرات تلغ فيه خنازير السواد وكلابها وقد حيل بينه وبين ابنه"

ترجمہ۔ یہ سامنے فرات کا دریا ہے جس سے سُور، کُتّے تک پانی پی رہے ہیں لیکن فرزندِ رسولؐ پر پانی بند کر دیا گیا ہے۔

حوالے۔(۱) ناسخ التواریخ ج ۶ ص۲۵۰ (۲) طبری حصہ دوم جلد اول ص۳۳۴

(۳) کامل ج ۴ ص۲۹ (۴) ارشاد مفید ص۲۵۰ (۵) امالی صدوق ص۸۴۔

(۶) ترجمہ بحار ص۱۹۵ (۷) مواعظ حسنہ ص۲۸۵ (۸) شہید اعظم ج ۲ ص۱۳۸

(۹) روضۃ الصفاء جلد سوم ص۵۲، ۵۳۔

(۶) تقریرِ حُر

جناب حُر نے بھی بندشِ آب پر شامی لشکر کی ملامت کی ۔

" وحلاتموہ ونساءہ وصبیتہ واھلہ من ماء الفرات ———— وھاھم قد صرعھم العطش "

ترجمہ ۔ تم لوگوں نے امام حسینؑ پر اور ان کی عورتوں پر ان کے بچوں پر اور ان کے اہل وعیال پر فرات کا پانی بند کر رکھا ہے ———— اور پیاس نے ان لوگوں کو بے طاقت اور بے دم کر دیا ہے ۔

حوالے ۔ (۱) ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۲۵۲ (۲) مواعظ حسنہ ص ۱۵۸ ۔
(۳) مقتل ابی مخنف ص ۷۰ (۴) ترجمہ بحار ص ۲۰۳ (۵) ارشاد ص ۲۵۰
(۶) شہید اعظم ج ۲ ص ۱۴۴، ۱۴۵ (۷) روضۃ الصفا ج ۳ ص ۵۳

(۷) رجز میں پیاس کا ذکر

جناب احمد بن حسنؑ جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے ۔ جب دوبارہ میدان میں تشریف لائے تو ان کے رجز میں پیاس کا ذکر ملتا ہے :-

" اصبر قلیلاً فالمنی بعد العطش "

ترجمہ ۔ اے نفس تھوڑی دیر اور صبر کر کیونکہ جنت ملنے کی آرزو پیاسا رہنے کے بعد حاصل ہوگی ۔

حوالے۔ (۱) ناسخ التواریخ ج ۲ صفحہ ۲۵۱ (۲) مقتل ابی مخنف صلاہ

عبداللہ بن عمیر کلبی

سالم اور یسار۔ نے یزیدی فوج سے نکل کر مطالبہ کیا کہ ہمارے مقابلہ پر زہیر قین جیسے افراد آئیں۔ ان دونوں کے مقابلہ پر جناب عبداللہ بن عمیر کلبی تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ زہیر تو زہیر ہیں میں بھی تمہارے مقابلہ پر آنا اپنی توہین سمجھتا ہوں لیکن پیاس نے اس قدر کمزور کر دیا ہے کہ تمہارے جیسے لوگوں کے مقابلہ کو میں نے بدرجہ مجبوری پسند کیا ہے:۔

"اگر ضرورت تشنگی نباشد ما آزادگان را با شما حرب کردن عار است"

ترجمہ۔ اگر پیاس نے مجبور نہ کر دیا ہوتا تو ہمارے جیسے آزاد مردوں کے لئے تم جیسے لوگوں سے جنگ کرنا اپنی توہین کرنا تھا۔

حوالہ۔ روضۃ الشہداء صفحہ ۲۷۵

مسلم ابن عوسجہ کے بعد

جناب مسلم بن عوسجہ کی شہادت کے بعد آپ کی بیوہ نے اپنے بچہ کو میدانِ جہاد میں روانہ کرتے ہوئے کہا:

"جان مادر تا از تشنگی نہ ترسی کہ ہمین ساعت از دست ساقی کوثر سراب خواہی شد"!

ترجمہ - پیاس کی تکلیف کا آخری لو بیٹا۔ (بعد شہادت) ابھی ابھی ساقی کوثر کے ہاتھ سے سیراب ہو جاؤ گے۔

حوالہ۔ روضۃ الشہدا و ص ۲۸۴

جناب قاسم

جناب قاسم نے عمر سعد سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :

"مارا باین تشنگی و بے برگی بگذاری وائے برتو اے پسر سعد دعوی مسلمانی میکنی و اسپ را سیراب میداری وشہ سواران میدان امامت تا تشنہ میگذاری عورات و اطفال اہلبیت را از تشنگی جاں بلب رسیدہ و تو آب از ایشان باز میگیری"۔

ترجمہ - ہم کو پیاس کی حالت میں اور بے سہارا چھوڑ دیا ہے ——— تجھ پر حیف اے پسر سعد۔ تو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ حالانکہ تو نے اپنے گھوڑے کو سیراب کر رکھا ہے اور امامؑ کو عورتوں۔ بچوں سمیت اس قدر پیاسا رکھا ہے کہ سب کی جان نکلنے کے قریب ہے۔ اور تو اب بھی ان پر پانی بند کئے ہوئے ہے۔

حوالہ۔ روضۃ الشہدا ص ۳۰۰

جناب قاسم کے مقابلے پر عمر سعد ارزق شامی کو آمادہ کر رہا تھا اور

ارزق بچہ سمجھ کر مقابلہ پر آنے میں بے عزتی محسوس کر رہا تھا۔

اس موقع پر عمر سعد نے ارزق سے کہا:

"بخدا اگر ضرورت تشنگی و درماندگی نبودے او را

عار بودے کہ با ما سخن گفتے"

ترجمہ۔ خدا کی قسم اگر پیاس نے کمزور اور خستہ نہ کر دیا ہوتا

تو یہ ہم لوگوں سے بات کرنے کو بھی عار سمجھتے"

حوالہ۔ روضۃ الشہداء ص۳۰۹

خود جناب قاسمؑ نے گھوڑے سے گرنے کے بعد چچا کو پکارتے

ہوئے فرمایا:

"واعماہ العطش العطش"

ترجمہ۔ اے چچا۔ ہائے پیاس۔ ہائے پیاس۔

حوالہ۔ روضۃ الشہداء ص۳۱۰

جناب عون بن علیؑ

امام حسین علیہ السلام سے جناب عون بن علیؑ نے اجازت

مانگتے ہوئے فرمایا:

"اے برادر بزرگوار ——— مرا از حرب باز مدار

کہ از تشنگی بہ ہلاکت نزدیکم ——— من زود تر خواہم کہ

خود را از تشنگی برہانم"

ترجمہ - اے برادر محترم ـــ میں پیاس کی شدت سے ہلاکت کے قریب ہوں لہذا مجھے جہاد سے نہ روکئے ـــــ میری خواہش ہے کہ شہید ہو کر جلد از جلد پیاس سے نجات پا جاؤں۔

حوالہ - روضۃ الشہداء ص۳۱۵

پانی کے لئے شہادت

دو شہادتیں صرف پانی کے لئے ہوئیں - ایک جناب عباس کی شہادت، دوسری جناب علی اصغر کی شہادت - یہ دونوں شہادتیں پیاس کی سچائی کی دو دلیلیں ہیں -

(۱) شہادت جناب عباسؑ

جب جناب عباسؑ نے امام علیہ السلام سے اجازتِ جہاد طلب کی تو آپ نے فرمایا عباسؑ جاؤ پہلے کمسن بچوں کے لئے دشمن سے پانی مانگو - جناب عباسؑ نے واپس آکر جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پانی نہ ملنے کی کیفیت بیان کی ؛-

"کودکان چوں ایں بدانستند رہ بنالیدید و بانگ العطش العطش در آوردند پس عباس مشکے برداشت و برنشست

و تصمیم عزم داد کہ از بہر کودکان آبے بدست کنند ——

اسپ بفرات در انداخت —— آب برگرفت تا بیا شامد تشنگی سید الشہداء علیہ السلام در خاطرش صورت بست۔ آب را از کف برافشاند"

ترجمہ۔ بچے پانی نہ ملنے کی اطلاع پاکر رونے لگے اور العطش العطش کی صدا بلند کرنے لگے تو جناب عباسؑ سے نہ دیکھا گیا آپ ایک مشک لے کر سوار ہوئے اور بچوں کے لئے پانی حاصل کرنے کے مستحکم عزم کے ساتھ روانہ ہوئے ——

فرات پر قبضہ کر کے اس میں گھوڑا ڈال دیا —— خود اپنے چلو میں بھی پانی لیا مگر امام مظلوم کا پیاسا چہرہ نظروں میں گھوم گیا اور آپ نے پانی پھینک دیا۔

حوالے (۱) ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۲۸۹ و ص ۲۹ (۲) مناقب ج ۴ ص ۹۷ (۳) روضۃ الاحباب بحوالہ تاریخ احمدی ص ۲۶۶/۲۶۷ (۴) شہید اعظم ج ۲ ص ۱۸۵/۱۸۶ (۵) روضۃ الشہداء ص ۳۱۵

جناب عباسؑ کی یہ خصوصیت ناقابل فراموش ہے کہ آپ پانی پر قبضہ کرنے کے باوجود پیاسے رہے۔ جبکہ دوسرے شہدا پانی نہ پانے کی وجہ سے پیاسے رہے۔ اگر قحط آب نہ ہوتا اور

بچہ بچہ پیاسا نہ ہوتا تو جناب عباس کی شہادت پانی حاصل کرنے کے لئے نہ ہوتی ۔ یہ عظیم شہادت پیاس کا ایک عظیم ثبوت بھی ہے۔

ایک صاحب یہ کہتے سُنے گئے کہ جس طرح جناب عباسؑ نے فرات پر قبضہ کرنے کے بعد پانی نہیں پیا اسی طرح ممکن ہے کہ امامؑ نے بھی پانی کے ہونے کے باوجود پیاسا رہنا گوارہ کر لیا ہو۔ آج جب ضد، جہالت اور مُہمل تُک بندی کا رواج بڑھتا جاتا ہے ہر بات کہنا ممکن ہے لیکن کہنے والا یہ نہیں سوچتا کہ اگر پانی ہوتا تو بچہ بچہ کیوں پیاسا ہوتا اور جب ہر طرح ثابت ہے کہ پانی نہ تھا تو سچے واقعہ کو ایک مُہمل امکان پر جُھٹلانا بدترین جُرم ہے اس کے علاوہ قیاس کا اندھا پن بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ جناب عباسؑ نے پیاسے بچوں اور امامؑ کی وجہ سے پانی نہیں پیا جو دُنیا کے تمام بزرگ کرتے ہیں اور جو وفا کا شاہ کار ہے مگر یہ سوچنا کہ پانی تھا مگر امامؑ نے نہ خود پیا اور نہ بچوں کو پینے دیا ان دونوں باتوں میں کون سی مشترک چیز ہے جس پر قیاس کیا جائے ۔ یہ واقعہ جناب عباسؑ کی مدح اور بہترین مدح کا موقع ہے اور دوسرا خیال معاذاللہ امامؑ کی مذمّت اور بدترین مذمّت کا موقع فراہم کرتا ہے۔

ہر پانی پلانے والے کو جب سقّا کہا جاتا ہے تو جناب عباسؑ کو

بدرجۂ اولیٰ سقا کہنا چاہیئے کیونکہ آپ نے اس راہ میں جان دیدی پانی نہ پہنچنے سے سقائی کو ٹھیس نہیں لگتی بلکہ جس طرح جناب اسماعیلؑ ذبح نہیں ہوئے لیکن انھوں نے اپنے کو ذبح ہونے کے لئے پیش کر دیا لہٰذا بچ جانے کے باوجود ذبیح اللہ کہلاتے ہیں۔ اسی طرح پانی نہ پہنچنے کے باوجود جناب عباسؑ کو سقّا کہا جانا چاہیئے کیونکہ آپ نے سقائی کا وہ حق ادا کیا جو کسی دوسرے سقا نے نہیں ادا کیا۔ اگرچہ ۷ محرّم سے قبل جناب عباسؑ عمرو بن حجّاج زبیدی سے لڑکر پانی لا چکے ہیں اور آپ کو سقّا کہے جانے کی وجہ یہ واقعہ بن سکتا ہے مگر ۷ محرّم سے قبل پانی لانا اتنا بڑا کارنامہ نہیں ہے جتنا بڑا کارنامہ عاشورا کے دن سقائی کی راہ میں جان دے دینا ہے اور پانی مل جانے کے بعد بھی بچوں اور امامؑ کی پیاس یاد کر کے نہ پینا ہے۔

(۲) شہادت علی اصغر

جناب علی اصغر کی شہادت بھی پیاس کی ایک دلیل ہے کیونکہ اگر پانی ہوتا تو امامؑ جناب علی اصغر کو دشمنوں کے سامنے پانی طلب کرنے کے لئے نہ لے جاتے اور حُرملہ تیر سے آپ کو شہید نہ کرتا۔ چونکہ بعض حلقوں سے یہ غلط فہمی پھیلائی جا رہی ہے

کہ امامؑ نے اپنے اس کمسن بچّہ کے لئے پانی نہیں طلب کیا بلکہ آپ پیار کر رہے تھے اور تیر لگ گیا۔ اور یہی تاریخ کا بیان ہے لہذا اس کمسن شہادت کی جو تفصیل عام طور سے علما و مورخین نے لکھی ہے وہ یہاں درج کی جاتی ہے تاکہ اندازہ ہو سکے کہ شہادت علی اصغر کی تفصیل کے بارے میں، جو اختلاف تاریخ میں پایا جاتا ہے اس میں کس قول کو زیادہ حمایت حاصل ہے:۔

(۱) "علی اصغر کہ ہنوز شش ماہ مدت افزوں نداشت۔ تشنہ و گرسنہ می نالید چہ مادرش از شدّت عطش شیر در پستان نداشت امام علیہ السلام ——— آں طفل را بیاورد در برابر صف برافراشت ——— آنگاہ با کوفیان خطاب کرد اے شیعیان آل سفیان اگر مرا گناہگار دانستہ آید بدیں کودک نتوانید بست او را آب دہید کہ از شدت عطش شیر در پستان مادرش بخوشید۔ ہیچ کس در پاسخ نگفت۔ حرملہ بن کاہل اسدی تیرے بسوئے او گشاد و آں تیر بحلقوم علی اصغر آمد و درگذشت"۔

ترجمہ۔ علی اصغر جن کی عمر چھ ماہ سے زیادہ نہ تھی بھوک پیاس کی وجہ سے رو رہے تھے۔ کیونکہ پیاس کی شدّت کے باعث ان کی مادرِ گرامی کے یہاں دودھ نہ رہ گیا تھا۔ امام علیہ السلام ———

اس بچے کو لائے اور دشمن فوج کی صفوں کے سامنے بچے کو ہاتھوں پر اُٹھایا اور اس وقت کوفیوں سے کہا

اے آلِ ابوسفیان کے دوستو۔ اگر تم مجھے گناہگار خیال بھی کرتے ہو تب بھی تمہاری نظر میں بھی اس بچے کی کوئی خطا نہیں ہو سکتی۔ اس کو پانی پلاؤ کیونکہ اس کی ماں کا دودھ پیاس کی شدت سے خشک ہو گیا ہے۔ کوئی شخص بھی امام علیہ السلام کے جواب میں کچھ نہ بولا مگر حرملہ بن کاہل اسدی نے بچے کو ایک تیر مارا جو آپ کی حلق پر پڑا اور علی اصغر اس تیر سے شہید ہو گئے۔

حوالے۔(۱) ناسخ التواریخ ج ۶ ص۲۹۶ (۲) مقتل ابی مخنف ص۸۳

نتائج

(۱) جناب علی اصغر پیاس کی شدت کے باعث بیتاب ہو کر رو رہے تھے اور آپ کی مادر گرامی کا دودھ پیاس کی شدت کے باعث خشک ہو گیا تھا۔ جو پیاس اور شدید پیاس کی ایک دلیل ہے۔

(۲) جناب علی اصغر صرف پیاسے نہ تھے بلکہ ایسے پیاسے تھے کہ امام علیہ السلام نے آپ کے لئے دشمنوں سے پانی مانگا۔ پانی مانگنے سے ثابت ہوتا ہے کہ پیاس کی وجہ قحط و نایابی آب ہے جس سے پانی کی ہر روایت رد ہو جاتی ہے۔

(۳) شہادت درِ خیمہ پر نہیں ہوئی بلکہ امامؑ آپ کو دشمنوں کی فوج کے سامنے لائے۔

(۴) شہادت کے وقت امامؑ بچے کو پیار نہیں کر رہے تھے بلکہ ہاتھوں پر اُٹھا کر فوجِ دشمن سے پانی طلب کر رہے تھے۔

(۵) کوئی تیر جو خیمہ کی طرف پھینکا گیا تھا وہ شہادت کا سبب نہیں بنا بلکہ حُرملہ بن کاہل اسدی نے آپ کے حلق کا نشانہ لے کر آپ کی طرف تیر پھینکا۔

(۶) جناب علی اصغرؑ کی شہادت کے لئے ایک غیر مسلم مورخ کی واضح رائے قابل لحاظ ہے:

"حسینؑ نے اپنی زندگی کے آخری وقت میں اپنے طفلِ شیر خوار کے باب میں وہ کام کیا کہ زمانہ کے فلاسفہ کے عقول کو حیران و متحیر کر دیا ——— گویا اس عمل سے حسینؑ کی غرض یہ تھی کہ تمام اہل عالم واقف ہو جائیں کہ بنی اُمیّہ کی عداوت بنی ہاشم کے ساتھ کس حد تک تھی اور تصوّر کریں کہ یزید دفاع کے لئے ایسے ظلم و ستم کرنے پر مجبور نہ تھا۔ اس لئے کہ شیر خوار بچّے کا ایسی حالت میں اس وحشت ناک طریقہ سے قتل کر دینا سوائے وحشت اور بہیمانہ عداوت کے جو ہر دین اور مذہب و قانون و قاعدے کے

منافی ہے کچھ ظاہر نہ کرتا تھا"۔

حوالہ ۔ میمو مارین کی کتاب "فلسفۂ مذہب" کا ایک حصہ ۔ بحوالہ شہید مظلم ج ۲ ص ۹

نتائج

(۱) شہادت علی اصغر امامؑ کی زندگی کے آخری لمحات میں واقع ہوئی۔ یعنی بقیہ تمام شہداء کے بعد جناب علی اصغر شہید ہوئے جس سے اس بات کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا کہ جناب علی اکبر جناب علی اصغر کے لئے پانی لائے ہوں کیونکہ جناب علی اکبر کی شہادت کے بعد یہ کمسن شہادت واقع ہوئی۔

(۲) جناب علی اصغر کی شہادت اچانک نہیں ہوئی بلکہ آپ کو قصد و ارادہ کے ساتھ دشمنوں نے وحشتناک طریقہ سے قتل کیا۔

(۳) جناب علی اصغر کو قتل کرنے کے بعد ظلم یزید اس طرح بے نقاب ہوا ہے کہ اس کی وحشت ۔ بہیمیت ۔ عداوت کی صفائی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ۔ لیکن اگر یہ شہادت اتفاقیہ قرار دی جائے تو امامؑ کی مظلومی کی وضاحت کا عظیم ذریعہ ختم ہو جائے گا اور ظلم یزید کے بے نقاب ہونے کا واضح ترین راستہ بند ہو جائے گا ـــــ شہادت کو اتفاقیہ قرار دینا

قتلِ عمد کو قتل خطا قرار دیتا ہے جس کا فائدہ قاتل کو حاصل ہوتا ہے نہ کہ مقتول کو۔ اتفاقیہ شہادت ظالم کی مدد کرتی ہے اور جان بوجھ کر شہید کئے جانے کی روایت مظلوم کی مدد کرتی ہے۔

(۳) " پھر امام حسینؑ اپنے چھوٹے بچے علی اصغر کو گھوڑے پر بٹھا کر صف اعدا کے نزدیک لے گئے اور کہنے لگے، اے قوم جفاکار تم لوگوں کے زعم میں اگر گنہگار ہوں تو میں ہوں۔ اس بچے نے کیا گناہ کیا ہے۔ کاش تم اس کو ایک گھونٹ پانی پلا دو کہ شدّتِ عطش سے جاں بلب ہو رہا ہے۔ اُن سنگدلوں نے جواب دیا کہ ہم بغیر اجازت ابن زیاد تم کو اور تمہارے اطفال کو ایک قطرہ پانی نہ دیں گے۔ اسی اثنار میں حرملہ بن کاہل اسدی نے ایسا تیر مارا کہ حلق علی اصغر سے گذر کر امام حسینؑ کے بازو پر لگا"۔

حوالہ۔ روضۃ الاحباب بحوالہ تاریخ احمدی ص۲۷۲

(۴) امامؑ نے کربلا میں سات بار استغاثہ فرمایا۔ تیسرے استغاثہ میں اپنے طفل شیر خوار کے لئے پانی مانگا۔

" واستغاث ثالثًا لسقی الطفل الرضیع فقط فقال اما من احد یاتینا بشربة من الماء لهذا الطفل الرضیع ثم قنع بان یسقوه فقال اسقوا

الطفل الرضیع"۔

ترجمہ: تمہارے استغاثہ میں آپ نے صرف اپنے دودھ پیتے بچے کے لئے پانی مانگا۔ اور فرمایا۔ کیا کوئی شخص ایسا ہے جو اس شیر خوار بچے کے لئے مجھے پانی لادے۔ (جب لوگ پانی نہ لائے) تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے پانی نہیں دیتے ہو تو تم خود اس کو پانی پلا دو۔

حوالہ۔ خصائص حسینیہ ص۱۸۱۔

(۵) "ابو اسحاق اسفرائنی کہتے ہیں" اس کے بعد آپ خیمہ میں داخل ہوئے اور فرمایا اے زینب۔ اے میری پیاری بہن۔ میرے چھوٹے بچے کو ادھر لاؤ کہ میں اسے وداع کروں۔ زینب نے کہا کہ اس بچے نے تین دن سے پانی نہیں پیا آپ اگر اس کے لئے پانی مانگیں تو شاید لوگ اس بچے پر ترس کھا کر اس کو پانی دیدیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے بچہ کو گود میں لے کر چوما۔ مگر وہ پیاس کا مارا ان کے ہاتھوں میں تڑپ رہا تھا۔ پھر آپ اس بچے کو لیکر مخالفین کے سامنے گئے اور کہا، تم نے میرے ساتھیوں کو قتل کر ڈالا ہے۔ اب اس بچے کے سوا کوئی باقی نہیں۔ اس کو پانی دو۔ آپ یہ کہہ ہی رہے تھے کہ کسی بدکار، ناہنجار، باغی نے ایک زہریلا تیر مارا جو اس بچے کے گلے میں آ کر لگا اور مظلوم بچہ

وہیں دم توڑ کر رہ گیا۔ درد مند باپ اس کا خون پونچھتا جاتا تھا اور یہ الفاظ منہ سے نکل رہے تھے اللھم اشھد علی ھؤلاء القوم۔ الٰہی تو ان لوگوں کے سلوک کا گواہ رہ۔"

حوالے۔ (۱) شہید اعظم ج ۲ ص ۱۹۱ (۲) نور العین ابو اسحاق اسفرائنی ص ۳۹ ۱۳۹ھ

(۶) "فرماہ بسہم مسموم فوقع فی حلق الطفل فذبحہ من الاذن الی الاذن ــــــ فانقلب الصبی علی یدی الحسینؑ فصاح واولداہ واقرۃ عیناہ وھو ینظر الی وجہ ابیہ وتبسم ومات فبکی الحسینؑ بکاء شدیدا ــــــ وناولہ بامہ رباب وقال لھا یا رباب ــــــ فانہ لا یظمأ بعد ذلک ابدا۔"

(حرملہ) نے اس کو (علی اصغر کو) ایک زہر میں بجھا ہوا تیر مارا جو بچے کے حلق پر پڑا اور بچہ ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح ہو گیا ــــــ بچہ امامؑ کے ہاتھوں پر تڑپا۔ امامؑ نے بلند آواز سے فریاد کی۔ ہائے بچے۔ ہائے میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔ اور علی اصغر جو اس وقت اپنے باپ کا چہرہ دیکھ رہے تھے مسکرائے اور شہید ہو گئے امامؑ بہت شدت سے روئے ــــــ اور

اصغر کو ان کی ماں رباب کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا اے رباب
اب یہ کبھی پیاسے نہ ہوں گے۔ ——

حوالہ۔ نبار الاسلام ص۳

(۷) "مگر ایسا اضطرار نہ تھا کہ حضرت اسماعیل کو (جناب ہاجرہ) ساتھ لے جاتیں لیکن امام حسینؑ ایسے مضطر تھے کہ علی اصغر کو سعی آب میں ہمراہ لائے۔ شاید حضرت کو ظن غالب اس کا ہو گیا ہو گا کہ جب تک پانی لاؤں گا اُس وقت تک کام ان کا تمام ہو جائے گا پس حضرت علی اصغر کو گود میں لئے ہوئے سامنے صفوف لشکر کے کھڑے ہوئے اور علی اصغر کو ہاتھوں پر اس قدر بلند کیا کہ سفیدی بغل نمایاں ہو گئی اور بآواز بلند پکارے

أیا ساکنی شام ویا اهل کوفة فهل هکذا اوصی النبی المکرم

ثلاث لیال قد مضین علی الولاء بأیا مها والماء علینا محرم"

ترجمہ اشعار۔ اے کوفہ اور شام کے رہنے والو۔ کیا محترم نبی نے تم کو ایسی ہی وصیت کی تھی جیسی روش ظلم تم نے اپنائی ہے —— کہ مسلسل تین راتیں اور تین دن ہم پر اس طرح گذرے ہیں کہ ہم کو پانی سے محروم رکھا گیا ہے۔

حوالہ۔ نبار الاسلام ص۱۷۰

(۸) بر مرکب سوار شده خواست که بمیدان رود ناگاه خروش عظیم ـــ از خیمه بسمع مبارک رسید از سبب آں پرسید ـ گفتند ـــ علی اصغر از تشنگی زاری می کند شیر در پستان مادرش خشک شده و آں طفل شیر خواره بهلاکت نزدیک گشته ـــ امام مظلوم او را ـــ نزدیک صف سپاہ مخالفان رفته بر روئے دست آوردہ آواز داد که اے قوم اگر بزعم شما من گناہ کردہ ام ایں طفل بارے ہیچ گناہ ندارد ویرا یک جرعہ آب دہید که از غایت تشنگی شیر در پستان مادرش نماندہ آں جفاکاران گفتند ـــ بے حکم پسر زیاد یک قطرہ آب نبود فرزندان تو دہیم ـــ حرملہ بن کاہل اسدی تیرے درکشیدہ ـــ آں تیر بر حلق علی اصغر گذارہ کردہ در بازوئے امام حسینؑ نشست "

ترجمہ ـ امام حسین علیہ السلام نے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان کا رُخ کرنا چاہا تھا کہ اچانک خیمہ سے ـــ رونے کا شور بلند ہوا۔ امامؑ نے آواز گریہ سن کر رونے کی وجہ پوچھی ـ اہل حرم نے کہا ـــ علی اصغر پیاس کی وجہ سے رو رہے ہیں ان کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے اور شیر خوار ہلاکت کے قریب جا پہنچا ہے ـــ امام مظلوم علی اصغر کو ـــ دشمن فوج کی صفوں کے قریب لائے اور

ہاتھوں پر اٹھا کر لشکرِ شام کو آواز دی کہ اے قوم اگر تمہارے خیال میں میرا کوئی گناہ ہو تب بھی یہ بچہ یقیناً بے گناہ ہے۔ اسے ایک گھونٹ پانی دے دو کیونکہ پیاس کی شدت سے اسکی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ اس پر ان جفا کاروں نے جواب دیا —— حکم ابن زیاد کے بغیر ہم آپ کو یا آپ کے بچوں کو ایک قطرہ پانی نہیں دے سکتے —— حرملہ بن کاہل اسدی نے ایک تیر پھینکا —— جو علی اصغر کے حلق سے گذر کر امام حسینؑ کے بازو میں پیوست ہو گیا ——

حوالہ :۔ روضۃ الشہداء ص ۳۲۵

جناب علی اصغر کی شہادت کی دوسری تفصیل کے لئے حسب ذیل حوالے ملاحظہ ہوں :۔

(۱) " ثم جلس الحسین علیہ السلام امام الفسطاط فاتی بابنہ عبد اللہ بن الحسین علیہ السلام وھو طفل فاجلسہ فی حجرہ فرماہ رجل من بنی اسد بسھم فذبحہ "

ترجمہ :۔ شہادت جناب قاسم کے بعد امام خیمہ کے سامنے آکر بیٹھ گئے اور آپ کے فرزند عبد اللہ کو لایا گیا جو بچے تھے

امامؑ نے اس بچے کو گود میں بٹھا لیا۔ بنی اسد کے ایک شخص نے تیر مار کر اس بچے کو ذبح کر دیا۔

حوالہ۔ ارشاد مفید ص ۲۲۴ مطبوعہ طہران ۱۳۷۷ھ

(۲) ودعا الحسین بابنه عبد الله وهو صغیر فاجلسه فی حجره فرماه رجل من بنی اسد فذبحه۔

ترجمہ۔ امامؑ نے اپنے کمسن فرزند عبداللہ کو مانگ کر اپنی گود میں بٹھایا اور اسی وقت بنی اسد کے ایک شخص نے بچے کو ایک تیر مار کر ذبح کر دیا۔

حوالہ تاریخ کامل جلد ۴ ص ۳۳

(۳) ولما قعد الحسین اتی بصبی له فاجلسه فی حجره زعموا انه عبد الله بن الحسین قال ابو مخنف قال عقبه بن بشیر الاسدی قال لی ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین ان لنا فیکم یا بنی اسد دما قال قلت فما ذنبی انا فی ذلک رحمك الله یا با جعفر وما ذلك قال اتی الحسین بصبی له فهو فی حجره اذ رماه احدکم یا بنی اسد بسهم فذبحه۔

ترجمہ۔ جب امام حسینؑ (خیمہ کے سامنے) بیٹھ چکے تو آپ کے

پاس آپ کا ایک بچہ لاگیا جسے آپ نے اپنی گود میں بٹھالیا۔ اس بچہ کے بارے میں لوگوں کا خیال ہے یہ عبداللہ بن حسین تھے۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ عقبہ بن بشیر اسدی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو جعفر امام محمد باقر بن علی بن حسین نے فرمایا کہ اے بنی اسد تمہارے ذمہ ہمارا ایک خون ہے۔ عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا اس میں میری خطا اور ذمہ داری کیا ہے۔ خدا آپ پر اے ابو جعفر رحمت نازل کرے۔ اور وہ خون کون سا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حسینؑ کے پاس ان کا بچہ لایا گیا۔ وہ بچہ آپ کی گود میں تھا کہ تمہارے قبیلہ بنی اسد کے ایک شخص نے تیر مار کر اس بچہ کو ذبح کر دیا۔

حوالہ۔ طبری حصہ دوم جلد اول ص ۳۶۰، ۳۶۱

(۴) ثم استتم بعمامة وجلس فدعا بصبي له صغير فاجلسه في حجره فرماه رجل من بني اسد وهو في حجر الحسين بمشقص فقتله۔

ترجمہ۔ پھر امامؑ نے عمامہ سر پر باندھا اور اپنے کمسن بچہ کو بلا کر گود میں بٹھایا۔ اسی وقت بنی اسد کے ایک شخص نے بچہ کو تیر مار کر قتل کر دیا۔ بچہ امام کی گود میں تھا اور لگنے والے تیر کا پھل چوڑا تھا۔

حوالہ۔ الاخبار الطوال ص ۲۵۵

مذکورۂ بالا عبارتوں سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ناسخ التواریخ۔ مقتل ابی مخنف۔ روضۃ الاحباب۔ تاریخ احمدی۔ خصائص حسینیہ۔ نور العین اسفرائنی۔ روضۃ الشہدا۔ شہید اعظم۔ نبار الاسلام اور اعثم کوفی جس کا حوالہ آئندہ آئے گا۔ دس کتابیں جناب علی اصغر کی شہادت کے سلسلہ میں حسب ذیل باتوں پر متفق ہیں اور ان مسلم مورخین سے غیر مسلم مورخ میسو ماربین بھی متفق ہے کہ

(۱) جناب علی اصغر بہت پیاسے تھے (آپ کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا تھا۔ پیاس کی شدت سے علی اصغر رو رہے تھے اور ان کے رونے نے اہلِ حرم کو رُلایا۔ علی اصغر شدت عطش سے امامؑ کے ہاتھوں میں آکر تڑپ رہے تھے یہ تفصیل بھی ان کتابوں میں ہے چاہے سب میں نہ ہو)۔

(۲) امامؑ بچہ کو میدان میں دشمن فوج کے سامنے لائے اور علی اصغر کے لئے پانی مانگا۔

(۳) حرملہ نے علی اصغر کو تیر مار کر شہید کیا۔

مذکورۂ بالا دس کتابوں کی بیان کردہ تفصیل کے برخلاف۔ ارشاد۔ کامل۔ طبری اور الاخبار الطوال میں جناب علی اصغر کی شہادت خیمہ کے سامنے لکھی ہے۔ جبکہ آپ امام کی گود میں بیٹھے تھے۔ اور بنی اسد کے

ایک شخص نے تیر مار کر آپ کو شہید کر دیا۔

ان چودہ[۱۴] کتابوں میں سے کسی کتاب میں بھی یہ نہیں ہے کہ تیر کسی اور کو مارا گیا تھا مگر وہ تیر اپنے نشانہ پر لگنے کے بجائے جناب علی اصغر کو لگ گیا بلکہ سب یہی کہتے ہیں کہ تیر آپ کو مارا گیا لہذا شہادت علی اصغر اتفاقیہ تھی صرف بے بنیاد بحث ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ 'مجاہدہ کربلا'، 'شہید انسانیت' اور 'لواعج الاحزان' کی عبارتوں سے بھی تیر کا بے ارادہ لگ جانا ثابت نہیں ہوتا۔ 'مجاہدہ کربلا' ص۱۳۲ پر درج ہے "حرملہ بن کاہل اسدی نے تیر بچہ کی گردن پر لگایا" لگایا کے بعد ارادہ قتل واضح ہے۔ شہید انسانیت طبع اول کے صفحہ ۵۸۴ پر درج ہے۔ حرملہ بن کاہن اسدی کے تیر نے ـــــ کام تمام کر دیا۔ اور اسی طرح 'لواعج الاحزان ص۱۷۸' مطبوعہ دہلی کی عبارت "ناگاہ ایک بے رحم کا ایسا ایک تیر زہر آلود آکے لگا کر حلقِ نازک سے پار ہو گیا" سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تیر مارنے والے نے تیر کسی اور کو مارا تھا جو جناب علی اصغر کو لگ گیا تاکہ شہادت اتفاقیہ قرار دی جا سکے۔ کیونکہ دونوں عبارتوں میں صرف تیر لگنے کا ذکر ہے اور اس کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ لگنے والا تیر علی اصغر کا نشانہ لے کر پھینکا گیا تھا یا کسی اور کو نشانہ بنایا گیا تھا اور جناب علی اصغر کو

لگ گیا جبکہ لگنے والا تیر دونوں طرح کا ہو سکتا ہے لہذا کوئی وجہ نہیں ہے کہ صرف ابہام سے غلط نتیجہ نکال کر شہادت کو اتفاقیہ قرار دیا جائے۔ شہادت کے غیر اتفاقیہ ثابت ہو جانے کے بعد شہادت جناب علی اصغر کے سلسلہ میں حسب ذیل باتوں میں اختلاف باقی رہ جاتا ہے :۔

۱۔ شہادت خیمہ کے سامنے ہوئی یا میدان میں۔

۲۔ امامؑ نے جناب علی اصغر کے لئے پانی مانگا یا نہیں۔ کیونکہ پانی مانگنا پیاس کی ایک دلیل ہے جس سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ پانی نہ ہونے کی بنا پر پیاسے تھے اور پانی مانگنے کی بنیاد پر پانی کے وجود کی تمام روایتیں امامؑ کے ارشاد کے مطابق غلط قرار پا جاتی ہیں۔

۳۔ جناب علی اصغر امامؑ کے ہاتھوں پر تھے یا امامؑ کی گود میں تھے۔

ابتدا میں جن دس کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے ان کی عبارتوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ جناب علی اصغر کو امامؑ میدان میں لائے۔ آپ کے لئے دشمن سے پانی مانگا اور آپ امامؑ کے ہاتھوں پر تھے جب حرملہ نے تیر مارا البتہ بعد کی چار کتابیں اس بات پر متفق ہیں کہ شہادت خیمہ کے سامنے ہوئی۔ بچہ آپ کی گود میں بیٹھا تھا کہ قاتل کا

تیر لگا۔ لیکن ان چاروں کتابوں میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

۱۔ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والا بچہ علی اصغر تھے۔ جیسا کہ ارشاد اور کامل نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے۔

۲۔ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والا بچہ کون تھا اس کا نام درج نہیں ہے جیسا کہ الاخبار الطوال میں ہے۔

۳۔ طبری لکھتا ہے کہ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والا بچہ کون تھا طے نہیں ہے لوگوں کا خیال ہے کہ وہ علی اصغر تھے۔

اس کے برخلاف میدان میں شہادت جن کتابوں میں بیان ہوئی ہے وہ سب متفقہ طور پر جناب علی اصغر کا نام لکھتی ہیں۔ لہذا خیمہ کے سامنے شہید ہونے والا بچہ کون تھا یہ بات مشتبہ قرار پاتی ہے کہ وہ اصغر تھے یا نہیں اور میدان میں شہید ہونے والے علی اصغر تھے یہ بات غیر اختلافی ہے۔ اس کے علاوہ ان چاروں کتابوں میں قاتل کا نام بھی درج نہیں ہے بلکہ صرف اتنا ہے کہ بنی اسد کے کسی شخص نے تیر مارا۔ خلاصہ بحث یہ ہے کہ جن کتابوں نے میدان میں ایک شیرخوار بچہ کی شہادت لکھی ہے وہ متفق ہیں کہ یہ بچہ جناب علی اصغر تھے اور ان کا قاتل حرملہ تھا یعنی یہ کتابیں مظلوم اور ظالم۔ مقتول اور قاتل دونوں کے بارے میں صاف صاف نشاندہی کرتی ہیں۔

لیکن جن کتابوں میں خیمہ کے سامنے ایک کمسن بچّہ کی شہادت درج ہے وہ اختلاف رکھتی ہیں کہ یہ بچہ کون تھا جناب علی اصغر یا کوئی اور۔ صرف ارشاد اور کامل دو کتابوں نے اس بچہ کا نام علی اصغر لکھا ہے۔ طبری مشتبہ ہے۔ الاخبار الطوال میں کسی کا نام درج نہیں ہے۔ اوران چاروں میں قاتل کا قبیلہ بیان ہوا ہے۔ قاتل کا نام مذکور نہیں ہے۔ لہذا یہ کتابیں مقتول اور قاتل دونوں کے بارے میں صاف صاف نشاندہی نہیں کرتی ہیں۔ اب آپ کے سامنے اعثم کوفی کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے جو شہادت جناب علی اصغر کی اس اختلافی گتھی کو سلجھاتا ہے کہ دو بچے شہید ہوئے ایک خیمہ کے سامنے جو علی اصغر نہ تھے اور دوسرا بچہ میدان میں شہید ہوا جو علی اصغر تھے۔

اسی مورخ (اعثم کوفی) کے موافق :۔

"اب حسین ابن علی تنہا رہ گئے کوئی ایک شخص بھی پاس نہ رہا صرف سات برس کا بھتیجا عمر نام اور بھائی کا شیر خوار پوتہ باقی تھا۔ آپ گھوڑے پر سوار عورتوں کے خیمہ کے دروازہ تک تشریف لائے اور کہا میرے بھتیجہ کو میرے پاس لاؤ کہ اسے دیکھ کر رخصت کردوں۔ عورتوں نے اس شیر خوار کو آپ کے دست مبارک پر رکھ دیا۔ آپ اسے پیار کر رہے تھے کہ ناگاہ ایک تیر اس بچّہ کے

سینہ پر لگا، اسی وقت جان بحق ہو گیا ——— پھر گھوڑے سے اتر کر تلوار سے گڑھا کھودا اور اس بچہ کی نعش دفن کر دی اور اس کے بعد اپنے شیر خوار بچے علی اصغر کو جو پیاس کی شدت سے نہایت مضطرب تھا۔ اپنے آگے زین پر رکھ کر صفوں کے سامنے لے گئے اور آواز دی۔ اے ظالم قوم اگر تمہارے خیال میں میں گناہگار ہوں تو اس بچے نے تو کوئی خطا نہیں کی ہے اسے ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ حسینؑ ابن علیؑ کی آواز سن کر ان میں سے ایک شقی نے حضرت کی طرف تیر مارا جو شیر خوار کے گلے کو چھیدتا ہوا حضرت کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ تیر کے نکالتے ہی بچے کی روح پرواز کر گئی۔ امیر المومنین لاش لے کر آئے اور اس کی ماں کو دیکھ کر کہا۔ لے، تیرا بچہ حوض کوثر سے سیراب ہو گیا"۔

حوالے۔ (۱) شہید اعظم ج ۲ منہ ۱۹۰، ۱۹۱ (۲) اعثم کوفی ص ۳۴۲، ۳۴۳ مطبوعہ یوسفی دہلی ۱۳۶۳ھ ۱۹۴۴ء

اعثم کوفی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دو بچے شہید ہوئے ایک در خیمہ پر اُس وقت شہید ہوا جب آپ اسے رخصت کر رہے تھے۔ یہ بچہ حضرت کے کسی بھائی کا پوتہ تھا۔ جناب علی اصغر کی شہادت کی وہی تفصیل ہے جو پہلے کی عبارتوں میں بیان ہو چکی ہے۔

غرضکہ پہلی دس کتابوں کی متفقہ تحریر بتاتی ہے کہ میدان میں شہید ہونے والا بچّہ جناب علی اصغرؑ تھے۔ بعد کی چار کتابیں جن میں خیمہ کے سامنے شہید ہونے والے بچّے کا نام اختلافی ہے کہ وہ علی اصغر تھے یا کوئی اور بچّہ۔ اس کے برخلاف اعثم کوفی نے یکجا طور دونوں شہادتیں لکھ کر بات واضح کردی کہ دونوں بچّے الگ الگ ہیں۔ اعثم کوفی کی وضاحت اور پہلی دس کتابوں کی صراحت کے بعد طے ہوجاتا ہے کہ میدان میں شہید ہونے والے علی اصغر تھے۔ جناب علی اصغر کا قاتل قبیلہ بنی اسد کا حرملہ تھا اس کے برخلاف دوسرے شیرخوار بچّے کے قاتل کا نام نہیں معلوم ہے۔ خیمہ کے سامنے شہادت کا بیان جن کتابوں میں ہے ان میں بھی بچّے کے قاتل کا نام نہیں ہے صرف ذکر ہے کہ قاتل قبیلہ بنی اسد کا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ قاتل کا اسدی ہونا ہی اس اشتباہ کا باعث ہوا ہو کہ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والے جناب علی اصغر تھے۔ جن کا قاتل حرملہ اسدی ہے بہرحال ساری کتابوں کو سامنے رکھ کر یہی فیصلہ کرنا ہوگا کہ ارشاد۔ کامل کو غلط فہمی ہوئی کہ جناب علی اصغر خیمہ کے سامنے شہید ہوئے جبکہ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والا بچّہ دوسرا تھا اور جناب علی اصغر میدان میں شہید ہوئے جن کو پانی پلانے کے لئے امامؑ دشمن کی فوج۔

کے سامنے لے گئے تھے۔ اور ہاتھوں پر اُٹھا کر آپ کے لئے پانی مانگ رہے تھے کہ حرملہ کے تیر نے شہید کر دیا۔

میں لکھ چکا ہوں کہ شہید انسانیت اور مجاہدۂ کربلا میں بھی جناب علی اصغر کی اتفاقیہ شہادت درج نہیں ہے۔ لہذا ان دونوں کتابوں کے فاضل مؤلف کو اس کمسن شہید کی اتفاقیہ شہادت کا الزام دینا نادرست ہے البتہ موصوف نے شہید انسانیت طبع اول اور مجاہدۂ کربلا میں شہادت جناب علی اصغر کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس سلسلہ میں مجھے کچھ دوسرے شکوہ ضرور ہیں۔ پہلے دونوں عبارتیں ملاحظہ فرمائیے۔

"حسینؑ کا یہ آخری حربہ تھا جسے وہ میدان جہاد میں سب سے آخر میں استعمال کر رہے تھے انسانیت لرزہ بر اندام تھی جب یہ کمسن بچہ حسین کے ہاتھوں پر تھا اور حرملہ بن کاہن اسدی کے تیر نے اس کی گردن توڑ کر اس کا کام تمام کر دیا۔

(شہید انسانیت طبع اول، ص۵۸ھ)

"امامؑ جب شہادت پر عازم ہو گئے تو در خیمہ پر آکر اس بچے کو دیکھنے کے لئے اہل حرم سے منگوایا بچہ پیاسا ضرور تھا اور یقیناً بہت پیاسا تھا۔ کہتے ہیں کہ آپ نے

دشمنوں سے اس کے لئے پانی مانگا۔ تاریخ کا بیان ہے کہ یہ بھی نہیں تھا۔ بلکہ صرف آپ بچّہ کو گلے سے لگائے ہوئے اسے رخصت کر رہے تھے مگر بے رحم دشمن کو یہ بھی گوارہ نہیں ہوا۔ زمین آسمان کانپ گئے۔ انسانیت نے فریاد کی۔ رحمدلی آٹھ آٹھ آنسو روئی۔ جب حرملہ بن کاہل اسدی نے تیر چلّہ کمان میں جوڑا۔ بچّہ کی گردن پر لگا یا اور بچّہ اپنے باپ کے آغوش میں تمام ہوگیا۔"

مجاہدۂ کربلا ص۱۰۳

موصوف کی مندرجۂ بالا دونوں عبارتوں کے بارے میں مجھے حسب ذیل شکوے ہیں:۔

۱۔ شہیدِ انسانیت میں درج ہے کہ بچّہ امام کے ہاتھوں پر تھا اور حرملہ بن کاہن اسدی نے تیر مار کر شہید کیا جناب علی اصغر کا امامؑ کے ہاتھوں پر ہونا صرف اس روایت میں درج ہے جس میں آپ کی شہادت میدان میں ہونا درج ہے۔ جن کتابوں میں خیمہ کے سامنے شہادت درج ہے ان میں گود میں بیٹھا ہونا درج ہے۔ لہٰذا بچّہ امامؑ کے ہاتھوں پر تھا اس جملہ سے ثابت ہوتا ہے کہ شہیدِ انسانیت میں علی اصغر کی

شہادت میدان میں درج کی جبکہ امامؑ آپ کے لئے پانی مانگ رہے تھے اور اسی لئے آپ کو ہاتھوں پر اٹھایا تھا۔ اس کے برخلاف مجاہدۂ کربلا میں شہادت خیمہ کے سامنے درج کی ہے۔ ایک قلم کا دو کتابوں میں ایک شہادت کا دوطرح سے لکھنا بے معنی سی بات ہے جب تک پہلی رائے کے بدلنے کا ذکر نہ کیا جائے اور تبدیلی رائے کے دلائل نہ لکھے جائیں خصوصاً جبکہ مجاہدۂ کربلا، کے فٹ نوٹ میں درج بھی ہے کہ یہ دراصل شہید انسانیت ہے تو گویا ایک ہی کتاب میں ایک شہادت بے سبب دوطرح لکھی ہے جس کی کوئی وجہ درج نہیں ہے۔

۲۔ جب اعثم کوفی۔ ناسخ۔ مقتل ابی مخنف۔ روضۃ الاحباب۔ تاریخ احمدی۔ خصائص حسینیہ۔ نور العین اسفرائنی۔ روضۃ الشہدا شہیدِ اعظم۔ نباء الاسلام دنش تاریخ و مقاتل کی کتابوں میں پانی مانگنا درج ہے تو فاضل مؤلف کا پانی مانگنے کے لئے یہ لکھنا کہ "تاریخ کا بیان ہے یہ بھی نہ تھا" صرف واضح غلط بیانی ہے جس کا کوئی جواز نہ تھا۔ اور مورخ ہونے کا دعویٰ کرنے والے قلم سے ایسا لکھا جانا نہ صرف نامناسب ہے بلکہ سینہ زوری بھی ہے۔

۳۔ مجاہدۂ کربلا میں لکھا ہے کہ حرملہ کا تیر اُس وقت لگا ہے جب آپ "بچہ کو گلے سے لگائے ہوئے اسے رخصت کر رہے تھے" یہ تحریر بھی بے اصل و بے بنیاد ہے کیونکہ جن کتابوں نے جناب علی اصغر کی شہادت خیمہ کے سامنے لکھی ہے اُن سب نے متفقہ لکھا ہے کہ بچہ گود میں بیٹھا تھا۔ البتہ اعثم کوفی نے جناب علی اصغر کے علاوہ جس دوسرے شیر خوار کی شہادت لکھی ہے جو امامؑ کے کسی بھائی کا پوتہ تھا اور جس کی شہادت خیمہ کے سامنے ہوئی ہے اس کے لئے لکھا ہے کہ "آپ اُسے پیار کر رہے تھے" پیار کرنے کے مفہوم کی تشریح گلے لگانے سے کی جاسکتی ہے اس طرح واضح ہوتا ہے کہ موصوف نے ایک فقرہ اعثم کوفی کا لیا جو شہادت علی اصغر سے متعلق نہ تھا اور دوسرا فقرہ ارشاد وغیرہ سے لیا اور دو مختلف النوع عبارتوں سے ایک نئی عبارت مرتب کر دی۔ مگر ایسا کرنا ذہنوں کو گمراہ کرنا بھی ہے اور تاریخ نویسی کے فن سے دیانت کا سلوک نہ کرنا بھی ہے۔

۴۔ یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ "شہیدِ انسانیت" میں حرملہ کے باپ کا نام کاہن لکھا ہے اور "مجاہدۂ کربلا" میں کاہل لکھا ہے لیکن

زیادہ قابل لحاظ بات یہ ہے کہ ارشاد. طبری- کامل جنھوں نے خیمہ کے سامنے جناب علی اصغر کی شہادت لکھی ہے انھوں نے قاتل کا نام نہیں لکھا ہے صرف قبیلہ لکھا ہے۔ اور جن کتابوں نے میدان میں شہادت لکھی ہے انھوں نے قاتل کا نام مع قبیلہ لکھا ہے۔ جیسے گلے سے لگانے والی عبارت میں دو الگ الگ شہادتوں کے تذکروں سے ایک ایک فقرہ لے کر ایک نئی عبارت بنادی اسی طرح اس موقع پر بھی شہادت علی اصغر کی دو مختلف روایتوں سے ایک ایک فقرہ لے کر شہادت نئے انداز میں لکھ دی۔ حالانکہ اگر خیمہ کے سامنے شہادت کی روایت صحیح مانی تھی تو قاتل کا نام لکھنے کا حق نہ تھا اور اگر قاتل کا نام لکھنا تھا تو شہادت کا میدان میں ہونا لکھنا چاہیئے تھا۔ بغیر دلیل و توضیح جہاں کا فقرہ پسند آیا اسے جس دوسرے فقرے سے چاہا جوڑ دیا یہ تاریخ نویسی نہیں بلکہ علمی دنیا میں من مانی کرنا ہے اور من مانی بہرحال ناجائز ہے۔

اصل مسئلہ شہادت جناب علی اصغر کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس بحث میں اتنا اور لکھنا ہے کہ خیمہ کے سامنے جس بچہ کی شہادت ہوئی وہ جناب علی اصغر نہ تھے اس کی مزید تائید روضۃ الصفا ج ۳ ص ۵۸

سے ہوتی ہے۔ اس صفحہ کی سطر ۳ تا ۵ پر درج ہے:

"عورتوں کے علاوہ مردوں میں امام حسین کے ساتھ صرف امام زین العابدین اور امام حسین کے دوسرے فرزند جو ایک سال کے تھے اور ان کا نام عمر تھا اور ایک آپ کے پوتے باقی تھے۔ جن کے دودھ چھوٹنے کی عمر ابھی نہیں ہوئی تھی۔ امامؑ نے عورتوں کے خیمہ پر جاکر اپنے بھائی کے پوتہ کو رخصت کرنے کے لئے طلب کیا۔ امام اس بچہ کے رخسار پر بوسہ دے رہے تھے کہ ایک تیر نے آکر بچہ کو شہید کر دیا۔"

روضۃ الصفا کی عبارت اعثم کوفی کی تائید کرتی ہے کہ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والا بچّہ علی اصغر نہ تھے بلکہ امام کے بھائی کا پوتہ شہید ہوا تھا۔ صاحب روضۃ الصفا اسی صفحہ ۵۸ کی سطر ۲۱، ۲۲ پر امام حسین کے ایک سالہ بچّہ عمر نامی کی شہادت لکھتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"خیمہ سے امامؑ کے ایک سالہ فرزند کے رونے کی آواز آئی آپ نے اس بچہ کو بلاکر گود میں بٹھایا تھا کہ بنی اسد کے ایک شخص نے تیر مار کر شہید کر دیا۔"

اس عبارت سے بھی واضح ہو گیا کہ یہ بچّہ علی اصغر نہ تھے کیونکہ ان کا نام عمر درج ہے اور سن ایک سال جبکہ جناب علی اصغر کی عمر

متفقہ طور پر چھ ماہ ہے ۔ مقصود صرف یہ ہے کہ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والے علی اصغر نہ تھے ۔ اگرچہ عمر نامی ایک سالہ فرزند حسین کا وجود ثابت نہیں ہے اور کم از کم کربلا میں نہ ہونا طے شدہ ہے ۔

میں نے شہادت جناب علی اصغر کو اس طول کے ساتھ اس لئے پیش کیا کہ اس شہادت سے عطش حتّٰی کہ بچّوں کی شدید پیاس ثابت ہوتی ہے اور پانی مانگنے سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ پانی کے باوجود پیاس کا تصور غلط ہے پانی مانگنے کو جھٹلانا پانی کی جھوٹی روایتوں کی تکذیب کرنے والی ایک دلیل کو کم کرنا ہے اور ان جھوٹی روایتوں کے ناممکن احتمال کو ممکن بنانے کی کوشش کرنا ہے جو تاریخی حقائق کی روشنی میں ناممکن کوشش ہے ۔

اسیروں کا بیان

امام زین العابدین علیہ السلام نے یزید کے دربار میں تقریر کرتے ہوئے پیاس کا ذکر فرمایا ہے اس کی تفصیل آپ پڑھ چکے ہیں ۔

یہاں پر دوسرے اسیروں کے بیانات نقل کئے جاتے ہیں جن میں پیاس کا ذکر ہے ۔

(۱) " فلما سمعت زینب صهیله ۔ اقبلت علی سکینه

وقالت لها قد جاء ابوك بالماء فخرجت سکینه

فرحة بذکرا بيها فرائت الجواد عاديا "

ترجمہ۔ بعد شہادت امام حسین علیہ السلام جب آپ کے گھوڑے

نے درِ خیمہ پر آکر صیحہ کیا تو جناب زینب نے اس کے ہنہنانے کو

سُن کر جناب سکینہ سے فرمایا دیکھو شاید تمہارے بابا پانی لے کر

آ گئے۔ جناب سکینہ باپ کا ذکر سُن کر خوش خوش خیمہ سے باہر آئیں

مگر گھوڑے کو دیکھا کہ خالی کھڑا تھا۔

حوالہ۔ مقتل ابی مخنف صـ۹۴

(۲) جناب زینب نے امام حسین علیہ السلام کی لاش مبارک پر جو

فریاد فرمائی ہے اس میں بھی پیاس کا ذکر ہے۔

" وکانت زینب تقول وامحمدا ———

انا الفدا للعطشان حتیٰ قضیٰ "

ترجمہ۔ جناب زینب فریاد کناں فرماتی تھیں وامحمداہ ———

میں اس پیاسے پر نثار جو پیاسا ہی شہید کیا گیا۔

حوالے۔ (۱) مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ صـ۱۱۰ (۲) ترجمہ بحار صـ۲۴۷

(۳) اسیروں نے علاً پیاس کا اعلان کیا۔

" اما زوار ہ من الناس فا ولهم السجاد

و زینب اخته وسائر اهلبیته ـــــ فاتوها مغبرین۔ جائعین۔ ظامئین۔عطاشا۔ محزونین ؎

ترجمہ۔ امام حسین علیہ السلام کی زیارت انسانوں میں سب سے پہلے امام زین العابدین اور جناب زینب خواہر امام حسین علیہم السلام اور آپ کے اہلبیت نے کی ـــــ یہ سب حضرات قبر حسینؑ پر بال بکھرائے۔ بھوکے۔ پیاسے بلکہ شدید پیاسے اور غمگین حاضر ہوئے؎

حوالہ۔ خصائص حسینیہ ص۱۹۰

چونکہ زائر کا فرض ہے کہ جن مصائب کے ساتھ امام شہید کئے گئے زائر بھی روضہ میں حاضری کے وقت اپنے کو ان تکالیف میں شریک کرکے حاضر ہو۔ چنانچہ اہلبیت علیہم السلام پیاسے اسی لئے حاضر ہوئے کہ امام پیاسے شہید ہوئے تھے۔ آدابِ زیارت پر ان اسیروں سے زیادہ کون عمل کرنے کا حقدار ہوسکتا ہے۔

مرثیہ میں پیاس کا ذکر

اس عنوان میں عام مرثیوں کا ذکر نہیں کیا گیا ہے بلکہ واقعہ کربلا کے وارثوں نے جو مرثیے پڑھے ہیں ان میں جہاں جہاں پیاس کا ذکر آیا ہے۔ اُن مقامات کو یہاں جمع کیا جا رہا ہے تاکہ پیاس کے

یقین میں ہر ممکن استحکام پیدا ہو جائے۔

(۱) خیموں کے جلائے جانے کے بعد جناب زینب جب قتل گاہ میں تشریف لائیں اور بھائی کے جنازے پر فریاد کناں ہوئیں تو آپ نے فرمایا۔

"بابی من ھو العطشان حتّٰی مضیٰ"

ترجمہ۔ میرے باپ اس پر فدا۔ جو دنیا سے پیاسا سدھارا۔

حوالہ۔ ناسخ التواریخ ج ۶ ص۳۱۶

(۲) جناب اُمّ کلثوم نے جناب علی اصغر پر مرثیہ پڑھا۔

"ام کلثوم روتے روتے یہ اشعار پڑھتی جاتی تھیں:

میرا دل اس بچہ پر افسوس کر رہا ہے جسے دودھ چھوٹنے کے قبل ہی دشمنوں نے تیر سے شہید کر دیا۔"

حوالے۔ (۱) شہید اعظم ج ۲ ص۱۹۲ (۲) نور العین اسفرائنی ص۴۰

(۳) جناب دعبل خزاعی جنھوں نے امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر رہ کر اور آپ کے گھر میں ہونے والی مجلس میں مرثیے پڑھے ہیں۔ وہ ایک جگہ کہتے ہیں:

"اے فاطمہ زہرا۔ اے سیدہ زنان عالم۔ اگر آپ ہوتیں اور اپنے پارۂ جگر کو بالب تشنہ فرات پر افتادہ۔ شہید دیکھتیں

تو ضرور اپنے منھ پر طمانچے مارتیں اور مثل پرنالہ کے آنسو چہرہ پر جاری ہوتے"۔

حوالہ۔ شہید اعظم ج ۲ ص۲۸۵

(۴) کوفہ میں صحابی رسولؐ کا مرثیہ۔

بازار کوفہ میں سہل شہروزی نے اسیروں کو دیکھ کر بآواز بلند روتے ہوئے مرثیہ پڑھا:۔

"قتیلا ظمئا ما عله القوم شربة - وقد نهلت منه الرماح و علت"

ترجمہ۔ حسینؑ وہ مقتول ہیں جن کو پانی نہیں دیا گیا بلکہ پیاسا ہی قتل کیا گیا۔ البتہ پیاسے امامؑ کے جسم سے نیزے بار بار سیراب ہوئے۔

حوالہ۔ مقتل ابی مخنف ص۱۰۳

(۵) ہاتف غیبی نے اپنے مرثیہ میں پیاس کا ذکر کیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیاس کا شہرہ افق انسانی سے باہر تک پہنچ چکا تھا۔ جب سر مبارک امام حسین علیہ السلام شام لایا گیا تو لوگوں نے سر امامؑ سے ذکر خدا کی آوازیں سنیں۔ اور اسی وقت کسی ہاتف غیبی نے چند اشعار پڑھے جس کا ایک مصرعہ یہ تھا:

"قتلوك عطشانا ولمّا يرقبوا"۔

ترجمہ - اے حسینؑ تم کو پیاسا قتل کیا اور آپ کا کوئی پاس و لحاظ نہیں کیا -

حوالہ - ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۳۵۱

(۶) صرف صاحب ناسخ کا بیان ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے جناب عباسؑ کی شہادت پر کہا :

"جادلہ علی عطش بماء -"

ترجمہ - عباس نے اپنے نفس سے اس وقت خصوصی جنگ کی جب وہ پانی پر قبضہ کر لینے کے بعد بھی پیاسے رہے -

حوالہ - ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۲۹۱

پیاس کا ردِ عمل

واقعات کی روشنی میں

واقعات کی سچائی کا ایک ثبوت ان کے ردِ عمل کے واقعات سے بھی ملتا ہے۔ مثلاً حدیث ثقلین میں ارشاد فرمایا تھا کہ میں اے مسلمانو تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک میرے اہلبیت اور دوسرے قرآن مجید اور ان دونوں سے وابستہ رہنے والا کبھی گمراہ نہ ہوگا۔ پھر مرض الموت میں فرمایا مجھے کاغذ، قلم دے دو تاکہ ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو۔ اس تحریر کے لکھے جانے کی مخالفت حضرت عمر نے یہ کہہ کر کی کہ ہم کو تحریر کی ضرورت نہیں ہے ہمارے لئے قرآن کافی ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی تحریر کی مخالفت لکھنے سے پہلے نہیں کی جا سکتی۔ سوا اس کے کہ لکھنے سے پہلے معلوم ہو کہ کیا لکھا جائے گا۔ حضرت عمر کے پاس بہر حال علم غیب نہ تھا پھر ان کو تحریر سے پہلے مضمون تحریر کا علم کیسے ہو گیا۔ وجہ صاف اور ظاہر ہے کہ حدیث ثقلین میں بھی فرمایا تھا کہ اہلبیت اور قرآن کا ماننے والا

ہرگز گمراہ نہ ہوگا اور اس تحریر کے لئے بھی یہی فرمایا کہ اس تحریر کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ "گمراہ نہ ہونے" کا فقرہ دونوں جگہ تھا جس نے مفہوم سمجھا دیا کہ حدیث ثقلین میں جو کہہ چکے ہیں۔ وہی اس تحریر میں لکھیں گے۔ حدیث ثقلین ہی نے تحریر وصیت کے مخالف کو وصیت کا مفہوم سمجھا دیا۔ قبل تحریر مفہوم تحریر سمجھ جانے کی واضح ترین دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر نے قرآن کو کافی کہا۔ کافی کہنا خود بتاتا ہے کہ حضور قرآن کے علاوہ بھی کسی دوسری چیز کو ہدایت کے لئے ضروری خیال فرما رہے تھے۔ دوسرے لفظوں میں قرآن کافی ہے تجویز پیغمبرؐ میں ایک ترمیم تھی کیونکہ حضورؐ قرآن اور اہلبیت دونوں کو ضروری قرار دے رہے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ ترمیم تجویز کے بعد ہی آسکتی ہے۔ ترمیم پیش کرنے والے کا تجویز سے باخبر ہونا ضروری ہے لہذا واقعۂ قرطاس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ نے حدیث ثقلین ارشاد فرمائی تھی۔ حدیث ثقلین کا فرمانا اصل واقعہ ہے، واقعۂ قرطاس اس واقعے کے ردعمل کے طور پر سامنے آیا۔ اس مثال کے پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اس اصول کی سچائی کا ایک ثبوت پیش کیا جائے کہ ردعمل کے طور پر پیش آنے والے واقعات اصل واقعہ کا ثبوت اور دلیل ہوا کرتے ہیں غرضکہ ردعمل دلیل عمل ہے کے اصول پر چند واقعات پیاس کے ثبوت کے لئے پیش کئے جاتے ہیں

جن سے واضح ہو جائے گا کہ اگر کربلا میں حسینی کاروان نے غیر معمولی پیاس کی تکلیفیں نہ جھیلی ہوتیں تو واقعۂ کربلا کے بعد پیاس کا ردِ عمل واقعات کی شکل میں سامنے نہ آتا۔ بلکہ جب تیزی سے ردِ عمل سامنے آیا ہے وہ یہ بھی بتاتا ہے کہ ملک میں واقعۂ کربلا خصوصاً پیاس کا چرچا اور شہرہ غیر معمولی تیزی کے ساتھ پھیلا کہ اسیرانِ اہلبیتؑ منازلِ آلام سے بعد میں گذرے پیاس کی خبر ان سے پہلے پہنچی۔

(۱) واقعۂ کربلا کے بعد جب اسیران اہلبیت علیہم السلام کو شام لیجایا جارہا تھا تو راستہ میں قلعہ "کفر طاب" پڑا۔ اہل قلعہ نے دروازہ بند کرکے یزیدی لشکر کو قلعہ میں ٹھہرنے سے روک دیا۔ قلعہ میں قیام کرنے سے محروم ہو جانے کے بعد خولی نے جو یزیدی لشکر کے سرداروں میں سے تھا اہلِ قلعہ سے درخواست کی کہ اگر نہیں ٹھہرنے دیتے۔ تو کم از کم ہم کو پانی دے دو۔ خولی کو جواب ملا:

"گفتند سوگند با خدائے کہ شمارا شربتے از آب بچشانم مگر شما آں مردم نیستید کہ حسین بن علی علیہ السلام را بالب تشنہ شہید کردید؟"

ترجمہ۔ اہل قلعہ نے کہا۔ خدا کی قسم۔ ہم تم کو پانی چکھنے بھی نہ دیں گے کیونکہ تم لوگ وہی تو ہو جنھوں نے حسین بن علی علیہ السلام کو

پیاسا قتل کیا۔"

حوالے۔(۱) ناسخ التواریخ ج ۶ ص۳۴۹ (۲) مقتل ابی مخنف ص۹۶

(۳) شہید اعظم ج ۲ ص۲۴۲

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ قیدی دیر میں پہنچے مگر پیاس کی خبر ان سے بہت پہلے پہنچ گئی تھی۔

(۲) جناب سہل شہرورزی جو صحابی رسولؐ ہیں انھوں نے کوفہ میں اسیروں کو دیکھ کر جو اشعار پڑھے ہیں ان میں بھی پیاس کا ذکر ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ پیاس کا شہرہ اور چرچا کس قدر عام ہو چکا تھا۔ مقتل ابی مخنف ص۱۰۳ کے حوالے سے سہل شہرورزی کا یہ شعر نقل کیا جا چکا ہے۔

قتیلا ظمئا ما علہ القوم شربۃ وقد نہلت منہ الرماح وعلت"

ترجمہ۔ حسینؑ پیاسے قتل کئے گئے۔ آپ کو یزیدی لشکر نے ایک گھونٹ پانی نہ دیا۔ البتہ آپ کے جسم مبارک سے نیزے بار بار سیراب ہوتے رہے۔

(۳) کوفہ میں جناب امیر علیہ السلام کے ایک نامور شیعہ تھے جن کا نام عمیرہ بن عامر ہمدانی تھا حضورؐ اور جناب امیر علیہ السلام سے حدیثیں بھی نقل کی ہیں۔ عمیرہ کوفہ کے مکتب میں معلم تھے۔ اس مکتب میں قاتلان امام مظلومؑ کے لڑکے تعلیم حاصل کرتے تھے۔

ایک دن جناب عمیرہ نے مکتب میں ایک شخص کو پانی پلایا۔ پانی ٹھنڈا تھا۔ پانی پینے کے بعد پینے والے نے امام مظلومؑ کے دشمنوں اور پانی بند کرنے والوں پر لعنت بھیجی۔ مکتب میں سنان کا لڑکا بھی تھا سنان ابن زیاد کا ملازم تھا اور ابن زیاد کے حکم پر لوگوں کا سر قلم کیا کرتا تھا۔ اور قتل امام مظلومؑ میں بھی شریک رہا تھا۔ سنان کے لڑکے نے معلّم سے کہا مجھے اور میرے باپ کو جانتے ہو۔ اور یہ کہکر وہ لڑکا معلّم کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا مجھے غور سے دیکھو۔ معلّم نے پوچھا۔ آخر تیرا مقصد کیا ہے۔ لڑکے نے کہا ابھی پانی پینے کے بعد جو کچھ کہا گیا ہے کیا تم اس سے انکار کر سکتے ہو۔ معلّم نے کہا کیا کہا گیا ہے۔ لڑکے نے کہا حسینؑ پر ظلم کرنے والوں اور پانی بند کرنے والوں پر لعنت بھیجی گئی ہے۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ شمر قاتل ہے اور میرے باپ نے امامؑ کا سر نوک نیزہ پر بلند کیا ہے۔ اور یہ سب حکم یزید کے مطابق ہوا ہے۔ کیا تم نے یہ اعلان نہیں سنا ہے کہ حسینؑ کا ذکر کرنے والے کا سر قلم کر دیا جائے گا۔ معلّم نے کہا اپنے باپ یا ابن زیاد سے اس بات کا تذکرہ نہ کرنا۔ لڑکے نے وعدہ کیا مگر دل میں طے کیا کہ اصل کہنے والے کے بجائے معلّم کی شکایت کرے گا۔ چنانچہ

وہ مکتب سے نکلا۔ کپڑے پھاڑے، اپنے کو زخمی کیا اور حالت بگاڑ کر گھر آیا۔ ماں اسے دیکھ کر بے چین ہوئی۔ لڑکے نے ماں سے کہا کہ معلّم نے پانی پیا اور پانی پینے کے بعد حسینؑ پر ظلم کرنے والوں اور پانی بند کرنے والوں پر لعنت بھیجی۔ میرے ٹوکنے پر مجھے مار مار کر اس حالت تک پہنچا دیا۔ ماں نے صورت حال سے سنان کو باخبر کیا۔ سنان لڑکے کو اسی حال میں لئے ہوئے ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ کیا ہوا تو سنان نے کہا معلّم نے پانی پی کر حسینؑ پر پانی بند کرنے والوں اور ظلم کرنے والوں پر لعنت بھیجی۔ اور اس بچّہ کے ٹوکنے پر اس کا یہ حال کیا۔ ابن زیاد نے عمیرہ کو بلا کر حکم دیا کہ ان کو اس قید خانہ میں بند کر دو جہاں ابو تراب کے شیعہ بند ہیں۔ عمیرہ سے اس قید خانہ میں جناب مختار سے ملاقات ہوئی۔ اور یہی عمیرہ اپنی رہائی کے بعد مختار کی رہائی کا ذریعہ بنے۔ یہ واقعہ یزید کی حکومت کے زمانے کا ہے جبکہ یزید ملعون امامؑ مظلوم کی شہادت کے تین سال کے بعد واصل جہنّم ہو گیا تھا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ عمیرہ کا واقعۂ کربلا کے واقعہ کے سال دو سال کے بعد کا واقعہ ہے۔ اور اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ

امام مظلوم کی شہادت کے بعد شیعوں میں دستور عام ہوگیا تھا کہ وہ پانی پینے کے بعد امام کی پیاس یاد کرتے تھے اور قاتلوں پر لعنت بھیجتے تھے۔ پیاس کی سچائی کا اس سے زیادہ واضح ثبوت کیا ہوسکتا ہے۔

واقعہ کی تفصیل رسالہ ابن نما در احوال مختار مطبوعہ نجف ۱۹۵۰ء کے ص ۹۶، ۹۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔

(۴) جناب مختار کے زمانے کا ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے جو پیاس کا ثبوت فراہم کرتا ہے:-

"عبدالرحمٰن جہنی اور مالک ہیثم مدائنی قبیلہ کندہ سے اور حمل بن مالک محاربی۔ سامنے مختار کے گرفتار ہو کر آئے۔ مختار نے ان سے خطاب کیا۔ اے دشمنانِ خدا کہاں ہیں حسینؑ ابن علیؑ۔ ان سبھوں نے کہا ہم کو جبر سے قتل کرنے کو فرزند رسولِ خداؐ کے بھیجا گیا تھا۔ مختار نے کہا تم احسان کرتے اور ایک کوزہ پانی کا اس امام تشنہ کام کو دیدیتے"۔

حوالہ۔ رسالہ ابن نما در احوال مختار بحوالہ ترجمہ بحار ص ۶۹

(۵) عبداللہ ابن عباس کے پاس بنی اُمیّہ کا ایک شخص آیا اور اس نے ایک جاہل مسئلہ پوچھا جس پر ابن عباس نے برہم ہو کر کہا:

"ثکلتک امک یا عدیم الرائے سئلت عن دم البعوضۃ

فلم لا سئلت عن دم الحسینؑ ابن بنت رسول اللہ

فکیف سفکتم دمہ ——— ومنعتموہ من شرب

الماء الا لعنۃ اللہ علی الظالمین "

ترجمہ۔ اے احمق۔ تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے۔ مچھر کے خون کے بارے میں تو تم نے سوال کیا۔ مگر رسول اللہ کی بیٹی کے فرزند حسینؑ کے خونِ ناحق کے بارے میں سوال نہیں کیا۔ افسوس تم نے کس طرح ان کا خون بہایا ——— اور ان پر پانی بند کر دیا۔ خدا ظالموں پر لعنت کرے۔

حوالہ۔ منتخب طریحی۔ جز اول۔ مجلس ۳ باب ثانی ص ۲

(۶) متوکل نے اپنے عہدِ حکومت میں امام مظلومؑ کی زیارت کی ممانعت کر دی تھی۔ جناب زید مجنون اس پابندی پر بیتاب تھے۔ اسی زمانے میں متوکل کی حبشی کنیز ریحانہ مر گئی۔ اور اس کا جنازہ بڑی دھوم سے اٹھا۔ مقبرہ بنا۔ جناب زید یہ سب دیکھ کر بہت بے چین ہو گئے اور آپ کو امامؑ مظلوم کی بے کسی یاد آ گئی جس نے حسب ذیل الفاظ میں فریاد و فغاں کرنے پر زید کو مجبور کر دیا۔

"واویلاہ وا اسفاہ علیک یا حسینؑ اقتل

بالطف غریبا وحید اظمئانا شہیدا۔

ترجمہ۔ اے حسینؑ آپ کی غربت پر افسوس۔ ہائے آپ کربلا میں بحالت بے وطنی اور بعالم تنہائی پیاسے شہید کئے گئے۔

حوالہ۔ خصائص حسینیہ ص ۱۶۹

بیان دشمن

شہداء اور اسیروں کے بیانات کے بعد دشمنوں کے چند بیانات نقل کئے جاتے ہیں۔ دشمن نے دشمن ہونے کے باوجود پیاس کا اقرار و اعلان کیا ہے۔ دشمن کی گواہی سے زیادہ سچی گواہی پیش نہیں کی جا سکتی۔ دشمن نے عاشورا کے قبل۔ عاشورا کے دن عاشورا کے بعد تینوں مواقع پر پیاس کا تذکرہ کیا ہے۔ عاشورا کے قبل کے بیانات کو ترتیب کے لحاظ سے پہلے پیش کیا جاتا ہے۔ اور ان بیانات سے تین دن کی پیاس کا بھی ثبوت مل جاتا ہے۔

قبل عاشورا

(۱) "ہلال ابن نافع نے عمرو بن حجاج زبیدی سے جو نہر فرات پر پہرہ دینے والی فوج کا سردار تھا، کہا۔ اے عمر، تجربہ

تف ہے میں کس طرح پانی پی سکتا ہوں۔ جبکہ حسینؑ بن علیؑ اور اس کے فرزند پیاس سے ہلاک ہوئے جاتے ہیں۔ عمر نے کہا۔ مجھے یہ حالات معلوم ہیں مگر میرے بس کی بات نہیں ہے۔ میں مقرر کیا ہوا ہوں اور محکوم مجبور رہتا ہے۔

حوالے۔ (۱) اعثم کوفی ص۳۱۴ (۲) ترجمہ بحار الانوار ص۱۸۰

(۳) شہید اعظم ج ۲ ص۱۲۲۔

یہ گفتگو جناب ہلال سے اس وقت ہوئی ہے جب بندشِ آب کے بعد جناب عباس فرات سے بیس مشک پانی لائے ہیں اور عمرو جو پانی روکنے پر مامور تھا اس سے جنگ بھی ہوئی ہے اور بحث بھی۔ اگر ۷ محرم بندشِ آب کا آغاز مانا جائے تو یہ گفتگو آٹھ محرم کی شب کی ہے اور ۸ محرم کی شب کو پیاس کی شدت یہ ہے کہ ہلال کہتے ہیں کہ پیاسے ہلاکت کے قریب ہیں اور عمرو کو بھی پیاس کی اس شدت کا اقرار ہے۔ مگر میرے خیال میں جناب عباس ۷ محرم سے قبل پانی لائے ہیں جس کی مکمل بحث آپ "تحقیق بندشِ آب" کے عنوان میں ملاحظہ کریں گے۔ اور یہ گفتگو زیادہ سے زیادہ ۷ محرم کی شب کو ہوئی ہے۔ بہرحال کسی بھی خیال کو صحیح مانا جائے اس گفتگو سے دوست و دشمن دونوں کا اس بات پر اجماع و اتفاق ثابت ہو جاتا ہے کہ حسینی کاروان عاشورا کے کئی دن

قبل سے پیاسا تھا بلکہ شدید پیاسا تھا۔

(۲) ۷ محرم کو جب مکمل بندش آب ہوگئی ہے ابن سعد نے اس موقع پر ایک شخص کو منادی کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ اس کے واقعہ سے بھی ثبوت ملتا ہے کہ دشمن کو بھی عاشورا کے پہلے سے پیاس کا اقرار ہے:۔

"پھر ایک شخص کو (عبدالرحمٰن حصین ازدی) بلا کر منادی کرائی کہ اے پسر فاطمہ۔ فرزند رسول خدا تجھے پانی کا ایک قطرہ نصیب نہ ہوگا تا وقتیکہ موت کا ذائقہ نہ چکھے گا یا عبیداللہ ابن زیاد کی فرمانبرداری نہ قبول کرلے گا"۔

حوالے۔ (۱) اعثم کوفی ص ۳۴۲ (۲) ارشاد مفید ص ۲۱۲ مطبوعہ طہران ۱۳۰۸ھ

مذکورہ بالا دونوں عبارتوں کے بعد ایک بار پھر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پیاس پر دوست و دشمن دونوں کا اتفاق اور اجماع ہے۔ اور یہ اتفاق صرف عاشورا کے دن کے بارے میں نہیں ہے بلکہ قبل عاشورا خصوصاً ۷ محرم کے بارے میں بھی ہے جو سہ روزہ عطش کا ثبوت ہے۔

بیان دشمن عاشورا کے دن

(۱) جناب بریر نے صبح عاشورا فوج دشمن کے سامنے تقریر کی جس میں

پانی بند کرنے پر یزیدیوں کی سرزنش کی دشمن کی فوج نے جواب دیا۔

"فواللہ یعطش الحسین کما عطش من کان قبلہ"

ترجمہ۔ خدا کی قسم حسینؑ اسی طرح پیاسے رہیں گے جس طرح ان کے قبل والے پیاسے رہے تھے۔

حوالہ۔ ناسخ التواریخ ج ۶ ص۲۰

(۳) صبح عاشور امامؑ نے شامی لشکر کے سامنے اپنے کو پہچنوایا۔ فضائل سُنائے اور سوال کیا۔ بتاؤ کیوں میرے قتل پر آمادہ ہو۔ فوجِ دشمن نے جواب دیا۔

"قالوا قد علمنا ذالک کلہ ونحن غیر تارکیک حتی تذوق الموت عطشا"

ترجمہ۔ دشمنوں نے کہا۔ آپ نے جو کچھ بیان کیا ہے ہم کو سب باتوں کا اقرار ہے مگر اس کے باوجود ہم آپ کو اس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک آپ دنیا سے پیاسے اُٹھ نہیں جاتے۔

حوالے (۱) ناسخ التواریخ ج ۶ ص۲۰۳، ص۲۵۴ (۲) مقتل ابی مخنف ص۴۸ (۳) شہید اعظم ج ۲ ص۱۲۳ بحوالہ مقتل ابی اسحاق اسفرائنی (شہید اعظم کی تحریر کے مطابق امامؑ کی یہ تقریر ۹ محرم کو ہوئی ہے)

(۴۲) امالی صدوق ص۳۴۳ ۔

(۴۳) عاشورا کے دن فوج شام نے امامؑ کے لشکر پر اجتماعی حملہ کیا۔
اس کے بعد کا واقعہ درج کیا جاتا ہے:

"واشتد به العطش فرکب المسناة يريد به الفرات و بين يديه العباس اخوه فاعترضه خيل ابن سعد و فيهم رجل من بنی دارم فقال ويلكم حولوا بينه و بين الفرات فلا تمكنوه من الماء"

ترجمہ۔ جب امامؑ شدید پیاسے ہوئے تو امامؑ مسناۃ پر سوار ہو کر فرات کی طرف چلے امامؑ کے آگے آگے جناب عباسؑ تھے۔ ابن سعد کے لشکر نے آپ کا راستہ روکا۔ بنی دارم کے ایک شخص نے جو فوج شام میں تھا کہا۔ لشکر والو۔ تم پروائے ہو۔ ان کا راستہ روکو اور فرات تک نہ پہنچنے دو تاکہ پانی نہ پا سکیں۔

حوالہ۔ ارشاد مفید ص۲۵۵

بیان دشمن واقعہ کربلا کے بعد

(۱) کوفہ کا ایک لوہار جو کربلا میں فوجِ پسر سعد میں شامل ہو کر گیا تھا۔

وہ بیان کرتا ہے ،

" فارتحلنا الی کربلا وخیمنا علی شاطئ الفرات

وقام القتال فیما بینهم وحموا الماء علیہ وقتلوہ"

ترجمہ ۔ یہ لوہار کہتا ہے کہ ہم لوگوں نے کربلا پہنچ کر فرات کے کنارے خیمے لگائے اور ہم سے اور امامؑ کے ساتھیوں سے جنگ ہوئی ۔ شام کے لشکر نے امامؑ پر پانی بند کر دیا اور آخر کار امامؑ کو قتل کر دیا ۔

حوالہ منتخب طریحی ۔ جز اول ۔ مجلس ۹ ص ۸۳

(۲) امام حسن بصریؒ نے بیان کیا کہ ایک شخص ہمارے پاس آتا تھا ۔۔۔ گفتگو کے وقت اس کے منہ سے بدترین بدبو آتی تھی ۔۔۔۔۔ ایک دن میں نے اس سے بدبو کے بارے میں سوال کر لیا ۔۔۔۔۔ اس نے بتایا کہ میں یزیدی فوج کے اس دستہ میں شامل تھا جو فرات کے گھاٹ کا پہرہ دیتے تھے تاکہ لشکر امام حسینؑ پانی نہ حاصل کر سکے . جو شخص بھی پانی پینے آتا تھا ہم اس کو روک دیتے تھے۔ واقعۂ کربلا کے بعد ایک دن خواب دیکھا کہ قیامت قائم ہو گئی ہے ۔۔۔۔۔ میں نے پیاس کی بنا پر پانی طلب کیا ۔۔۔۔۔ لیکن میدانِ محشر میں کسی نے مجھے پانی نہیں دیا ۔۔۔۔۔

سب نے رسول اللہؐ سے کہا یہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جو فرات کے پہرے پر بیٹھے تھے اور امام حسینؑ کے لشکر کے پیاسوں کو پانی نہیں دیتے تھے۔ حضرت رسول اللہؐ نے ——— فرمایا اس پر قطران ڈال دو ——— جب میں بیدار ہوا تو میں نے اپنے منہ میں یہ بدبو پائی۔ (قطران ایک تیل ہے جو اونٹوں کے ملا جاتا ہے۔)

حوالہ۔ روضۃ الشہداء ص۳۷۲۔

ایک سوال جس کا جواب نہیں ملتا

کتابوں میں کربلا والوں کی پیاس کے بارے میں تمام تفصیلات مندرج ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ تفصیل ایک کتاب میں نہ ملے لیکن مختلف کتابوں کے پڑھنے کے بعد مکمل تفصیل مل جاتی ہے مثلاً پانی بند کرنے کا ارادہ ابن زیاد نے امامؑ کے کربلا میں پہنچنے سے پہلے کیا تھا۔ پانی بند کرنے کی وجہ صرف عداوت نہ تھی بلکہ جنگی حکمت عملی بھی تھی کہ اس کے بغیر امامؑ کے مقابلے میں جنگ جیتنا ممکن نہ تھا۔ بندشِ آب کا آغاز کس تاریخ سے ہوا۔ کتنی بار ابن زیاد کو بندشِ آب کا حکم دینا پڑا۔ اور کیوں۔ کب سے بندشِ آب مکمل طور پر ہوگئی۔ ابن سعد کو

بندشِ آب کے لئے کیا انتظام کرنا پڑا - پیاس کی شدت کتنی تھی. بچوں کا حال کیا تھا - بڑوں کا عالم کیا تھا - امام مظلومؑ کی کیفیت کیا تھی - پانی حاصل کرنے کے لئے کیا کوششیں ہوئیں۔ پیاس کا تذکرہ خدا - انبیاء - معصومین علیہم السلام - شہداء - اسیران اہلبیتؑ دوست - دشمن سب کی زبانی ملتا ہے -

غرضکہ ہر سوال کا جواب مل جاتا ہے لیکن ایک سوال ایسا ہے جس کا کوئی جواب کسی کتاب میں نہیں ملتا۔ کہ بعد شہادتِ امام مظلومؑ آپ کے پس ماندگان کو پانی کب ملا - کس ذریعہ سے ملا کس مقدار میں ملا - برابر ملتا رہا یا نہیں - یہ ایسا سوال ہے جو ابھی تک حل نہیں ہو سکا - شہداء بعدِ شہادت جامِ کوثر سے سیراب ہوگئے مگر اسیر کب تک پیاسے رہے یہ مسئلہ اب بھی تشنہ ہے - اس سلسلہ میں زوجۂ حُرؒ کے نام سے جو روایت پائی جاتی ہے وہ بے بنیاد ہے اس کا کوئی ماخذ نہیں ملتا - بلکہ اس کے غلط ہونے کا اظہار علماء نے کیا ہے - مثلاً بحرالعلوم جناب الحسن صاحب فرماتے ہیں :

"اہلبیت اور بچوں کا روزہ تو وقتِ عصر بھی افطار نہیں ہوا بلکہ شام کو بھی افطار نہیں ہوا - اور روایت زوجۂ حُرؒ ثابت نہیں ہے - بلکہ شہید رابع تو یہ لکھتے ہیں کہ وہ اشقیا راہ کوفہ میں پانی اپنے گھوڑوں کو پلاتے تھے اور جو بچ جاتا تھا وہ لڑکوں کو دکھا کر پھینک دیتے تھے"

حوالہ - نباء الاسلام ص۵۳

باسمہ سبحانہ

بیان تاریخ
کا
دوسرا حصّہ

مورخین کا بیان

بیانِ تاریخ کے دو حصے تھے۔ ایک کربلا سے متعلق افراد کے بیانات اور دوسرے مورخین کے بیانات۔ پہلا حصہ آپ مفصل پڑھ چکے ہیں اب دوسرا حصہ پیش کیا جاتا ہے اس عنوان میں جو مضامین درج ہوں گے ان کی سرخیاں صفحہ سابق پر آپ نے پڑھی ہیں سب سے پہلے مورخین کا بیان نقل کیا جاتا ہے۔ مورخین کے بیان دو طرح کے ہیں:-

۱۔ پیاس کا اجمالی ذکر۔

۲۔ شہیدوں کی پیاس کا خصوصی ذکر

دونوں تذکرے الگ الگ پیش کئے جا رہے ہیں:-

پیاس کا اجمالی ذکر

(۱) مشہور مورخ گبن لکھتا ہے:

"حسین کربلا کے میدان میں پانچ ہزار سواروں میں گھر گئے جنھوں نے دریا اور شہر کے درمیان ان کا سلسلہ آمد و شد منقطع کر دیا۔"

حوالہ۔ شہید اعظم ج ۲ ص۵۷ ۔

(۲) مسٹر جیمس کارکرن نے اپنی تاریخ چین میں لکھا ہے:

''دنیا میں رستم کا نام بہادری میں مشہور ہے۔ لیکن کئی شخص ایسے گذرے ہیں کہ ان کے سامنے رستم کا نام قابل لینے کے نہیں۔ چنانچہ اول درجہ میں حسینؑ ابن علیؑ کا مرتبہ بہادری میں ہے۔ کیونکہ میدان کربلا میں ریت پر تشنگی اور گرسنگی میں جس شخص نے ایسا کام کیا ہو۔ اس کے سامنے رستم کا نام وہی شخص لے سکتا ہے جو تاریخ سے واقف نہیں ——— حسینؑ اور بہتر تن کو آٹھ قسم کے دشمنوں نے تنگ کیا تھا اور اس پر بھی قدم نہ ہٹا۔ چنانچہ چار طرف سے تو دس ہزار یزید کی فوج تھی ——— اور پانچواں دشمن عرب کی دھوپ تھی ——— چھٹا دشمن وہ ریگ کا میدان تھا جو آفتاب کی تمازت میں شعلہ زن اور تنور خاکستر سے زیادہ پُرسوز تھا ——— اور دو۲ دشمن سب سے ظالم بھوک اور پیاس مثل دغاباز ہمراہی کے جس کے برابر عدو نہیں۔ ساتھ تھے۔ اور تشنگی سے جب زبان پھول کر پھٹ جاتی تھی تب ہی ان دو۲ کی خواہش ملتی تھی''

حوالہ۔ شہید اعظم ج ۲ ص۱۹۹ ۔

اس غیر مسلم مورخ کے اس بیان سے۔ پیاس اور اس کی شدت۔

موسم کی گرمی، دھوپ کی تپش اور میدان کی سوزش پر کافی تیز روشنی پڑتی ہے۔

(۳) جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ اپنی کتاب ارشاد میں لکھتے ہیں:

"وحالوا بینه و بین الفرات حتی تمکنوا منه فقتلوه فمضی علیه السلام ظمأن مجاهد"۔

ترجمہ۔ دشمن کی فوج نے آپ پر فرات کا پانی بند رکھا یہاں تک کہ دشمن آپ پر غالب آنے کے قابل ہو سکا۔ چنانچہ غلبہ پاتے ہی آپ کو قتل کر دیا۔ امام مظلوم علیہ السلام دنیا سے پیاسے جہاد کرتے ہوئے اٹھے۔

حوالہ۔ ارشاد مفید فصل ۲ ص ۲۰۵ د ۲۶۸

(۴) علامہ ابوالحسن اربلی اپنی کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ میں دو جگہ لکھتے ہیں:

"ومضی الحسین قتیلا مظلوما ظمآنا"

ترجمہ۔ حسینؑ دنیا سے ——— مقتول مظلوم اور پیاسے اٹھے۔

حوالہ۔ کشف الغمہ ج ۲ ص ۲۵۱

"وکم من کبد حری منعوها ورود الماء و حرموها"۔

ترجمہ۔ امامؑ کے ساتھ کتنے سوختہ جگر تھے جن کو پانی تک پہنچنے سے روک کر پانی سے محروم رکھا۔

حوالہ۔ کشف الغمہ ج ۶ ص ۲۵۶۔

(۵) ابوالفضل بادشاہ حسین صاحب اپنے رسالہ "حسین ان فلاسفی آف ہسٹری" میں لکھتے ہیں :۔

"جس کے تمام لشکر میں مشکل سے ایک آدمی لڑنے کے قابل تھا۔ ضعیف اور متزلزل ڈھانچوں کو جن کو شدتِ عطش اور نقاہت سے بغیر ٹھوکر کھائے چلنا دشوار تھا۔ اب عالم نزع میں ان سپاہیوں سے لڑنا تھا جیسے شجاعوں پر عرب فخر کرسکتا تھا۔"

حوالہ۔ شہید اعظم ج ۲ ص ۱۳۶

(۶) بلند پایہ محقق اور مورخ جناب ریاض بنارسی تحریر فرماتے ہیں :

"ہزاروں ہزار سلطنت دشمنوں کے مقابلہ میں چند نفوس کو بھوک اور پیاس نے دل شکستہ نہیں کیا۔"

حوالہ۔ شہید اعظم ج ۲ ص ۱۳۴

(۷) علامہ جعفر شوستری صاحب خصائص حسینیہ لکھتے ہیں :

"قبر اثنین و سبعین صدیقا ــــــ قتلوا عطشانا و جرحا"

ترجمہ۔ امامؑ کے بہتر ساتھی اور دوست مدفون ہوئے ——
یہ سب کے سب پیاسے اور زخمی شہید ہوئے تھے ۔

حوالہ۔ خصائص حسینیہ ص ۲۴۸

" ومنهم من مات جوعا وفيهم من مات عطشانا
او عراء وقد اجتمع جميع هذه فی الحسين عليه السلام
ولم تجتمع فی غيره "

ترجمہ۔ انبیاء میں بعض بھوک کی وجہ سے شہید ہوئے بعض پیاسے
یا بے سایہ و برہنہ شہید ہوئے۔ لیکن امام مظلوم علیہ السلام میں تمام
مصائب اس طرح جمع ہو گئے تھے کہ آپ کے علاوہ کسی میں
اس طرح جمع نہیں ہوئے ۔

حوالہ خصائص حسینیہ ص ۲۰۲

(۸) علامہ ہروی کا بیان مواعظ حسنہ میں درج ہے :-
" دوست، احباب، عزیز و اقربا، شیر خوار بچے تک ظلم وستم
سے بھوکے پیاسے نہایت بیکسی کے عالم میں ذبح کیے جاتے ہیں "

حوالہ۔ مواعظ حسنہ ص ۹۴ نیز ۱۵۹ و ۱۷۹ پر امامؑ کی پیاس کا ذکر ہے ۔

(۹) واقعۂ کربلا کا مفصل سوانح نگار ملا حسین واعظ کاشفی صاحب
روضۃ الشہداء لکھتے ہیں

"در آں روز (۱۰ محرم) سگان محلہ ضلالت وخوکان بادیہ جہالت سیراب بودند و شیر بچگان بیشہ امامت وکرامت از تاب تشنگی اضطراب می نمودہ"

ترجمہ۔ اس دن (۱۰ محرم) کو صورت حال یہ تھی کہ گمراہی کی گلیوں کے کتے اور میدانِ جہالت کے سور (یعنی یزیدی فوج) سیر و سیراب تھے اور امامت و بزرگی کے کچھار کے شیر بچے پیاس کی شدت سے بے چین تھے۔

حوالہ۔ روضۃ الشہداء ص ۳۳٦۔

شہیدوں کی پیاس کا ذکر

(۱) ظہیر بن حسان اسدی

"ظہیر ان بکاریوں سے بے خبر میدان میں کھڑے تھے پیاس نے ہونٹ خشک کر دیئے تھے"

حوالے۔ (۱) شہید اعظم ج ۲ ص ۵٦ (۲) روضۃ الشہداء ص ۲۷۳

(۲) عبداللہ بن مسلم بن عقیل

"عبداللہ کچھ دیر ٹھہرے رہے۔ جب کوئی مقابل نہ آیا تو پیاس سے مضطرب ہو کر میمنہ لشکر پر حملہ کیا"

حوالے۔ (۱) شہید اعظم ج ۲ ص۱۸۳ (۲) روضۃ الشہداء ص۲۹۸

(۲) فضل بن علیؑ

"و اول کسے کہ از برادران حسینؑ ــــــ تشنہ لب و سوختہ جگر

بساقی کوثر رسید او بود"

ترجمہ۔ امام حسینؑ کے بھائیوں میں سب سے پہلے ــــــ پیاسے

اور سوختہ جگر شہید ہونے والے یہی تھے۔

حوالہ۔ روضۃ الشہداء ص۳۰۳۔

(۳) جناب عباسؑ

"جناب عباس رضی اللہ عنہ اندر گئے۔ اپنے بیوی بچوں سے

ملے۔ انھوں نے شکایت کی کہ ہم پیاسے ہیں۔"

حوالے۔ (۱) شہید اعظم ج ۲ ص۱۸۴ (۲) نور العین اسفرائنی ص ۳۵/۳۶

(۴) جناب علی اکبرؑ

"علیؑ ابن الحسینؑ واپس جا کر تشنہ دہاں ان ظالموں سے

مصروف جنگ ہوئے۔"

حوالے۔ (۱) شہید اعظم ج ۲ ص۱۹۰ (۲) اعثم کوفی ص۳۷۹

(۵) جناب سید الشہداء علیہ السلام

"زخمی کو پیاس بہت شدت کی پیاس معلوم ہوا کرتی ہے

لیکن باوجودیکہ فرات پر پہنچے مگر پیاسے رہے"۔

حوالے۔ (۱) مواعظ حسنہ علامہ ہروی ص۱۵۴/۱۶۴ (۲) مقتل ابی مخنف ص۳۰

تین دن کی پیاس

(۱) " ویحولوا بین الحسین واصحابہ وبین الماء و ذلک قبل مقتلہ بثلاثۃ ایام فمکث اصحاب الحسین عطاشی "۔

ترجمہ۔ اور یہ لوگ فرات اور امام و اصحاب کے درمیان حائل ہوگئے۔ یہ واقعہ امامؑ کے شہید ہونے سے تین دن قبل پیش آیا۔ اس واقعہ کے بعد اصحاب حسینؑ پیاسے رہے۔

حوالہ۔ الاخبار الطوال ص۲۵۳

(۲) وقال یا اختی زینب ناولینی ولدی الصغیر حتٰی اودعہ فقالت لہ ھذا ولدک منذ ثلاثۃ ایام لم یذق الماء۔

ترجمہ۔ امامؑ نے فرمایا۔ اے بہن زینب۔ میرے کمسن بچہ کو مجھے دو تاکہ میں اس سے رخصت ہولوں۔ جناب زینب نے فرمایا۔ بھیا آپ کا یہ بچہ پیاسا ہے اس نے تین دن سے پانی چکھا بھی نہیں ہے۔

حوالہ :- نورالعین اسفرائنی ص ۳۹۔

(۳) کوفہ کے جو شیعہ ابن زیاد کی قید میں تھے ان کو واقعہ کربلا کے بعد شدید افسوس اس لئے تھا کہ ہم مدد نہیں کر سکے۔ چنانچہ ان لوگوں نے رہا ہوتے ہی طے کیا کہ امامؑ کے دشمنوں کو قتل کرتے ہوئے مرجانا چاہیئے۔ سلیمان اور مسیب کی سرکردگی میں شیعوں کا یہ چار ہزار کا لشکر دشمن کے مقابلہ پر جانے سے پہلے کربلا میں امامؑ کی قبر پہ حاضر ہوا۔

صاحب شہید اعظم ج ۲ ص ۲۷۲ پر لکھتے ہیں :

"تین دن تک بے آب و دانہ وہیں سب کے سب رہے۔"

- کھانا، پانی ہوتے ہوئے ان سچے شیعوں نے تین دن تک بے آب و دانہ رہ کر نہ صرف امامؑ کی تین دن کی بھوک پیاس کا عملی ثبوت پیش کیا بلکہ اویس قرنی کی سیرت زندہ کر کے اپنی بلند پایہ محبت کا مظاہرہ بھی کیا۔ اور عملاً اس فرضی بحث کی تردید بھی کردی کہ انسان تین دن بھوکا پیاسا رہ کر زندہ نہیں رہ سکتا۔ آج کے ذہنوں پر سلیمان اور ان کے ساتھیوں کا یہ ایک عظیم احسان ہے۔

(۴) حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب علی اصغر کو دشمن کے سامنے اٹھا کر فرمایا۔

ایا ساکنی شام و یا اھل کوفہ --- فھل ھکذا اوصی النبی المکرم

ثلاث لیال قد مضین علی الولا --- بایامھا والماء علینا محرم

ترجمہ۔ (۱) اے شام اور کوفہ کے رہنے والو --- کیا نبی محترم نے تم کو یہی وصیت کی تھی۔

(۲) کہ تین دن اور تین راتیں ------ ہم پر اس طرح گذر چکی ہیں کہ ہم سلسل پانی سے محروم ہیں۔

حوالہ۔ نباء الاسلام صہ ۲۷۔

(۵) "عمر نے نامہ دیکھ کر ابن حجاج کو پانچ سو سوار ہمراہ کر کے فرات پر معین کیا پس اشقیا درمیان میں حائل ہوئے کسی کو اصحاب حضرت سے ایک قطرہ نہ دیا یہ واقعہ تین دن پہلے حضرت کی شہادت سے وقوع میں آیا"

ترجمہ۔ بحار الانوار صہ ۱۸۶!۔

ساتویں محرم کی پیاس

(۱) ابن سعد با جمیعت بست و دو ہزار پیادہ و سوار، ہفتم محرم در کربلا رسید حائل میان لشکر حسین و شط فرات گردیدہ بر کنار آب بالشکر فرو کشید و صرف آب را از لشکر حسینؑ باز داشتہ عرصہ بر آنجناب تنگ ساخت

چندانکہ چہ جائے یاران و موالیان صغار و کبار اہلبیت ساقی کوثر و شفیع روز محشر محتاج برائے یک قطرہ آب و از تشنگی دل و سینہ بریان و کباب گشتند دریں حالت یزید ہمدانی کہ از لشکریان حسین ابن علیؑ بود بخدمت امام مظلومؑ عرض داشت کہ اگر فرمان رو و پیش ابن سعد رفتہ استجازت آب کنم ارشاد شد کہ اختیار است چوں یزید ہمدانی نزد ابن سعد رفت باد در خورد و سبقت بہ سلام کہ شعائر اسلام است نکرد ابن سعد خطاب با یزید ہمدانی کردہ گفت آیا من مسلمان نیستم

یزید ہمدانی جواب داد وائے بر اسلام تو کہ دعوی مسلمانی میکنی و فرات دریائے است کہ سگ و خوک از آں آب می خورند و حسین ابن علی و برادران و فرزندان و زنان اہلبیت عفت و طہارت از تشنگی جان بلب دارند و تو آب را از ایشاں منع کردہ۔

ابن سعد ۳۲ ہزار پیادہ و سوار کے ساتھ کربلا میں ۷ محرم کو فرات اور لشکر حسین کے درمیان حائل ہوگیا۔ اور نہر کے کنارے اترا اور پانی کو لشکر حسین سے روک دیا۔ عرصۂ حیات آپ پر تنگ کردیا یہاں تک آپ کے دوست اور چاہنے والے چھوٹے بڑے سب ایک قطرہ پانی کے لئے محتاج ہوگئے حالانکہ یہ لوگ ساقی کوثر و شفیع محشر کے اہلبیت تھے۔ اور پیاس کی شدت سے ان کے دل اور سینے گریان

اور کباب ہو گئے تھے ۔ اس وقت یزید ہمدانی نے جو آپ کے لشکر میں
تھے امام مظلوم کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو ابن سعد کے
پاس جاؤں اور پانی مانگوں۔ امام نے فرمایا تمھیں اختیار ہے یزید ہمدانی
ابن سعد کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور سلام نہ کیا حالانکہ سلام اسلامی آداب
میں ہے ۔ ابن سعد نے یزید سے کہا ——— کیا میں مسلمان نہیں ہوں۔
یزید نے جواب دیا کہ تمھارے اسلام پر تُف ہے کہ مسلمان ہونے کا
دعویٰ کرتے ہو ——— اور فرات کے دریا سے کتے، سور تک پانی
پی رہے ہیں مگر امام حسینؑ کے بھائی ۔ اولاد اور عورتیں پیاس سے جاں بلب
ہیں اور تم نے ان پر پانی بند کر رکھا ہے ۔ (تحریر الشہادتین ص ۶۶-۶۷)

تحریر الشہادتین کے علاوہ صحابی امامؑ کا پسر سعد کے پاس جانا اور
ان کے درمیان مندرجہ بالا مکالمہ کا ہونا حسب ذیل کتابوں میں بھی
درج ہے :- (۱) اعثم کوفی ص ۳۷۶ (۲) منتخب طریحی جزدوم مجلس اول ص
(۳) روضۃ الشہداء ص ۲۵۵ (۴) کشف الغمہ ج ۲ ص ۲۵۸ و ۲۵۹ (۵) نفس المہموم ص ۱۱۴
(۵) شہید اعظم ج ۲ ص ۱۲۷

(۲) یہاں تک کہ جمع ہو گئے اس کے پاس چھٹی محرم تک بیس ہزار
پس تنگی کی اُن لوگوں نے جناب امام حسینؑ پر یہاں تک کہ شدت
ہوئی پیاس کی جناب امام حسینؑ پر اور اُن اصحاب پر پس کھڑے

ہوئے امام حسینؑ اور تکیہ کیا اپنی تلوار پر اور بآواز بلند پکار کر کہا کر
قسم دیتا ہوں تم لوگوں کو خدا کی کیا پہچانتے ہو تم مجھے۔
اس کے بعد آپ نے اپنے فضائل سنائے ۔ ———— سب نے
کہا ہم ان باتوں کو جانتے ہیں مگر نہ چھوڑیں گے آپ کو کہ پانی پیجئے
یہاں تک کہ چکھئے مزہ موت کا پیاس میں ————

حوالہ ۔ اسوف ترجمہ لہوف تالیف سعد ابن طاؤس ص ۲۳۳ و ۲۴۴ مطبوعہ
اثنا عشری لکھنؤ ۱۳۲۰ھ

محرم کی پیاس

(۱) "در روز ہشتم محرم در لشکر گاہ حسین آب نماند و آں لشکر
بہ تشنگی مبتلا شدند و اطفال فریاد العطش العطش برکشیدند"

ترجمہ ۔ ۸ محرم کو امام حسینؑ کے لشکر میں پانی نہ تھا۔ پورا لشکر
پیاسا تھا حتیٰ کہ کمسن بچے بھی پیاسے تھے اور العطش العطش کی
آوازیں بلند کر رہے تھے۔

حوالہ ۔ روضۃ الشہداء ص ۲۵۶

(۲) واشتد العطش واصحابہ فقال الحسین لاخیہ العباس
یا اخی اجمع اھلبیتک واحفر وا ئبرا ففعلوا ذلک

فلم یجد، وا فیھا ماء "

ترجمہ۔ جب امامؑ واصحاب امامؑ پر پیاس کی شدت ہوئی تو آپ نے اپنے بھائی جناب عباسؑ سے کہا کہ اپنے اہل بیت کو جمع کرو اور کنواں کھودو۔ کنواں کھودا گیا مگر پانی نہ نکلا۔

حوالہ۔ ابو مخنف نے اپنے مقتل میں ۸ محرم کے واقعات میں مندرجہ بالا واقعہ ص۵۰ پر لکھا ہے۔

۹ محرم کی پیاس

(۱) ۹ محرم کی صبح یا عصر کو پسر سعد نے حملہ کرنا چاہا۔ جناب عباسؑ نے لشکر کو روک رکھا اور امامؑ تک خبر پہنچائی۔ ایک رات کے لئے جنگ ملتوی ہوئی۔ اس موقع پر درج ہے:

" امام حسینؑ پیاسے بیٹھے ہوئے ان لوگوں سے لڑنے کی تدبیر سوچ رہے تھے "۔

حوالہ۔ شہید اعظم ج ص۱۳۰، اعثم کوفی ص۳۰۰

(۲) " القصہ آں شب و روز (۹ محرم) حرب نہ گردند و ملازمان روئے نیاز بدرگاہ حی قیوم آوردہ ہمہ شب گرسنہ و تشنہ بذکر الہی و درود حضرت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم می گزرانیدند۔

ترجمہ۔ قصہ مختصر کہ ۹ محرم کی رات اور دن میں جنگ نہیں ہوئی۔ کاروان حسینی کے تمام افراد خدائے حی وقیوم کی درگاہ میں نیازمندانہ حاضر رہے اور تمام رات بھوکے پیاسے ذکر خدا و مدح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں مصروف رہے۔

حوالہ۔ روضۃ الشہداء ص ۲۵۸

(۳) "چوں شب نہم محرم بہ پایان رسید ——— در معسکر حسین علیہ السلام آب تنکیاب بود اہلبیت و اصحاب سخت تشنہ شدند و شکایت بحضرت حسین علیہ السلام آوردند ابو عبداللہ برادر خود عباس راکرد فرمود چند تن از اصحاب چاہے حضر کنید کہ آب برآورید دریں کرت برفتند و چند بار کاوش کردند۔ آب نیافتند۔

ترجمہ۔ جب ۹ محرم کی رات ختم ہوئی ——— تو امامؑ کے لشکر میں پانی نہ تھا۔ اہلبیتؑ و اصحاب سب سخت پیاسے تھے۔ ان لوگوں نے اپنی پیاس کی تکلیف امام حسین علیہ السلام سے بیان کی۔ امامؑ نے جناب عباس کو بلا کر کہا کہ کچھ ساتھی لے کر کنواں کھودو تاکہ پانی حاصل ہو سکے۔ اس بار ان لوگوں نے بار بار کوشش کی اور کئی کنویں کھودے مگر پانی نہ نکلا۔

حوالہ۔ ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۲۴۳

۱۰ محرّم کی پیاس

"روز عاشورا ---- گرمی کی شدت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی کر قریب صبح کے دس گیارہ بجے کا وقت ہوگا کہ اطفال حسینی کی شدت تشنگی سے ایسی حالت ہو رہی تھی کہ اگر انسان - بریر اور عمر سعد اور نیز حُر بن یزید ریاحی کے مکالمہ کو سُنے تو دل پاش پاش ہو جائے ---- بریر نے جواب دیا ---- رسول خیر الانام کی اولاد شدت تشنگی سے بیتاب ہے اور ان کے نالہ و فریاد اور صدائے العطش سے مابین زمین و آسمان پر ہے ---- اور اس عرصہ میں حُر ---- حضرت کی طرف آئے کہنے لگے ---- اور اولادِ رسول تشنگی سے بیتاب ہے اگر تمھیں یقین نہیں آتا تو میرے ہمراہ آؤ اور دیکھو کہ اطفالِ حسینی کا شدت تشنگی سے کیا حال ہے اُٹھتے ہیں اور زمین پر گر پڑتے ہیں یہ حالت شدت تشنگی تو قریب صبح تھی مگر وقتِ ظہر ان بچوں کا کیا حال ہوا ہوگا اور بوقت عصر ان پر کیا گذری ہوگی اور کس طرح العطش العطش کی صدائیں بلند کی ہوں گی ۔ نہیں نہیں ---- کوئی پیاس کو یاد بھی نہ کرتا تھا ---- اس وقت

کوئی العطش نہ کہتا تھا سب اپنا صدمہ بھول گئے تھے"

حوالہ۔ مواعظ حسنہ علامہ ہروی ص ۲۰۶ تا ۲۰۷

اس عنوان پر زیادہ لکھنے کی ضرورت اس لئے نہیں ہے کہ آپ جناب سید الشہداء اور شہدائے کربلا نیز دشمن کے بیان کے ذیل میں دس محرم۔ کے دن کی پیاس کا ذکر بار بار اور مفصل پڑھ چکے ہیں۔

پیاس کی شدت

اس کتاب کا ایک اہم عنوان "پیاس کی شدت" ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مظلوموں نے پیاس کے باعث کتنا سخت۔ کتنا عظیم اور کیسا محیر العقول امتحان دیا ہے۔ پیاس کی شدت سے جہاں کربلا والوں کے جوہر معلوم ہوتے ہیں وہاں یزیدی مظالم کی حد و انتہا بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ پیاس کی شدت جہاں یزیدیوں کے مکروہ خبیث اور نفرت انگیز چہروں کو بے نقاب کرتی ہے وہاں حسینیوں کے صبر کی منزل معراج کا منظر بھی دکھاتی ہے۔ واقعاتی اور تاریخی طور پر بھی پیاس کی شدت کی اہمیت اس لئے ہے کہ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پیاس کتنے دن کی تھی۔ پیاس کی شدت تین دن کی پیاس کی طرف راہنمائی بھی کرتی ہے اور ان تمام روایات کو قہری طور پر جھٹلاتی ہے

جن میں پانی پائے جانے کا ذکر ہے خصوصاً وہ جھوٹی روایتیں جن میں شب عاشور یا روز عاشورا پانی پائے جانے کا تذکرہ ہے کیونکہ اگر خیموں میں پانی ہوتا تو شدت عطش کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور وہ بھی ایسی ہمہ گیر شدید پیاس جس کے باعث بچے۔ بوڑھے۔ جوان - مرد- عورت - بیمار- انسان - جانور سب بے حد بے چین تھے۔

پیاس کی شدت میں یہاں تین تذکرے پیش کئے جارہے ہیں:

(۱) انسانوں کی حالت کیا تھی (۲) جانوروں کی حالت کیا تھی (۳) عبادتیں کیونکر انجام دی جارہی تھیں -

انسانوں کی حالت

(۱) خداوند عالم نے جناب آدمؑ سے امام حسین علیہ السلام کی پیاس کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

"پیاس کے باعث امامؑ کی نظر اتنی متاثر ہوگی کہ آپ کو زمین سے آسمان تک دھواں بھرا ہوا دکھائی دے گا"

حوالے۔ (۱) ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۱۱۴ (۲) خصائص حسینیہ ص ۱۰۶ (۳) مقتل عوالم ص ۳۰ (۴) منتخب طریحی مجلس سابع - جزاول ص ۹۴

(۲) جناب موسیٰؑ سے خدا نے پیاس کی شدت بیان فرمائی کہ:

"شدید پیاس کے باعث کمسن ہلاکت کے قریب پہنچ جائیں گے

اور بین والوں کی جلد چپٹ جائے گی۔"

حوالے (۱) خصائص حسینیہ ص۱۰۱ (۲) ناسخ التواریخ ج ۶ ص۲۹۴

(۳) جناب امام حسین علیہ السلام نے جناب قاسم کے سوال پر جناب علی اصغر کی شہادت کے سلسلہ میں فرمایا:

"علی اصغر اس وقت شہید ہوں گے جب پیاس کے باعث ان کی روح تک خشک ہو گئی ہو گی"

حوالہ۔ ناسخ التواریخ ج ۶ ص۲۳۵

(۴) صبح عاشور امام حسین علیہ السلام نے یزیدی فوج کے سامنے تقریر فرماتے ہوئے کہا:

"آلِ رسولؐ پیاس کی وجہ سے ہلاک ہو جانے کے قریب ہے۔"

حوالے۔ (۱) ناسخ التواریخ ج ۶ ص۲۵۳ (۲) مقتل ابی مخنف ص۶۰

(۳) روضۃ الشہداء ص۲۶۳ (۴) مواعظ حسنہ ص۲۸۳

(۵) وقتِ جہاد فرمایا:

"مجھے پانی دیدو کیونکہ پیاس کے باعث ہمارے جگر شگافتہ ہوئے جاتے ہیں"

حوالے۔ (۱) ناسخ التواریخ ص۲۹۶ (۲) روضۃ الاحباب بحوالہ تاریخ احمدی ص۲۶۴

(۳) روضۃ الشہداء ص۲۶۰ (۴) شہید اعظم ج ۲ ص۱۵، ۲۰۰ (۵) مواعظ حسنہ ص۱۵۳

(۶) یزید ہمدانی یا بریر ہمدانی نے ابن سعد سے گفتگو میں کہا اور جناب عباسؑ نے یزیدی فوج سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ

"امامؑ اور ان کے ساتھی قریب ہے کہ پیاس کے باعث ہلاک ہو جائیں"۔

حوالے۔ (۱) کشف الغمہ ج ۲ ص ۲۵۸ (۲) منتخب طریحی جزدوم ـ مجلس اول ص ۸ (۳) روضۃ الشہداء ص ۳۱۷ (۴) روضۃ الاحباب بحوالہ تاریخ احمدی ص ۲۶۶ ـ

(۷) جناب حرؑ نے جہاد سے قبل دشمن کی فوج کی مذمت کرتے ہوئے کہا

"تم لوگوں نے امامؑ کے پورے قافلہ پر پانی بند کر رکھا ہے حالانکہ پیاس کی شدت سے سب کے سب بے طاقت ہو رہے ہیں"۔

(۱) ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۲۵۴ (۲) مقتل ابی مخنف ص ۸ (۳) ترجمہ بحار ص ۲۰۲ (۴) ارشاد ص ۲۵ (۵) شہید اعظم ج ۲ ص ۲۴۵، ۱۴۴

(۸) جناب احمد بن حسنؑ یا عبداللہ بن حسنؑ جب میدان جنگ سے پلٹے تو پیاس کی شدت سے آپ کی آنکھیں اندر کو دھنس گئی تھیں اور آپ نے چچا سے پیاس کی تکلیف کی فریاد کی ـ

حوالے۔ (۱) ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۲۸۵ (۲) مقتل ابی مخنف ص ۳۰ (۳) روضۃ الشہداء ص ۳۰۴ ـ

(۹) جناب عون بن علیؑ نے فرمایا :

"میرے بھائی مجھے جلد اجازتِ جہاد دیجئے تاکہ شہادت

میری پیاس کی تکلیف کا علاج بن جائے"

حوالہ۔ روضۃ الشہداء ص ۳۱۵

(۱۰) امام حسین علیہ السلام نے اصغر کو ہاتھوں پر اٹھا کر شامی فوج سے

پانی مانگتے ہوئے فرمایا کہ

"پیاس کی شدت سے ان کی ماں کا دودھ خشک ہوگیا ہے

اور بچہ پیاس سے جاں بلب ہے"

(۱) ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۹۶ (۲) مقتل ابی مخنف ص ۸۳

(۳) روضۃ الاحباب بحوالہ تاریخ احمدی ص ۲۷۲ (۴) اعثم کوفی ص ۳۴۲، ۳۴۶، ۳۴۳

۳۹

(۵) شہید اعظم ج ۲ ص ۱۹۰/۱۹۱ (۶) نباء الاسلام ص ۱۷۰، (۷) مقتل الفرانی

(۸) روضۃ الشہداء ص ۳۲۵ -

(۱۱) "اس وجہ سے پیاس حضرت کی ایسی شدید ہو گئی تھی کہ چشم مبارک

میں حلقے پڑ گئے تھے، منہ خشک ہوگیا، بار بار تیور آنے لگے، آنکھوں کے

سامنے اندھیرا سا چھانے لگا"

حوالہ۔ نباء الاسلام سید ابن صاحب ص ۵۲

(۱۲) وقد شرب کاسا رویا من محبتہ لم یوثرفی حب قلبہ

العطش المؤثر فی شفتیه حتی یبسها وفی لسانه حتی حصل اللون فیه وفی کبده حتی تفتت وفی عینه حتی حال بینه وبین الماء کالدخان "۔

ترجمہ ۔ امام حسین علیہ السلام شربت محبت خدا سے اس قدر سیراب تھے کہ ان کی محبت قلبی کو وہ شدید پیاس بھی متاثر نہ کر سکی جس نے جسم حسینؑ کو شدید متاثر کیا تھا یہاں تک کہ ہونٹ خشک ہوگئے تھے ۔ زبان نے رنگ بدل دیا تھا ۔ جگر ریزہ ریزہ ہوگیا تھا ۔ آنکھوں کے سامنے آسمان تک دھواں پھیلا نظر آتا تھا ۔

حوالہ ۔ خصائص حسینیہ صفحہ ۲۷

(۱۳۱) "وقال لهم قتلتم من معی ولم یبق غیر هذا ولیس لکم علیه ثار وهو یتلظی عطشا فاسعوا الی بشربة ماء"

ترجمہ ۔ امامؑ نے جناب علی اصغر کو یزیدی فوج کے سامنے پیش کرکے فرمایا تم نے میرے تمام رفیق اور ساتھی قتل کروا دیے ہیں اب اس بچّہ کے سوا کوئی باقی نہیں ہے اور یہ کسی طرح تمہارا گنہگار بھی نہیں ہوسکتا ۔ پیاس کی شدت اسے جلائے ڈالتی ہے لہٰذا مجھے ایک گھونٹ پانی دے دو ۔

حوالہ ۔ نور العین اسفرائنی صفحہ ۳۹

(۱۴) ”تشنگی کی یہ شدت ہے کہ چھوٹے بچے شدتِ تشنگی سے اٹھ نہیں سکتے کھڑے ہوتے ہیں اور گر پڑتے ہیں“!

حوالہ۔ مواعظ حسنہ علامہ بردی ص۱۵۸

(۱۵) ”اہلبیتِ نبوت و دیگر یاران و موالیان و دواب از تشنگی بیتاب شدند و از خشکی کام احدے را طاقت گفتار نماند و باشارہ سخن می گفتند“!

ترجمہ — اہلبیت اور تمام دوست و اصحاب بلکہ جانور تک پیاس سے بیتاب تھے۔ زبانوں کی خشکی کے باعث کوئی بات کرنے پر قادر نہ تھا بلکہ اشاروں میں گفتگو کرتے تھے۔

حوالہ۔ تحریر الشہادتین ص۶۹

پیاس کی یہ شدت خود بخود انسان کو یقین دلاتی ہے کہ کربلا والے کئی دن کے پیاسے تھے۔

جانوروں کی حالت

انسانوں کی حالت کے بعد جانوروں کی حالت کا ذکر اس لئے کیا جاتا ہے کہ جانور کی طاقت اور قوتِ برداشت انسانی طاقت اور قوتِ برداشت سے کہیں زیادہ ہوتی ہے مگر کربلا میں پیاس نے صرف انسانوں کو نہیں جانوروں کو بھی اس قدر کمزور اور نڈھال کر دیا تھا

کہ وہ چلنے پھرنے سے معذور ہو رہے تھے ۔ ظاہر ہے کہ یہ کیفیت ایک دن کی پیاس میں نہیں پیدا ہو سکتی تھی بلکہ جانوروں کی پیاس کی شدت خود ایک مستحکم دلیل ہے کہ پانی کئی دن سے ان کو ملا نہ تھا غرضکہ پیاس کی شدت، کئی دن کی پیاس کے یقین میں عظیم استحکام پیدا کرتی ہے ۔

جانوروں کی پیاس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں :

(۱) امامؑ نے جب فرات پر قبضہ کیا تو گھوڑے سے فرمایا

"انت عطشان وانا عطشان واللہ لاذقت الماء حتی تشرب"

ترجمہ ۔ اے گھوڑے تو بھی پیاسا ہے میں بھی پیاسا ہوں مگر خدا کی قسم جب تک تو پانی نہ پی لے گا میں پانی نہیں چکھوں گا ۔

حوالے ۔ (۱) ناسخ التواریخ ص۳۰۱ (۲) مقتل ابی مخنف ص۸۳ (۳) منار الاسلام ص۲۸ (۴) مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ ص۲۷ (۵) ترجمہ بحار ص۲۳۹ (۶) شہید اعظم ج ۲ ص۲۰۲ ۔

(۲) عبداللہ ابن مسلم ابن عقیل کے تذکرہ کے ذیل میں ملتا ہے :

"عبداللہ کا گھوڑا بوجہ بھوک اور پیاس کے تعاقب کا کام نہ دے سکتا تھا"

حوالے ۔ (۱) شہید اعظم ج ۲ ص۱۲۳ (۲) روضۃ الشہداء ص۲۹۷ و ص۲۹۸ ۔

(۳) بذیل عبداللہ بن حسنؓ :

"اسپ عبداللہ قدمے چند برفت فرو ماند۔ واسپ تشنہ و گرسنہ بود"۔

ترجمہ۔ امام حسنؑ کے فرزند عبداللہ کا گھوڑا چند قدم کے بعد چلنے سے معذور ہو گیا کیونکہ بھوکا اور پیاسا تھا"۔

حوالہ۔ روضۃ الشہداء ص۳۰۳

نمازیں تیمم سے ہوتی تھیں

پانی کی نایابی نے پیاس کی شدت بھی پیدا کی جس کا حال آپ نے بھی پڑھا ہے اور پیاسوں کو تیمم سے نمازیں پڑھنے پر مجبور بھی کر دیا۔ چند حوالے ملاحظہ ہوں :

(۱) بقول روضۃ الشہداء :

"چوں آثار صبح ظاہر شد امام حسینؑ بانگ نماز گفت یاران جمع شدہ و تیمم کردہ سنت ادا کردند و فرض را بجماعت گذاردند"۔

ترجمہ بقول روضۃ الشہدا۔ جب صبح ظاہر ہوئی تو امام حسینؑ نے اذان کہی آپ کے اصحاب جمع ہوئے اور تیمم کر کے پہلے سنت نماز ادا کی پھر نماز صبح بجماعت ادا کی۔

حوالے (۱) شہید اعظم ج ۲ ص۱۳۴ (۲) روضۃ الشہداء ص۲۶۲

(۲) اہلبیت نبوت و دیگر یاران و موالیان و دو آب از تشنگی بیتاب شدند و از خشکی کام اندیرا طاقت گفتار نماند و باشارہ سخن می گفتند و باتیمم نماز میگذارند۔

ترجمہ - اہلبیت نبوت اور دوست و اصحاب یہاں تک کہ جانور پیاس سے بیتاب تھے، زبان کی خشکی کے باعث کوئی بات کرنے پر قادر نہ تھا بلکہ اشارہ سے گفتگو کرتے تھے اور نماز تیمم سے پڑھتے تھے۔

حوالہ - تحریر الشہادتین ص۶۹ تالیف شاہ سلامت اللہ مطبوعہ ۱۲ ربیع الآخر ۱۲۵۶ھ

مذکورہ بالا عندرا جات سے قحط آب کی مکمل تصویر نظروں کے سامنے آجاتی ہے اور ان تمام بے بنیاد اور جھوٹی روایات کی مکمل تردید ہو جاتی ہے جن میں غسل وغیرہ کے فرضی تذکرے ہیں۔

کنویں کھودے گئے مگر پانی نہ نکلا

اس عنوان پر لکھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ پیاس کے ثبوت کے ساتھ ساتھ چند بے بنیاد افواہوں کی تردید بھی ہو جائے۔ کنویں کھودنے سے یہ بات واضح ہو گئی کہ پیاس کی وجہ پانی کا قحط تھا ورنہ پانی کی تلاش میں کنویں نہ کھودے جاتے۔ کنویں کھودے گئے

مگر پانی نہ نکلا اس تاریخی ثبوت سے اس خیال کی پُرزور تردید ہو جاتی تھی کہ پانی تھا مگر امامؑ پیاسے تھے۔ اس کے علاوہ یہ بھی واضح ہو گیا کہ پانی کئی دن بند رہا۔ کیونکہ ایک نہیں بلکہ کئی کنوئیں کھودے گئے اور ستر ستر ہاتھ گہرائی تک کھودے گئے مگر پانی نہ نکلا۔ کنوئیں کی کھدائی کا یہ کام نہ ایک دن میں ممکن ہے اور صرف ایک دن کی پیاس اس کی محرک ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ کنوئیں عاشورا کے دن یا رات میں نہیں کھودے گئے۔ عاشورا کا دن جنگ میں گذرا اور شب عاشورا عبادت میں بسر ہوئی جس پر تاریخ کا اتفاق ہے۔ جنگ سے پہلے خیموں کے گرد تین طرف گہری خندق بھی کھودی گئی ہے۔ کنوئیں اس سے پہلے کھودے گئے۔ لہذا کنوئیں کھودنے کا دن ۷ ۔ ۸ محرم ہو سکتا ہے۔ نیز جب پانی نکلا ہی نہیں تو کم از کم کسی پڑھے لکھے کے لئے یہ کہنا ممکن ہی نہیں کہ پانی تھا مگر کھاری تھا۔ جس سے وضو اور غسل ممکن تھا اس کا پینا ممکن نہ تھا۔ یہ مہمل بات یکسر غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ پہلے آپ تاریخ میں کنوئیں کھودنے کا واقعہ پڑھ لیجئے اس کے بعد "کھاری پانی" کے سفید جھوٹ پر مزید تنقید پڑھئے:۔

(۱) "جب حضرت اور متعلقین پر پیاس نے غلبہ کیا تو حضرت عباسؑ کو بلایا اور فرمایا اے بھائی کنواں کھودو۔ کنواں کھودا گیا مگر اس میں

پانی نہ نکلا جس سے پیاس بجھائی جاتی "۔

(۱) شہید اعظم ج ۲ ص۱۸۵ (۲) مقتل ابی مخنف ص۵۰

(۳) ناسخ التواریخ ج ۶ ص۲۴۳

(۲) " نیز گویند کہ چوں لشکر ابن سعد آب فرات را پس پشت گرفتہ فرود آمد و خیمہ گاہ حسینؑ ریگستان بودہ آب ہر گاہ کہ منع کردند چاہ ہا کندیدند تا ہفتاد دست کاریدند آب نہ یافتند "

ترجمہ ۔ راویوں کا یہ بھی بیان ہے کہ چونکہ ابن سعد کا لشکر اس طرح اترا تھا کہ فرات اس کے پیچھے تھی اور امام کے خیمے ریگستان میں تھے لہذا جب پانی بند کر دیا گیا تو پانی کی نایابی کے باعث امامؑ کے ساتھیوں نے متعدد کنوئیں کھودے اور ستر ہاتھ کی گہرائی تک کھودے مگر کسی میں پانی نہ نکلا ۔

حوالہ ۔ تحریر الشہادتین ص۶۹

نمازوں کا تیمم سے ہونا اور پانی کی تلاش میں کنوئیں کھودنا اور پانی کا نہ ملنا قحط آب کا مکمل ثبوت ہے اور تمام فرضی اور جھوٹی روایتوں اور خیال آرائیوں کی مکمل تردید ہے جن میں پانی کا وجود بیان کیا جاتا ہے "پانی کھاری تھا" لہذا وضو اور غسل ممکن تھا صرف ایک جھوٹ ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں ۔ کیونکہ کنوئیں میں پانی نکلا ہی نہیں

لہذا نہ کھاری پانی تھا اور نہ میٹھا پانی تھا۔ نیز نماز یں جب تیمم سے ہو رہی تھیں تو وضو یا غسل کا کوئی سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ یہ کھاری پانی صرف چند دماغوں سے نکلا ہے جو جھوٹ بولتے شرماتے نہیں اور جاہلانہ زور آزمائی کو سرمایۂ افتخار سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے پاس اس کے علاوہ قابلِ افتخار دوسری کوئی چیز ہی نہیں۔

جب پانی تھا ہی نہیں تو کھاری اور میٹھے کا فرق بیان کرنا ایک جہل بات ہے ورنہ پیاس جب موت کی شکل اختیار کرنے لگے تو پیاسا کھاری اور میٹھے کے فرق کو سوچ بھی نہیں سکتا۔

یہ جہل اور رکیک تذکرے۔ ایسی جھوٹی، بے بنیاد اور فرضی باتیں صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو حسینی کارواں سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ وہ حسینی کارواں جس نے مصائب کے متلاطم سمندر کی طوفانی لہروں میں عظیم استقامت کے ساتھ امتحانِ صبر دیا ہے۔ ان لوگوں کو نہ صرف حسینی کارواں سے ہمدردی نہیں ہے بلکہ وہ اس عظیم قربانی کے ساتھ دشمنی کی روش اختیار کرنے میں بھی نہیں چوکتے بشرطیکہ ایسا کرنے کی ضرورت ان کو لاحق ہو جائے۔ کیونکہ ان کو بہر حال ایک "غلطی کرنے والے" کی حمایت کرنا ہے۔ اس حمایت کی بدمستی اب اس منزل پر پہنچی ہے کہ جن غلط روایات میں پانی کا تذکرہ تھا ان کی

سلسل اشاعت و تشہیر کے بعد بخیال خود درایت اور عقلی دلائل کے ذریعہ پانی کا وجود ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور بطور علم سینہ اس بحث کو لوگوں میں منتقل کیا جا رہا ہے کہ اگر پانی نہ تھا تو کربلا میں لوگ حوائج ضروریہ کے بعد طہارت کیسے کرتے تھے۔ اس ذہنی غلاظت کا مظاہرہ کرنے والے یہ بھی نہیں سوچتے کہ یزیدیوں نے بھی انکار عطش نہیں کیا۔ مجھے "ذہنی غلاظت" کا مکروہ لفظ استعمال کرتے ہوئے خود دکھ ہے مگر اس سے کم کوئی لفظ مجھے نہیں مل سکا۔ بہرحال ہم حسینیوں کو ہر بحث و تذکرہ کا علمی جواب صبر و شکر کے ساتھ پیش کرنا چاہیئے۔

اس سوال کے سلسلہ میں پہلی بات مجھے یہی کہنا ہے کہ واقعہ واقعہ ہے اس کے وہ فطری نتائج جو واقعہ کے بعد پیدا ہوں وہ نتائج چاہے کتنے ہی ناگوار و ناپسندیدہ کیوں نہ ہوں صرف ان کی ناگواری کی بنا پر سچے واقعہ کو جھٹلانا ممکن نہیں ہے۔ بیشک یہ کمزور روش شبلی صاحب نے اپنائی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر واقعہ قرطاس کو صحیح مان لیا جائے تو اکابر اصحاب کو حد درجہ کا برا انسان ماننا ہوگا لہذا حضرت عمر کے بارے میں کوئی برا خیال لانے سے اچھا ہے کہ واقعۂ قرطاس کو ہی غلط مان لیا جائے۔ اگر ہم اس روش پر تنقید

کرتے ہیں تو پھر اسے کسی قیمت پر قبول نہیں کر سکتے ۔ پانی نہ تھا۔ ہرگز نہ تھا ۔ ۷ محرم سے بالکل نہ تھا۔ عاشورا کے دن تک مسلسل نہ تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے ہو تاریخ ۔ حدیث ۔ تفسیر کے ذریعہ طے شدہ حقیقت ہے لہذا یہ حقیقت جھٹلائی نہ جائے گی البتہ حوائج ضروریہ کے بعد طہارت کیونکر ممکن ہو سکی اس مسئلہ پر غور کرنا ہوگا اور غور کرنے سے پہلے شریعت کے حسب ذیل مسائل کو ذہن میں رکھنا ہوگا :۔

۱۔ پانی کے نہ ملنے کی صورت میں وضو اور غسل کے بجائے تیمم کرنے کا حکم شریعت نے دیا ہے ۔

۲۔ پیشاب کی طہارت بغیر پانی کے نہیں ہو سکتی اور جس مقدار میں پیشاب لگا رہ جائے اس مقدار کا دونا پانی طہارت کے لئے کافی ہے ۔ یہ مسئلہ ہندوستان جیسے دریائی ملک کے بسنے والوں کی سمجھ میں چاہے بمشکل آئے لیکن شریعت کے احکام ریگستان و نخلستان دونوں کے باشندوں کے لئے ہیں۔

۳۔ پائخانہ کی طہارت میں سوائے بعض صورتوں کے پانی کے ہوتے ہوئے بھی ڈھیلے ۔ پتھر وغیرہ سے طہارت ہو سکتی ہے ۔

۴۔ شریعت سہلہ و کاملہ نے ہر معذور شخص کی معذوری کی آخری

حد کا لحاظ رکھتے ہوئے احکام میں ایسی لچک رکھی ہے کہ کسی معذور کو موقع عذر نہ رہ جائے۔ مثلاً نماز میں قیام۔ رکوع۔ سجدہ سب واجب ہیں بلکہ واجب رکنی بھی ہیں مگر معذور شخص جس کا جسم بالکل حرکت نہیں کرسکتا اگر صرف دل میں قیام۔ رکوع۔ سجدہ کا تصور کرلے تو اس کی تکلیف شرعی ادا ہوجائے گی۔ اور اس کو نمازی قرار دیا جائے گا۔ لہذا پانی کے قحط کی صورت میں طہارت کس حد تک واجب رہے گی یہ ایک مسئلہ ہے جسے کربلا والوں سے زیادہ کسی کو حل کرنے کا موقع نہ ملا کیونکہ ان میں خود شارحِ شریعت امامؑ موجود تھے جو صورت حال کے پیشِ نظر از خود احکام سے مطلع فرمارہے تھے۔

۵ - معذور افراد کے لئے بقدر ضرورت حرام حلال ہوجاتا ہے اور طہارت کے احکام ساقط ہوجاتے ہیں تفصیل ان لوگوں کے احکام میں ملے گی جن کے زخموں سے مسلسل خون جاری ہو یا جن کو سلسل البول، یا ویسا ہی کوئی دوسرا مرض لاحق ہو یا لباس بدلنے سے معذور عورت جب کسی بچہ کی پرورش کررہی ہو۔ یا جب علاج کسی حرام دوا کے استعمال پر منحصر ہوجائے وغیرہ وغیرہ۔

۶ - شہید کو خدا نے مخصوص احکام سے نوازا ہے۔ کہ اس کو غسل

نہیں دیا جاتا۔ کفن نہیں دیا جاتا بلکہ اس کو اس کے خون آلود کپڑوں میں نماز پڑھ کر دفن کیا جاتا ہے۔ شہید کے اس اعزاز پر حیرت کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ وہ راہِ خدا میں قربان ہوتا ہے جبکہ حلال گوشت جانور جو انسانی غذا کی راہ میں قربان ہو سکتا ہے اس کا پیشاب پائخانہ پاک ہے چاہے قربان ہو یا نہ ہو۔

مذکورہ بالا مسائل کے علاوہ حسبِ ذیل واقعات کو بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے:-

۱۔ جناب فاطمہ بنت اسد خانۂ کعبہ میں تین دن مقیم رہیں اور قیامِ کعبہ اسی لئے تھا کہ امامت کے گھر اور اس کے صدف نیز کعبہ کی طہارت کا ایسا واضح منظر دکھایا جائے کہ آیۂ تطہیر کی تشریح بھی ہو جائے اور مریم و ابن مریم کے موازنہ کے ذریعہ امامؑ کی خصوصی طہارت مع طہارت آبا و اجداد بھی واضح ہو جائے۔

یہاں اس واقعہ کا تذکرہ جس مقصد کے لئے کیا گیا ہے اس کی تشریح کی ضرورت نہیں بلکہ صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ خدا جب چاہے، جسے چاہے، جہاں چاہے امکانِ نجاست سے بالاتر بنا سکتا ہے۔

۲۔ جنت میں اہلِ جنت کی صفت یہی بیان کی گئی ہے کہ ان کو

کھانے پینے کے باوجود حوائج کی ضرورت نہ ہوگی۔ جبکہ زیر بحث وہ افراد ہیں جو مسلسل کئی دن سے بھوکے اور پیاسے تھے۔

۳۔ امام نے اہل جنت کی اس صفت کی دنیا میں مثال بیان فرماتے ہوئے تشریح کی ہے کہ جس طرح بچہ شکم مادر میں غذا پاتا ہے مگر حوائج سے بے نیاز رہتا ہے۔ اسی طرح جنتی جنت میں رہیں گے۔

لہذا اگر خدا کربلا کے اپنے مقرب اور مقدس بندوں کو زندگی کے آخری لمحات میں جنت نظیر زندگی سے نواز دے تو کسی تعجب کی ضرورت نہ ہوگی۔

مذکورہ بالا باتوں کے علاوہ واقعات اور انسانی زندگی کی طبعی رفتار کے سلسلہ میں بھی دو باتیں یاد رکھنا چاہئیں:۔

۱۔ پانی ۴ محرم سے بند ہوا ہے مگر تھوڑا بہت آتا رہا ہے لیکن سات محرم سے بالکل بند ہو گیا ہے جس کی مکمل تحقیق و تفصیل آپ بندش آب کی تحقیق کے ذیل میں پڑھنے والے ہیں۔

چار محرم سے ساتویں کی شب تک قلت آب ہے اگرچہ قلت میں شدید اضافہ ہوتا گیا ہے اور سات محرم سے عاشورا کے دن تک قحطِ آب ہے:۔

۲- بھوک پیاس کا تسلسل جسمِ انسانی کے نظام پر جو طبعی اثر ڈالتا ہے اس کے نتیجہ میں حوائجِ ضروریہ کم ہوتے ہوتے معدوم و مفقود ہوجاتے ہیں۔

مذکورہ بالا تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد ایسے احتمالات پیدا ہوجاتے ہیں کہ کربلا والے پانی نہ ہونے کے باوجود شرعاً بلکہ واقعاً پاک و پاکیزہ رہے ہوں۔ امامؑ کی موجودگی میں ان سے بہتر کون تھا جو اپنی شرعی تکلیف پر عمل کرتا۔ لیکن ہم کو مزید زحمتِ تفکّر کی ضرورت نہیں کیونکہ شہدائے کربلا کے لئے زیارت میں ایک فقرہ موجود ہے:

"طبتم و طابت الارض التی فیھا دفنتم"

(تم پاک ہو اور ایسے پاک کہ تمھاری وجہ سے وہ زمین پاک ہوگئی جہاں تم دفن ہوئے)

معصوم کی بتائی ہوئی زیارت کے اس فقرے کے بعد جس میں شہدائے کربلا کو سندِ طہارت دی گئی ہے کسی نجس تصوّر کا امکان باقی نہیں رہ جاتا۔ میں بحث کو ختم کرتے ہوئے شہداء پر سلام کرنا چاہتا ہوں۔ "تم پر سلام جو پاک تھے۔ جنھوں نے مدفن بنا کر زمین پاک کردی اور اپنی محبّت دے کر ہمارے قلب و دماغ کی زمین کو بھی پاکیزہ بنا دیا۔

پیاس کا احترام

ظالموں نے یہاں تک شقاوت و سنگدلی کو راہ دی کہ بلور کے پیالے میں پانی بھر بھر کر امام حسین علیہ السلام کو دکھاتے تھے اور حضرت امام مظلومؑ ان سے اپنے جد امجد حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ دے کر وہ پانی مانگتے لیکن کسی کو رحم نہ آتا اور وہ اشقیا سامنے سے بھرا ہوا بلوری پیالہ ہٹا لیتے تھے اس لئے بزرگان دین اور محبتین اہلبیتؑ نے جام بلور میں پانی پینا مکروہ و خلاف ادب جانا ہے۔ چنانچہ حضرت امام عبدالوہاب شعرانی قدس اللہ نفسہ وطیب رمسہ نے کتاب العہود والمواثیق میں جہاں آداب منقولہ اہلبیتؑ و بزرگان دین نقل فرمائے ہیں۔ اس دلسوز واقعہ کا یوں ذکر فرمایا ہے کہ .... یعنی اور بلور کے کوزہ میں پانی نہ پینا (جو بزرگوں سے منقول ہے) تو اس لئے کہ بیہقی نے نقل کیا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام پیاسے ہوئے ان دنوں میں جب کہ آپ دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے تو وہ لوگ بلور کے کوزہ میں پانی بھر کر آپ کو دکھاتے تھے اور امام مظلومؑ ان سے فرماتے تھے کہ (اپنے برگزیدہ رسول) میرے نانا (ساقیِ کوثر) کے واسطے میں ایک گھونٹ

پانی پلادو۔ پس وہ لوگ کوزہ لوٹا لیتے اور امام حسینؑ کو پانی نہ پلاتے
پس (بزرگوں کے بلوری پیالہ میں پانی پینے کو بُرا جاننے کی یہی وجہ
ہے اور) ایسے اعمال نیتوں پر موقوف ہیں انما الاعمال بالنیات
(غم حسین تالیف حسن میاں پھلواری شریف بحوالہ شہید اعظم صفحہ ۲۰۳/۲۰۴)

حسن میاں پھلواری شریف۔ عبدالوہاب شعرانی۔ بیہقی تینوں
غیر شیعہ ہیں اگر یہ لوگ امام مظلومؑ کی پیاس کا ایسا احترام کرتے ہیں
کہ شیشہ کے برتن میں پانی پینا پسند نہیں کرتے تو ہم شیعوں کا فرض
ہے کہ ہم ان سے بھی بلند تر احترام کریں جبکہ عاشورا کے دن فاقہ
کرنے کا حکم دے کر۔ زیارت کے لئے بھوکا پیاسا حاضر ہونے کی
ہدایت دے کر اور ہر بار پانی پینے پر امام مظلومؑ پر صلوات پڑھنے اور
ان کے دشمنوں پر لعنت بھیجنے کی تاکید فرما کر ہم کو ائمہ علیہم السلام نے
عملاً اور قولاً دونوں طرح پیاس کے احترام کی ہدایت کی ہے۔ مگر
احترام یقین کے بعد ہی عمل میں آسکتا ہے اور افسوس ہے کہ آج
چند شیعہ پیاس کو غلط ثابت کر کے احترام در کنار یقین کو بھی مضمحل
کر رہے ہیں۔ یہی موقع ہے کہ ہم خدا کی بارگاہ میں معصومین علیہم السلام
کے واسطے سے دعا کریں:-

"اے حلیم خدا ہم کو حسینؑ مظلوم کی پیاس کا احترام کرنے والوں

کی صف میں شمار ہونے کی توفیق عطا فرما جیسی توفیق سلیمان اور مسیب کے ساتھی شیعوں کو عطا کی تھی کہ وہ کربلا میں حاضر ہو کر تین دن تک اپنی خوشی سے بے آب و دانہ رہے تھے"۔

پیاسا رکھنے کی سزا

جن لوگوں نے کربلا میں پیاسا رکھنے کے جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ قدرت نے ان کی سزا میں پیاس کی تکلیف ضرور رکھی۔ پیاسا رکھنے والوں کا پیاسا مرنا خود پیاس کی سچائی کی ایک دلیل ہے:۔

(۱) " راویان معتبر گویند بعد از شہادت حسین، ہیچ یک از امراء و سرداران لشکر ابن زیاد سوار و پیادہ و خادم و مخدوم دمے آسائش ندیدند و آب بخوش دلی نخوردند"۔

ترجمہ۔ معتبر راویوں کا کہنا ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ابن زیاد کے لشکر کے بلا استثنا تمام سرداروں نے، سواروں اور پیادوں نے۔ آقا اور غلاموں اور خادموں نے نہ ایک سانس خوشی اور اطمینان کا لیا اور نہ ان میں سے کسی ایک کو خوشدلی سے پانی پینا میسر ہوا۔

حوالے۔ (۱) شہید اعظم ج ۲ ص ۱۷۱ (۲) روضۃ الشہداء ص ۳۴۲

(۲) خود یزید بھی تنہائی۔ کس مپرسی اور پیاس کی حالت میں مرا۔
حوالہ۔ مقتل ابی مخنف ص ۱۴۴

(۳) عمرو بن حجاج زبیدی جو گھاٹ پر پانی روکنے کے لئے معین ہوا تھا۔ جناب مختار کے زمانے میں پیاس کی وجہ سے ہلاک ہوا۔ عمرو بن حجاج مختار کے خوف سے بھاگا بھاگا پھرتا تھا۔ کوفہ سے بصرہ کے خیال سے نکلا مگر بصرہ کے بجائے سراف گیا۔ وہاں بھی جو لوگ چشمہ پر تھے انھوں نے جناب مختار کے خوف سے اپنے پاس سے بھگا دیا۔ عمرو کے چلے جانے کے بعد پھر سوچ کر یہ لوگ اس کو بلانے کے لئے اس کے پیچھے پیچھے گئے مگر عمرو نے اپنے دوستوں کو دشمن سمجھا اور آنے والوں کو مختار کا لشکر سمجھ کر ریگستان کی طرف بھاگ نکلا۔ وقت اور موسم سخت گرم تھا کلب اور طے قبیلوں کی آبادیوں کے درمیان کا یہ ریگستان جس کا نام بیضہ تھا۔ عمرو اور اس کے ساتھی تھک کر اسی ریگستان میں دوپہر کو ایک جگہ لیٹ رہے کہ کچھ آرام مل جائے۔ مگر موت پیاس کی مہیب شکل میں ان پر مسلط ہو چکی تھی چنانچہ سب پیاسے مر گئے اور ان لینے والوں میں سے کوئی ایک بھی پھر دوبارہ

زندہ نہیں اٹھا ۔

حوالہ ۔ الاخبار الطوال ص۲۹۴

باسمہ سبحانہ

بندشِ آب کی تحقیق



پیاس کے موضوع میں سب سے اہم عنوان "بندشِ آب کی تحقیق" ہے - اسی عنوان پر بہت سی چیزوں کی تحقیق منحصر ہے - چھوٹا منھ بڑی بات ضرور ہے مگر اظہارِ حقیقت کے بغیر تحقیق موضوع اور شکوک و شبہات کا ازالہ ممکن نہیں ہے - لہذا لکھنا پڑتا ہے کہ مورخین اور علماء کرام نے اس عنوان پر توجہ نہ دی - اور توجہ نہ دینے کی وجہ سے منافی عطش روایات کے اندراج کی غلطی کے مرتکب ہوئے - نقل در نقل اس غلطی کے تعدیہ کا سبب بنی اور منافی عطش روایات کتابوں میں پھیل گئیں میں اپنی کتاب کے حرف آخر ہونے کا دعویدار نہیں ہوں بلکہ میری تمنا ہے کہ میری تحریر مجھ سے بہتر افراد کی گردش قلم کا سبب بنے - میرا اب تک کا مطالعہ مجھے یہ لکھنے پر مجبور کرتا ہے کہ اس عنوان کی چھان بین نہ کرنے کی غلطی نے منافی عطش روایات کے اندراج کی غلطی کرائی - یہ غلطی نہ صرف طبری کامل اور اخبار الطوال جیسی مشہور سُنی تاریخ کی کتابوں میں نظر آئی بلکہ جناب مفید - جناب طبرسی - جناب مجلسی - جناب قمی جیسے جلیل القدر محدث اور مورخ علماء کرام سے بھی سرزد ہوئی -

میں خود بھی اس کتاب کے لکھنے سے قبل سوچا کرتا تھا کہ ان نیک نیت علماء کرام سے ایسی فاحش غلطی کیونکر ہوئی لیکن اب یہ حقیقت میرے سامنے واضح ہو چکی ہے۔ کہ بندش آب کی عدم تحقیق ان غلطیوں کا سبب بنی ہے میں اپنے پڑھنے والوں سے استدعا کروں گا کہ وہ پورے غور اور کامل فکر کے ساتھ اس عنوان کا جائزہ لیں تاکہ شہادت کی تاریکی تحقیق کے نور کے ہاتھوں کافور بن جائے۔ اور میری غلطی اگر کوئی ملے تو اس پر متنبہ کر کے نظر ثانی کرنے میں میری مدد کریں۔

واقعۂ کربلا کے واقفکار اور ناواقف دونوں کے تحت الشعور اس غلط خیال کے حامل ہیں کہ امامؑ کے کربلا میں پہنچنے کے بعد ظالم کا دباؤ بڑھانے کے لئے ساتویں سے بند کیا گیا۔ اور ابن زیاد نے امامؑ کے کربلا میں مقیم ہو جانے کے بعد پانی بند کرنے کا عظیم ظلم جوش عداوت کی بنا پر بھی کیا اور مزید برآں امامؑ کو بیعت پر مجبور کرنے کے لئے پیاس کے حربہ کو استعمال کیا لیکن تمام مورخین اور علماء کی کتابیں متفقہ طور پر بتاتی ہیں کہ ابن زیاد نے امامؑ کے کربلا پہنچنے سے پہلے طے کر لیا تھا کہ امامؑ کو مع ساتھیوں کے پیاسا رکھا جائے گا۔ اس حقیقت کے واضح ہونے نے میرے ذہن میں ایک نئی انجلائی کیفیت پیدا کی جس نے اس عنوان کے بارے میں ایک نیا اندازِ فکر پیدا کر دیا اور اس اندازِ فکر نے

منتشر واقعات کو ایسے ڈھنگ سے جوڑا کہ بندشِ آب کی حقیقت اس طرح کُھل کر میرے سامنے آگئی کہ بہت سے شکوک و شبہات دُور ہو گئے۔ بندش آب کی تحقیق میں جو کچھ مجھے ملا اسے میں اپنے ذہن کی رسائی نہ سمجھتا۔ بلکہ باب مدینہ علم کی عطا ہے اور اس در سے جو بھیک ملی اسے ہدیۂ ناظرین کر رہا ہوں۔ بندش آب کی تحقیق کم از کم میری نظر میں میرے لئے ایک غیبی عطیہ ہے۔ اس نوازش کا شکریہ میرے حقیر جذبات تشکر کے بس کی بات نہیں ہے لہذا خاموشی ہی کو حد تشکر قرار دیتا ہوں۔

موضوع کا تجزیہ

موضوع کے تجزیہ میں حسب ذیل سوالات پر غور کرنا ضروری ہے:-

۱۔ ابن زیاد نے پانی سے محروم رکھنے کا منصوبہ کب بنایا۔

۲۔ اس منصوبہ کا محرک واقعہ کون ہے۔

۳۔ ابن زیاد نے سب سے پہلے کب اور کسے بندشِ آب کا حکم دیا اور اس کی تعمیل کیونکر ہوئی۔

۴۔ پہلے حکم کے بعد ابن زیاد نے کتنی بار بندشِ آب کا حکم دیا اور کیوں دیا۔ اور ہر حکم پر کیا تعمیل ہوئی۔

۵۔ آخری حکم کے بعد پھر حکم کیوں نہ آیا۔

اگلے صفحات میں ان سوالوں کے جوابات تاریخ کی روشنی میں پڑھے۔

پانی بند کرنے کا منصوبہ کب بنایا گیا

عام خیال کے برخلاف، تاریخ و مقاتل کی کتابیں اس متفقہ تذکرہ سے چھلک رہی ہیں کہ امامؑ کے کربلا میں پہنچنے سے پہلے ہی ابن زیاد نے امامؑ کو پانی سے محروم کرنے کا منصوبہ بنا لیا تھا اور اس منصوبہ پر ۲ محرم کو امامؑ کے کربلا میں اُترتے ہی عمل شروع ہوگیا بلکہ امامؑ کو کربلا میں اُترنے پر مجبور ہی اس لئے کیا گیا کہ اس منصوبہ پر ابتدائی عمل کیا جا سکے۔

واقعہ کی تفصیل ملاحظہ ہو:۔

حُر امامؑ کے ساتھ چل رہے تھے اور طے پایا تھا کہ نہ کوفہ کا راستہ اختیار کیا جائے اور نہ حجاز کا بلکہ درمیانی راستہ طے ہوتا رہے۔ امامؑ نے نینوی میں یکم محرم کو منزل کی۔ ۲ محرم کی صبح کو نماز صبح کے بعد قافلہ کو جلد سوار کرایا تاکہ آگے بڑھیں۔ حر بھی آپ کے ہمراہ چلنے پر تیار ہو چکے تھے کہ اسی وقت ابن زیاد کا قاصد خصوصی فرمان بھی لایا اور حُر پر نگراں بن کر بھی آیا تاکہ ابن زیاد کو صحیح صورت حال سے جا کر خبر دے۔ اس قاصد کی آمد اور بعد کے واقعات طبری کی زبانی سنئے:۔

"قال اذا راکب علی نجیب ——— مقبل من الکوفة فوقفوا جمیعا ینتظرونه فلما انتهی

الیهم فسلم الی الحر بن یزید واصحابه ولم یسلم علی الحسین واصحابه فدفع الی الحر کتابا من عبیداللہ بن زیاد فاذا فیه اما بعد فجعجع بالحسین حین یبلغان کتابی ویقدم علیك رسولی فلا تنزله الا بالعراء فی غیر حصن وعلی غیر ماء وقد امرت برسولی ان یلزمك ولا یفارقك حتی یاتینی بانفاذ امری والسلام ـــــ واخذ الحر بن یزید القوم بالنزول فی ذلك المکان علی غیر ماء ولا قریة فقالوا دعنا ننزل فی هذه القریة یعنون نینوی ـــــ فقال لا واللہ ما استطیع ذلك هذا رجل قد بعث عینا ـــــ ثم نزل وذلك یوم الخمیس وهو الیوم الثانی من المحرم سنہ ۶۱

ترجمہ۔ جب سب لوگ کوچ کے لئے آمادہ تھے اسی وقت ایک سانڈنی سوار ـــــ کوفہ کی طرف سے آتا دکھائی دیا۔ اس کو آتا دیکھ کر سب لوگ اس کے انتظار میں ٹھہر گئے۔ سوار نے قریب پہنچنے کے بعد حرؑ اور ان کے ساتھیوں کو سلام کیا اور حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو سلام نہیں کیا ـــــ حر کو ابن زیاد کا خط دیا۔ جس میں درج تھا کہ جس جگہ تم کو میرا یہ خط اور قاصد ملے اسی جگہ بہر صورت

حسین کو روک دو۔ اور حسین کو ایسی جگہ اتارو جہاں نہ سایہ ہو نہ کوئی قلعہ یا محفوظ جگہ ہو اور نہ وہاں پانی ہو اور میں نے اس قاصد کو حکم دیا ہے کہ تمہارے ساتھ رہے اور اس وقت تک تم سے جدا نہ ہو جب تک کہ تم میرے حکم کی تعمیل نہیں کر لیتے۔ والسلام ــــــــ

اس خط کے بعد حُر نے امامؑ کے پورے لشکر کو بے آب اور بے آباد جگہ پر اُترنے کے لئے مجبور کرنا شروع کیا ـــ امامؑ کے ساتھیوں نے اصرار کیا کہ ہم کو آبادی مثلاً نینوی میں اُترنے دو ــــ حر نے کہا خدا کی قسم میں اس بات پر ہرگز قادر نہیں ہوں کیونکہ یہ قاصد مجھ پر نگراں اور جاسوس مقرر کر کے بھیجا گیا ہے ــــــ چنانچہ امامؑ مجبور ہو کر اتر پڑے۔ اس دن ۲ محرم سنہ ۶۱ھ اور جمعرات تھی ۔؟

حوالے۔ (۱) طبری حصہ دوم جلد اوّل ص ۳۰۸،۳۰۶ (۲) کامل ج ۴ ص ۲۳ (۳) ارشاد ص ۲۳۵ (۴) ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۲۲۳ (۵) الاخبار الطوال دینوری ص ۲۴۹، ۲۵۰ (۶) مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۹۲ (۷) ابوالفدا ج ۱ ص ۹۰ (۸) ترجمہ بحار الانوار ص ۱۸۸،۱۸۷ (۹) روضۃ الشہداء ص ۲۴۸ (۱۰) شہید اعظم ج ۲ ص ۱۱۱ (۱۱) تاریخ احمدی ص ۲۳۶ (۱۲) مثیر الاحزان علامہ نما ص ۳۵ (۱۳) دمعہ ساکبہ ص ۳۲۰، ۳۲۱ (۱۴) نفس المہموم ص ۱۰۱ (۱۵) منتہی الآمال ج ۱ ص ۲۴۱ (۱۶) مقتل عوالم ص ۷۵ (۱۷) جلاء العیون فصل ۱۶

(۱۸) بحارالانوار ج ۱۰ ص۱۹۶ (۱۹) حبیب السیر جزاول از جلد دوم ص۲۰
مطبوعہ بمبئی (۲۰) روضۃ الصفا ج ۳ ص۵ نولکشور لکھنؤ ص۵ ۔

ساری کتابوں کی عبارت نقل کرنے میں بے فائدہ طول ہوجائے گا لہذا صرف حوالے لکھنے پر اکتفا کی گئی ہے ۔ البتہ اُردو داں طبقہ کے مزید اطمینان کے لئے شہیدِ اعظم کی عبارت نقل کی جاتی ہے :

" اسی رد و کد میں نینوی تک پہنچے ۔ جہاں پر آپ اُتر پڑے اور ایک سانڈنی سوار نے آکر ابن زیاد کا خط حُر کو دیا ۔ جس میں لکھا ہوا تھا ۔ میرے اس خط و قاصد کے پہنچتے ہی حسین کو روک کر ایک کھلے ہوئے میدان میں ٹھہرانا ۔ جہاں نہ پانی ہو نہ کوئی محفوظ مقام ہو ۔ میں نے اس قاصد کو حکم دیا ہے کہ تا تعمیل وہ تم سے جدا نہ ہوگا ۔ حُر نے خط پڑھ کر حسین بن علی سے مخاطب ہو کر کہا یہ خط امیر کا آیا ہے ۔ مجھے ہدایت ہوئی ہے کہ میں آپ کو کھلے میدان میں ٹھہراؤں اور تا تعمیل یہ قاصد مجھ سے علیحدہ نہ ہوگا لہذا آپ نینوی سے اُٹھ کر ایسے میدان میں فروکش ہوں جہاں نہ سایہ ہے نہ پانی ہے ۔ آپ نے ارشاد کیا تم ہم کو اب زیادہ تکلیف نہ دو نینوی ہی میں رہنے دو یا اجازت دو تو غاضریہ یا شفشفیہ میں جا کر ہم قیام کریں ۔ حُر بولے میں ایسا نہیں کر سکتا ابن زیاد نے مجھ پر

ایک شخص کو اس امر کی مخبری کو مقرر کیا ہے"۔

حوالہ۔ شہید اعظم ج ۲ ص ۱۱۱۔

چنانچہ امام حسین علیہ السلام ابن زیاد کی تحریر کے مطابق بے آب۔ بے سایہ۔ غیر آباد۔ غیر محفوظ اور بے سبزہ مقام پر اُترے کیونکہ اس صورت حال سے بچنے کا راستہ صرف جنگ کرنا تھا اور ائمہ علیہم السلام و دیگر ہادیانِ دین کبھی بھی جنگ کی ابتدا نہیں کرتے۔ تاریخوں میں اس بات کی صراحت ہے کہ امامؑ بے آب جگہ پر مجبوراً اُترے اور پانی حاصل کرنے کی سہولت سے ۲ محرم ہی کو محروم کر دیئے گئے۔ چنانچہ بعض مفید تاریخی حوالے یہاں اس لئے نقل کئے جاتے ہیں تاکہ بندش آب کے آغاز کی واضح تصویر نظروں میں آجائے ــــ

(۱) "ثم نزل و نزلت اصحابه جميعا وقد كان الحر اسرع وحال بين ماء الفرات وبين الحسين ومن معه۔

ترجمہ۔ پھر کربلا میں امامؑ مع اپنے ساتھیوں کے اُتر پڑے اور حُر نے بڑھ کر فوج کو امامؑ اور فرات کے پانی کے درمیان حائل کر دیا۔

حوالہ نور العین فی مشہد الحسین لابی اسحاق اسفرائنی ص ۴۲۔

(۲) "پس نامہ را برائے حضرت و اصحابش قرائت کرد و درہماں موضع کہ زمین بے آب و بے آبادانی بود راہ با بر آنحضرت تنگ گرفت وامر بنزدل نمود پس در آنجا فرود آمدند"

ترجمہ۔ حُر نے ابن زیاد کا خط امامؑ اور آپ کے اصحاب کے سامنے پڑھا اور جہاں نہ پانی تھا نہ آبادی تھی اسی جگہ رلو رو کر سختی سے اُترنے پر مجبور کیا آخر کار حضرت اس جگہ اتر گئے۔

حوالہ۔ منتہی الامال ج ۱ ص ۲۴۲

(۳) "چوں حسین علیہ السلام در زمینِ کربلا منزل ساخت وحُر بن یزید ریاحی در برابر خیمہ برافراخت ابن زیاد را آگہی فرستاد کہ من حسین را از راہ و بیراہ بکربلا آوردم و امتثال فرمان کردم لکن مرا بہ او نیردے مناجزت و مبارزت نیست دیگر تو دانی"

ترجمہ۔ امام حسین علیہ السلام کے کربلا میں اُتر جانے کے بعد حُر بن یزید ریاحی کا لشکر بھی آپ کے قریب ہی خیمہ زن ہوا اور ابن زیاد کو اطلاع بھیجی کہ میں نے کسی نہ کسی طرح حسین کو کربلا میں اتار دیا ہے اور تیرے حکم کی تعمیل کر دی ہے لیکن مجھ میں ان سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں ہے لہذا آئندہ کے امور کو تم خود سنبھالو۔

حوالہ۔ ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۲۲۸

نتائج

(۱) تمام کتابوں کے متفقہ بیان سے واضح ہو گیا کہ پانی سے محروم کرنے کا منصوبہ ابن زیاد نے امامؑ کے کربلا میں پہنچنے سے پہلے بنایا تھا۔

(۲) امامؑ کو اسی منصوبہ کے مطابق بے سایہ، بے سبزہ، بے آب اور بے آباد جگہ پر اُترنے پر مجبور کیا گیا جہاں کوئی محفوظ جگہ یا قلعہ نہ تھا۔

(۳) اس صورت حال سے امامؑ صرف جنگ کر کے بچ سکتے تھے مگر جنگ میں ابتداء کرنا آپ کو ہادیانہ سیرت کے مطابق گوارہ نہ تھا۔

(۴) ابن زیاد کے اس حکم پر مکمل غور اس نتیجہ تک پہنچاتا ہے کہ اس حکم کا تعلق جوشِ عداوت اور شدتِ انتقام سے نہیں تھا (اگرچہ امامؑ پر کسی کی جان، مال، عزت آبرو کا کوئی ایسا حق باقی ہی نہ تھا جس کا انتقام لیا جا سکے جیسا کہ خود یزیدی فوج نے صبح عاشورا امامؑ کی تقریر کے جواب میں اقرار کیا ہے۔) بلکہ اس حکم کے ہر جُز کا تعلق تدبیر جنگ اور

جنگی حکمت عمل سے تھا۔ کیونکہ حکم میں صراحت تھی کہ امام کو کسی محفوظ جگہ پر نہ اُترنے دیا جائے۔ آبادی۔ قلعہ وغیرہ میں اُترنے سے اسی لئے روکا گیا تا کہ امام اپنی حفاظت نہ کر سکیں۔ حکم کا دوسرا جز ہے کہ ایسی جگہ اُتارو جہاں پانی نہ ہو تاکہ پانی بند کرنے اور پیاسا رکھنے میں آسانی ہو نیز ہدایت تھی جگہ ایسی ہو جہاں سایہ اور سبزہ نہ ہو تاکہ پیاس میں شدت پیدا ہو سکے۔ ظاہر ہے کہ جب حکم کے پہلے جز کا تعلق تدبیر جنگ سے ہے تو دوسرے جز کا تعلق بھی جنگی حکمت عمل سے ہی ہوگا۔ امام اور ان کے بہادروں کو پیاسا رکھ کر کمزور کئے جانے کا مقصد یہی تھا کہ لڑائی جیتنا ممکن ہو سکے۔ غرضکہ پیاسا رکھنے کا منصوبہ وہ تیر تھا جس سے کئی مقصد شکار ہو سکتے تھے۔

۱۔ پیاس کے بعد شدید کمزوری کی حالت میں جنگ جیتنا ممکن ہو گا۔

۲۔ پیاس کی شدت خصوصاً عورتوں اور کم سن بچوں کی پیاس ممکن ہے حسینؑ کو بیعت پر آمادہ کر سکے۔

۳۔ پیاسا رکھنے میں جوش عداوت کی تسکین بھی ہوتی تھی اور اس جوش عداوت کے مظاہرے کے ذریعہ یزید کو زیادہ سے

زیادہ خوش کرنا اور اس سے بڑے سے بڑا انعام حاصل کرنا
بھی ابن زیاد کے مقاصد میں سے ایک مقصد تھا۔
پیاسا رکھنے کے منصوبہ کی اس تشریح پر میں نے زیادہ توجہ اس لئے دلائی ہے کہ حصول بیعت یا قتل پر کامیابی حاصل کرنے کا زبردست ذریعہ پیاسا رکھنا تھا۔ جس کی مزید تحریک جوش عداوت ذریعہ بھی ہو رہی تھی چنانچہ ابن زیاد اس منصوبہ کی طرف اس قدر متوجہ تھا کہ امامؑ کے کربلا میں پہنچنے سے پہلے ہی اس منصوبہ کے آغاز کا شدید خواہشمند تھا۔ امامؑ کو کربلا میں اُترنے پر مجبور اسی لئے کیا گیا تاکہ اس منصوبہ پر ابتدائی عمل ہو سکے لہذا بعد کے واقعات میں کسی دوسرے مسئلہ کی طرف سے ابن زیاد کی توجہ کسی وقت چاہے کسی قدر کم کیوں نہ ہو جائے مگر پیاسا رکھنے کی طرف توجہ میں کمی ہونے کے بجائے شدید اضافہ ہوتا جائے گا۔ ابن زیاد کے ذہن کا یہ مطالعہ اگلے منتشر، نامکمل، صحیح اور غلط سے مخلوط تاریخی اندراجات کی چھان بین میں بڑی مدد دے گا۔

۵۔ امامؑ ۲ محرم کو بے آب زمین پر مجبوراً اتر گئے اور حُر کا لشکر امامؑ اور فرات کے درمیان حائل ہو گیا اگرچہ حُر میں امامؑ سے جنگ کرنے کی ہمت نہ تھی مگر لشکر کے حائل ہو جانے کے بعد

پیدا ہونے والی صورت حال کے لئے یہی کہنا درست ہوگا کہ امامؑ ۲ محرم ہی سے پانی حاصل کرنے کی سہولت سے محروم کر دیئے گئے

بیشک ۲ محرم کو پانی بند نہیں ہوا لیکن پانی صرف ایک حد تک ہی حاصل کیا جا سکتا تھا یعنی پانی صرف اس وقت اور اس حد تک حاصل کیا جائے کہ پانی حاصل کرنے پر لڑائی نہ چھڑنے پائے۔ اگر لڑائی چھڑنے کا خطرہ پیدا ہو جائے تو پانی نہ لیا جائے۔ لہٰذا پانی کی بندش کے پہلے مرحلہ میں امامؑ ۲ محرم کو پانی حاصل کرنے کی سہولت سے محروم کر دیئے گئے یعنی پانی کے افراط کا خاتمہ ہو گیا اور پانی صرف کرنے میں ممکن احتیاط سے کام لینے کے دور کا آغاز ہو گیا۔

۴۔ امامؑ لڑ کر پانی حاصل نہیں کرنا چاہتے تھے کیونکہ ہادی آغازِ جنگ نہیں کرتا۔ دین کی نظر میں جہاد قیامِ امن کی آخری تدبیر ہے۔ پہلی تدبیر نہیں لہٰذا جب تک اتمام حجت کی ہر آخری منزل طے نہیں ہو جاتی ہادی آغاز جہاد نہیں کرتا۔ چنانچہ امامؑ سے زہیر قین نے ۲ محرم کو حر کے بے آب زمین پر اتارنے کے اصرار پر کہا کہ اجازتِ جہاد دیجئے کیونکہ موجودہ لشکر سے لڑنا آسان ہے بعد میں جو کثیر لشکر آنے والا ہے

اس سے جنگ مشکل ہو گی۔ مگر امام جنگ کی ابتدا پر راضی نہیں ہوئے۔ اسی طرح صبح عاشورا ایک شریر یزیدی سپاہی کی توہین آمیز گفتگو پر جناب مسلم ابن عوسجہ نے اسے تیر مارنے کی اجازت طلب کی تب بھی امامؑ نے فرمایا کہ میں جنگ کا آغاز نہ کروں گا۔ امامؑ نے ۲ محرم سے ۱۰ محرم تک دشمن کے لڑائی چھیڑنے سے قبل بار بار یہی کہا۔

"جب تک یہ لوگ خود جنگ نہیں چھیڑ دیتے اُس وقت تک میں جنگ شروع نہ کروں گا"!

اس فقرہ کو حسب ذیل کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے:۔

(۱) طبری حصہ دوم جلد اول ص ۳۰۷/۳۰۸ (۲) الاخبار الطوال ص ۲۵۰ (۳) اعثم کوفی ص ۳۶۹ (۴) ترجمہ بحار ص ۱۷۶ (۵) روضۃ الشہدا ص ۳۶۵ (۶) تاریخ احمدی ص ۲۵۲ (۷) شہید اعظم ج ۲ ص ۱۱۱۔

۷۔ امامؑ سفر میں تھے کہ اچانک بے آب زمین (کربلا) پر اترنے پر مجبور کر دیئے گئے۔ پانی حاصل کرنے کی سہولت سے محروم کر دیئے گئے۔ لہٰذا جو مشکیزہ خیموں میں تھے ان کو بھر کر پانی جمع کر لینے کا امکان ختم ہو گیا لہٰذا یہ دال بھی ختم ہو جانا چاہیئے کہ امامؑ نے پہلے سے پانی بھر کر جمع کیوں نہ کر لیا ——— کیونکہ

پانی جمع کرنا جنگ پر منحصر تھا اور جنگ امامؑ کو منظور نہ تھی۔

پانی بند کرنے کا محرک واقعہ

یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ ابن زیاد نے امامؑ کے کربلا میں پہنچنے سے پہلے ہی طے کر لیا تھا کہ آپ کو آپ کے تمام ساتھیوں کے ساتھ شدید طور پر پیاسا رکھا جائے گا تاکہ امامؑ پر غلبہ و فتح حاصل کرنے کے امکانات قوی ہو جائیں۔ اب یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ جنگی حکمت عملی طور پر پیاسا رکھنے کا خیال کیوں پیدا ہوا اور اس خیال کا محرک کون سا واقعہ ہوا۔ اس بات کے سمجھنے کے لئے مدینہ سے کربلا تک کے حالات کا ایک مختصر مگر حاوی جائزہ لینا ہوگا۔

حالات اس کے شاہد ہیں کہ امامؑ کو قتل کرنا۔ آپ سے لڑ کر جنگ جیتنا یزید اور اس کے ساتھیوں کی نظر میں آسان کام نہ تھا۔ جس کا سبب امامؑ کی پُراثر، محبوب اور مقبول شخصیت بھی تھی اور آپ اور آپ کے ساتھیوں کی بہادری کی ہیبت بھی تھی چنانچہ یزید نے دو بار کوشش کی کہ امامؑ بغیر جنگ کے قتل کر دیئے جائیں۔ پہلی کوشش تھی جب یزید نے گورنر مدینہ کو لکھا کہ بیعت کا مطالبہ کرو اور انکار پر سر قلم کر کے بھیجدو کیونکہ اچانک بلا کر بیعت کا مطالبہ کرنا

اور انکار پر سر قلم کرنا آسان بھی تھا اور قابل عمل بھی۔ مروان نے ولید کو یہی مشورہ بھی دیا تھا اور اس خوفناک صورت حال سے ڈرایا بھی کہ اگر حسین گھر کے باہر زندہ نکل گئے تو پھر بغیر ایک بڑی لڑائی کے ان کا قبضہ میں آنا ممکن نہ ہوگا لیکن ولید قتل امامؑ پر آمادہ نہ تھا۔ اور مروان کی آمادگی کام نہ آسکی کیونکہ امامؑ کے مسلح محافظ گھر کے باہر مستعد کھڑے تھے جنھوں نے امامؑ کی آواز کے بلند ہوتے ہی گھر میں داخلہ کی کوشش شروع کردی تھی مگر امام خود ہی جلد باہر نکل آئے اور نوبت قتال تک نہ پہنچنے پائی۔ پھر یزید نے حاجیوں کے بھیس میں مکّہ قاتل بھیجے تاکہ امام حسین علیہ السلام اچانک قتل ہوجائیں۔ یہ اقدام اس لئے کیا گیا تھا کہ امامؑ کے قتل کرنے میں جنگ نہ کرنا پڑے غرضکہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے یزید نے یہ دوسری کوشش کی کہ مکّہ میں قاتلوں کو حاجیوں کے بھیس میں بھیجا اور اس تدبیر سے دو فائدے حاصل ہوسکتے تھے یعنی امام قتل بھی ہوجاتے اور محل و موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے الزام قتل عبداللہ ابن زبیر پر رکھ دیا جائے کیونکہ ابن زبیر مکہ میں مقیم بھی تھے اور قیام حکومت کے لئے کوشاں بھی تھے۔ مگر امامؑ نے حج سے پہلے مکہ چھوڑ کر یزید کے اس دوہرے منصوبے کو خاک میں ملا دیا۔ اس کے بعد جب امامؑ نے عراق کا رُخ کیا۔ اور آپ کی روانگی سے پہلے کوفہ جناب مسلمؑ کی

حمایت کے لئے مستعد ہو چکا تھا۔ ان خبروں نے یزید کو بوکھلا دیا۔ اس کے سامنے اب امامؑ سے جنگ کرنے کے علاوہ حصول مقصد کا کوئی دوسرا ذریعہ نہ تھا۔ اور جنگ میں کامیابی حاصل کرنا بیحد دشوار نظر آتا تھا لہٰذا اس نے اپنے مشیروں کا ایک بڑا اور اہم اجلاس طلب کیا جس میں بحث کے بعد طے ہوا کہ اس مہم کو سر کرنے کے لئے جیسے مکار، سفاک شخص کی ضرورت ہے۔ ابن زیاد کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نہ ان صفات کا حامل تھا اور نہ کوئی اور اس مہم کے لئے تیار ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ابن زیاد کو بصرہ کے علاوہ کوفہ کی گورنری بھی دی گئی۔ خاندانی روابط یاد دلائے گئے۔ انعام و اکرام کی بڑی سے بڑی لالچ دی گئی۔ خوشامد، دھمکی ہر ذریعہ سے کام لیا گیا۔ اور ابن زیاد نے کوفہ پہنچ کر اس مہم کی سربراہی شروع کر دی۔ اسے امامؑ سے پہلے جناب مسلم ابن عقیل کا سامنا کرنا پڑا۔ مکاری نے جناب مسلم کے نئے ساتھی چھڑا دیئے اور پرانے۔ اصلی اور پکے ساتھی جو ساتھ نہ چھوڑ سکتے تھے یا قتل ہوئے یا قید ہوئے۔

مگر ابن زیاد کی مکاری، سفاکی اور مظالم و سخت گیری کے باوجود مسلم ابن عقیل قبضہ میں نہ آسکے۔ لہٰذا مسلم پر قابو پانے کے لئے فوجی طاقت استعمال کی گئی۔ محمد ابن اشعث کو اس مہم کا سربراہ بنایا گیا۔

جناب مسلم اکیلے تھے۔ روزہ اور دیگر حالات کے ہاتھوں شدید پیاسے بھی تھے۔ مقابلہ میدان میں نہیں بلکہ کوفہ کی گلیوں میں تھا۔ حالات کے انقلاب نے طبیعت کی امنگ کو مٹا دینے کی بھرپور کوشش بھی کر لی تھی مگر ان تمام حالات کے باوجود جناب مسلم مسلح فوج کے مقابلہ پر وصلہ اور ہمت کے ساتھ اس طرح نکلے کہ میزبان کے روکنے کے باوجود خود دروازہ کھول کر باہر نکل آئے۔ پہلے حملے میں پانچ سو سواروں میں سے ایک سو اسی افراد کو قتل کر دیا۔ باقی بھاگ نکلے۔ ابن اشعث نے ابن زیاد سے مزید مدد طلب کی۔ اس نے پانچ سو سوار مزید بھیجے۔ مگر جناب مسلم کے عظیم قتال نے ان سب کو یا قتل کر دیا یا منتشر کر دیا۔ ابن اشعث نے مزید مدد طلب کی جس پر ابن زیاد نے ابن اشعث کی ملامت کی۔ ابن اشعث نے جواب دیا کہ میری جنگ ایک بہادر شیر سے ہے جو شجاعت نبی کے وارثوں میں سے ایک وارث ہے۔ ابن زیاد نے مزید پانچ سو سواروں کی مدد بھیجی اور پیغام دیا کہ جنگ کرنے کے بجائے امان کے حیلہ سے مسلم کو گرفتار کر لو ورنہ وہ تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔ مگر جناب مسلم نے امان قبول نہ کی۔ امان کا دھوکا جب ناکام ہو گیا تو راستہ میں گڑھا کھود کر اور اسے گھاس پھوس سے بھر کر جناب مسلم کو اس میں گرا کر گرفتار کیا گیا۔ بہرحال مسلم کی شجاعت پر فوجی طاقت غلبہ نہ پا سکی۔ صرف مکاری

کام آسکی۔ اس واقعہ نے ابن زیاد کے ذہن پر گہرا اثر ڈالا جو آگے بیان ہوگا۔ جناب مسلم کی جنگ کی تفصیل مقتل ابی مخنف ص۴۱،۴۲،۴۳ پر دیکھی جاسکتی ہے۔

جہادِ مسلم کا اثر

ابن زیاد کے ذہن کو جناب مسلم کے جہاد نے بُری طرح جھنجھوڑ کر رکھ دیا وہ مسلم کی جنگ دیکھ کر حسینؑ کے مقابلے کی دشواریاں سوچنے پر مجبور ہوگیا۔ اور اس حد تک متاثر ہوا کہ اس نے تیسری بار ابن اشعث کے مدد مانگنے پر کہلا بھیجا:

"رجل واحد يقتل منكم هذه المقتلة العظيمة فكيف لو ارسلناك الى من هو اشد باسا واصعب مراساً يعنى بذلك الحسين"

ترجمہ۔ جب تن تنہا ایک شخص نے تم سے ایسی جنگ کی ہے کہ تم تباہ حال ہوگئے ہو پھر اگر میں نے تم کو مسلم سے زیادہ پُرہیبت اور پُرشجاعت یعنی حسین کے مقابلے پر بھیجا تو تم لوگوں کا کیا حال ہوگا۔

حوالہ۔ مقتل ابی مخنف ص۴۲،۴۳

اس عبارت سے واضح ہوگیا کہ جناب مسلم کے جہاد نے ابن زیاد کو

حسین سے جنگ کرنے کے مشکلات کا مکمل احساس دلایا تھا۔
خود جناب مسلم پر فوجی طاقت کی کامیابی سے مایوس ہو کر آخری امداد
روانہ کرتے وقت ابن زیاد نے کہلا بھیجا کہ

"اعطوہ الامان والا افناکم عن اخرکم"

ترجمہ: مسلم کو پناہ دے کر گرفتار کر و ورنہ جنگ میں تم نہ جیت
سکو گے بلکہ مسلم تمہارے آخری آدمی کو بھی موت کے گھاٹ اتار
دیں گے۔

حوالہ: مقتل ابی مخنف ص ۴۳، ۴۴

جناب مسلم کی جس شجاعت کا ذکر ابن زیاد نے کیا ہے اس میں
مبالغہ کا شبہہ نہ ہونا چاہئیے اس لئے کہ مبالغہ آدمی فتح اور کامیابی
میں کرتا ہے شکست و ناکامیابی میں نہیں کرتا۔ اسی طرح مبالغہ دوست
کرتا ہے دشمن نہیں کرتا۔

جناب مسلم ابن زیاد کے آخری آدمی کو قتل کر دیں گے۔ ابن زیاد کا
مقولہ ہے جو دشمن ہے اور اس میں ابن زیاد کی ہار ہے جیت نہیں ہے
لہذا لڑائی کا جو نقشہ ابن زیاد نے کھینچا ہے وہ حقیقت ہے مبالغہ نہیں۔
بہر حال ابن زیاد کے ذہن نے جناب مسلم کے مقابلے میں تھک ہار کر
طے کیا کہ طاقت کے بجائے دھوکہ سے کام نکالا جائے۔ جناب مسلم نے

امان نہیں قبول کی مگر دھوکہ ہی سے گرفتار کیے گئے۔

ابن زیاد نے پورے واقعہ کو سامنے رکھ کر یہ طے کیا کہ جب فوجی طاقت مسلمؑ کے مقابلے میں ناکام رہی تو امامؑ کے مقابلے میں ہزار گنا ناکام رہے گی۔ ابن زیاد کے سامنے سخت اور شدید مرحلہ آگیا تھا کیونکہ امامؑ سے جنگ کرنا بھی ناگزیر تھا اور جنگ میں فتح پانا ناممکن نظر آرہا تھا بہت سوچ کر ابن زیاد نے فیصلہ کیا کہ امامؑ اور ان کے ساتھیوں کو مسلسل کئی دن تک پیاسا رکھنے کے بعد ہی قتل کرنا ممکن ہو سکے گا۔ غرضکہ جناب مسلمؑ کے جہاد کے بعد ابن زیاد نے امامؑ کو پیاسا رکھنے کا منصوبہ جنگی حکمت عملی کی بنا پر بنایا اور جب اس کو اطلاع مل گئی کہ امامؑ کوفہ سے اتنے قریب پہنچ چکے ہیں کہ کوفہ کو چھاؤنی بنا کر لڑائی کا بند و بست کرنے میں سہولت ہو سکتی ہے تو ابن زیاد نے اسی وقت حرؑ کو حکم بھیجا کہ امامؑ کو میرا خط ملتے ہی روک دو آگے نہ بڑھنے دو۔ اور ایسی جگہ اتارو جو غیر محفوظ ہو تاکہ امام اپنا دفاع نہ کر سکیں اور ایسی جگہ اتارو جو پانی، سبزہ، سایہ اور آبادی سے دور ہو تاکہ پانی بند ہونے پر ایسی شدید پیاس پیدا ہو جو امامؑ کے لشکر کو اس قدر کمزور اور نڈھال کر دے کہ ان سے جنگ جیتنا ممکن ہو سکے۔ شبہہ کیا جا سکتا ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے

وہ میرے ذہن کی پیدا کردہ خیال آرائی ہے لیکن جب آپ تاریخی شواہد بھی ملاحظہ فرمالیں گے تو "پیاسا رکھنے کی وجہ" جو میں نے بیان کی ہے اس سے آپ بھی اتفاق کریں گے۔ شواہد تین طرح کے ہیں:۔ (۱) دشمن کا اظہارِ خیال ہے کہ اگر پانی مل جائے گا تو ان سے جنگ نہیں جیتی جا سکے گی۔ (۲) شہدا نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اگر پانی مل جاتا تو ہم فوجِ دشمن کو شکست کا مزہ چکھا دیتے۔ (۳) مورخین نے خیال ظاہر کیا ہے کہ امامؑ کے لشکر کو اس قدر پیاسا رکھا گیا کہ ان پر قابو پانا اور ان کو قتل کرنا ممکن ہو سکا۔ اور یہ تینوں اظہارِ خیال میرے اس خیال کی سو فیصدی تائید کرتے ہیں کہ فتح صرف پیاسا رکھنے پر منحصر تھی۔

دشمن کا اظہارِ خیال

ظاہر ہے کہ ابن زیاد اپنی فوج کے ہر سپاہی سے اگر یہ کہہ دے کہ حسین کو پیاسا رکھے بغیر تم ان پر فتح نہیں پا سکتے۔ ایسا کہنا بزدل فوج کو اور بزدل بنانا تھا۔ پیاسا رکھنے کی اصل وجہ سے سپاہیوں کو باخبر کرنا ابن زیاد جیسے مکّار شخص کے لئے اس لئے ناممکن تھا کہ خود ابن زیاد دیکھ رہا تھا کہ فوجی کربلا جاتے ہیں مگر حسینؑ سے لڑنے کے بجائے

جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی جنگ سے منہ چرا کر واپس بھاگ آتے ہیں۔ چنانچہ ابن زیاد کوفہ کا جائزہ لینے کے لئے نکلا کہ کون کون لوگ کربلا سے بھاگ آئے ہیں۔ ابن زیاد کو سب سے پہلے ایک شخص ملا جو شام سے کوفہ میراث میں ملنے والی جائداد کی دیکھ بھال کے لئے آیا تھا۔ کربلا کی مہم سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا مگر ابن زیاد نے اسے فوراً سولی پر لٹکوا دیا۔ اس کھلے ظلم اور سختی کو دیکھ کر سب ہی ڈر گئے اور ڈر کر کربلا واپس ہو گئے۔ واقعہ کی تفصیل الاخبار الطوال ص۲۵۲ پر ملاحظہ ہو۔ لہذا ایسی بزدل فوج کو حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کی شجاعت سنا کر مزید بزدل بنانا ابن زیاد کے لئے ممکن نہ تھا جبکہ مختصر سے لشکر کے مقابلے کے لئے کثیر لشکر کا بھیجا جانا خود سپاہیوں سے ابن زیاد کے دل میں چھپے خوف کی چغلی کھا رہا ہے لہذا پیاسا رکھنے کی اصل وجہ کو لشکر سے چھپانا ضروری تھا۔ اور اسی مقصد کے لئے ابن زیاد نے عثمان کے پیاسے رکھے جانے کی دہائی دے کر پانی بند رکھنے کی مکارانہ تدبیر کی تعلیم ابن سعد کو کی تھی ورنہ ابن زیاد بھی جانتا تھا کہ عثمان کو پیاسا رکھنے کا الزام امامؑ پر نہیں آسکتا۔ اور علم غیب کے حامل مولیٰ نے اسی لئے عثمان کو حسنین علیہم السلام کے ذریعہ پانی بھجوایا تھا تاکہ دشمن کے الزام کا سفید جھوٹ سامنے آجائے۔

غرضکہ لشکر کو پیاسا رکھنے کی وجہ سے بے خبر رکھنے کے باوجود ابن زیاد کا فرض تھا کہ پسر سعد اور شمر وغیرہ فوج کے سرداروں کو باخبر رکھے کہ پیاسا رکھنے کا مقصد امام اور ان کے ساتھیوں کو کمزور کرنا ہے تاکہ ان سے جنگ جیتی جا سکے۔ خوش قسمتی سے آج تاریخ میں یہ ذکر بھی موجود ہے کہ ابن زیاد نے ابن سعد کو لکھا کہ پانی بند کرنے کا بہانہ عثمان کی پیاس کو قرار دو کیونکہ اس سے دو فائدے حاصل ہو سکتے تھے۔

(۱) لشکر پانی بند کرنے کے غیر انسانی کام میں ہچکچانے کے بجائے جوش سے کام لے کیونکہ سب عثمانی تھے اور عثمان کی پیاس کی دہائی کینہ پرور عربوں میں جوش انتقام پیدا کرنے کے لئے کافی تھی

(۲) انتقام عثمان کے جذبہ کے پھیل جانے کے بعد اصل وجہ کی طرف کسی کی نظر نہ جائے گی ورنہ اصل وجہ کا ظاہر ہو جانا لشکر کی بزدلی کا سبب بن سکتا تھا۔

غرضکہ پانی بند کرنے کی اصل وجہ سے صرف سرداران فوج باخبر تھے۔ لشکر نہ صرف بے خبر تھا بلکہ اس کو عثمان کے انتقام کی دہائی دے پانی بند رکھنے کے لئے پُرجوش بنایا گیا تھا لہذا پیاسا رکھنے کی اصل وجہ پر اظہار خیال صرف دشمن لشکر کے سردار کر سکتے تھے

نہ کہ عام سپاہی ۔ اور چونکہ اصل وجہ راز میں رکھی گئی تھی لہذا سرداران فوج بھی حتی الامکان اس کا اظہار نہ کریں گے ۔ البتہ ہنگامی اور بے قابو حالات راز کھولنے پر مجبور کر دیتے ہیں اور یہی ہوا بھی کہ جب عاشورا کے دن جیتی ہوئی جنگ کے ہار میں بدل جانے کا خوف پیدا ہو گیا تو کبھی پسر سعد نے اور کبھی شمر نے اصل وجہ سے لشکر کو باخبر کیا کیونکہ اس وقت باخبر کرنا ہی جنگ جیتنے کا واحد اور آخری سہارا رہ گیا تھا ۔ پہلے پسر سعد پھر شمر کا اظہار خیال ملاحظہ فرمائیے اور دیکھئے کہ ابن زیاد نے جناب مسلم کے جہاد کے موقع پر جو فقرہ کہا تھا کہ دھوکہ کے بغیر مسلم گرفتار نہ ہوں گے اور اگر گرفتار نہ ہوئے تو تمھارے آخری آدمی کو بھی قتل کر دیں گے یہی فقرہ بعینہ پسر سعد و شمر کی زبان پر بھی آتا ہے ۔ ابن زیاد ۔ پسر سعد ۔ شمر تینوں کے فقرہ کا اتحاد پیاسا رکھنے کی رازدارانہ وجہ کی مکمل تشریح کرتا ہے ۔

پسر سعد کا اظہارِ خیال

عاشورا کے دن جب جناب عباسؑ مشکیزہ میں پانی بھر کر خیمہ کی طرف جا رہے تھے اور لشکر آپ کو روکنے سے کترا رہا تھا تو پسر سعد نے صورت حال کی نزاکت کے باعث پیاسا رکھنے کی اصل وجہ سے

باخبر کرتے ہوئے جناب عباس کے مقابلے پر اپنے لشکر کو یہ کہہ کر للکارا۔

"ویلکم ارشغوا القربۃ بالنبل فواللہ ان شرب الحسین الماء افناکم عن اخرکم"

ترجمہ۔ پسر سعد نے لشکر کی ملامت کرتے ہوئے کہا مشکیزہ کا پانی تیر مار کر بہا دو ورنہ خدا کی قسم اگر حسین نے پانی پی لیا تو تم میں سے ایک آدمی کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔

حوالے۔ (۱) مقتل ابی مخنف ص۸۶ (۲) شہید اعظم ج۲ ص۱۸۶۔

ابن سعد کے اس اظہارِ خیال سے چند مفید نتیجے برآمد ہوتے ہیں۔ ان کو اہمیت کے پیش نظر ایک بار اور سن لیجئے :-

۱۔ لشکر میں یہ ہمت نہ تھی کہ جناب عباسؑ کے قریب جا کر مشک چھین لے لہذا دور سے تیر مار کر پانی بہانے کا حکم دیا گیا۔

۲۔ ابن زیاد نے ابن اشعث کو کہلایا تھا کہ اگر اسی طرح مسلم سے جنگ کرتے رہو گے تو وہ تم میں سے ایک آدمی بھی زندہ نہ چھوڑیں گے لہذا امان کے دھوکے سے گرفتار کر لو۔ یہاں ابن سعد لشکر سے یہی کہہ رہا ہے کہ اگر حسین نے پانی پی لیا تو تم میں سے ایک آدمی کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔ یعنی دونوں کا لہجہ ایک ہے جو دونوں کے اندازِ فکر کے ایک ہونے کی دلیل ہے۔

۳- جناب مسلم کو بغیر دھوکہ کے گرفتار کرنا ممکن نہ تھا اور امامؑ کو پیاسا رکھے بغیر قتل کرنا ممکن نہیں جس سے واضح ہوا کہ قتل امامؑ کو ممکن بنانے کے لئے پیاسا رکھنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا اور ابن زیاد نے اپنے منصوبہ سے پسر سعد کو مطلع کر دیا تھا۔ منصوبہ فوج سے پوشیدہ رکھا گیا مگر جب جناب عباس کے پانی لے جانے سے ساری جیتی جنگ کے ہار میں تبدیل ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تو پسر سعد کی زبان پر اصل منصوبہ آ گیا۔ جس طرح گھبراہٹ میں ہر حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔

شمر کا اظہارِ خیال

شمر نے بھی وہی کہا جو پسر سعد و ابن زیاد کہہ چکے تھے۔ اور اس وقت کہا جس سے یہ بات اور زیادہ واضح ہو گئی کہ یزیدی فوج کے سردار امامؑ کے مقابلے میں کامیابی کی امید صرف اسی صورت میں رکھتے تھے جب امامؑ زندگی کے آخری لمحات تک پیاسے رہیں۔ شمر کے فقرہ نے موقع دیا کہ پیاسا رکھنے کی راز دارانہ وجہ کو تیز روشنی میں دیکھا جا سکے۔

"پھر امام حسینؑ نے دریا کا قصد کیا کیونکہ وہ بے انتہا پیاسے تھے۔ شمر نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ دیکھو حسین پانی نہ پینے پائیں۔"

اگر تھوڑا سا پانی پی لیں گے تو تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے"!

حوالے۔ (۱) روضۃ الاحباب بحوالہ تاریخ احمدی ص۲۷۶ (۲) روضۃ الشہداء ص۳۲۹

چونکہ ان دونوں حوالوں میں پسر سعد اور شمر نے صرف امام حسینؑ کے لئے اظہار خیال کیا کہ اگر ان کو پانی مل گیا تو ایک شخص کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔ اس سے یہ خیال نہ پیدا ہو کہ مذکورہ بالا خیال صرف امام حسینؑ کے لئے تھا بلکہ امامؑ کے ہر سپاہی کے لئے یہی خیال تھا کہ اگر پانی مل گیا تو مقابلہ ممکن نہ ہوگا۔ چنانچہ جب امام حسنؑ کا غلام جناب عبداللہ ابن حسنؑ کی مدد کے لئے میدان میں آیا تو اس کی جنگ دیکھ کر پسر سعد بول اُٹھا:

"سوگند بخدا اگر یک شربت آب یافتے۔ لشکر مارا کفایت بودے از غایت شجاعتے کہ داشت"!

ترجمہ۔ خدا کی قسم یہ غلام ایسی غیر معمولی شجاعت کا مالک ہے کہ اگر اس کو ایک بار پانی پینے کا موقع مل جائے تو میرے پورے لشکر کے لئے یہ اکیلا ہی کافی ہوگا۔

حوالہ۔ روضۃ الشہداء ص۳۰۲

اسی طرح جناب قاسم کے مقابلہ پر جانے سے جب ارزق شامی یہ کہہ کر انکار کر رہا تھا کہ قاسم کمسن ہیں، میں مشہور بہادر ہو کر بچے کے مقابلہ پر کیونکر جا سکتا ہوں، تو عمر سعد نے ارزق سے کہا:

"بخدا اگر ضرورت تشنگی و درماندگی نبود او را عار آمدے کہ باما سخن گفتے"

ترجمہ۔ خدا کی قسم اگر پیاس اور خستگی نے ان کو نڈھال نہ کر دیا ہوتا تو یہ ایسے بہادر تھے کہ ہم سے لڑنا درکنار بات کرنا بھی اپنی توہین سمجھتے۔

حوالہ۔ روضۃ الشہداء ص ۳۰۹

مذکورہ بالا حوالوں سے ظاہر ہو گیا کہ دشمن اپنی کامیابی کی امید اپنی کثرت۔ طاقت اور شجاعت پر نہ رکھتا تھا بلکہ صرف پیاس کے ہاتھوں حسینی لشکر کے کمزور ہو جانے پر ہی اس کو کامیابی کی امید تھی۔ اب شہداء کا اظہار خیال سنیئے جو دشمن کے اس خیال کی تائید و تصدیق کرتے ہیں کہ اگر ہم پیاسے نہ ہوتے تو یہ بزدل لشکر ہم سے لڑ کر ہرگز کامیاب نہ ہوتا۔

شہداء کا اظہار خیال

جس طرح جناب مسلم نے گرفتار ہونے کے بعد ابن زیاد کی بدکلامی کے جواب میں فرمایا تھا:

"خدا کی قسم اگر میرے ساتھ دو آدمی بھی ہوتے ادھر تو اسا

پانی مل جاتا تو تجھے اس قصر میں مزہ چکھا دیتا۔"

حوالہ۔ اعثم کوفی ص ۳۶۳۔

اسی طرح شہدائے کربلا نے بھی اظہار کیا ہے کہ اگر پانی مل جاتا تو ہم اس لشکر کو لڑائی کا مزہ چکھا دیتے :-

عبد اللہ بن عمیر کلبی کا اظہارِ خیال :

"یسار و سالم میدان میں آئے۔ اس وقت عبد اللہ ابن عمیر کلبی آگے بڑھے۔ دونوں نے کہا بریر یا زہیر قین کو بھیجو۔ عبد اللہ نے کہا ـــــــ اگر پیاس نہ ہوتی تو ہم لوگوں کو تم سے جنگ کرنا شرم کی بات تھی۔"

حوالے۔ (۱) شہیدِ اعظم ج ۲ ص ۱۵۲ (۲) روضۃ الشہداء ص ۲۷۵

جناب علی اکبر کا اظہارِ خیال

"اے بابا جان۔ پیاس مجھے مارے ڈالتی ہے اگر تھوڑا سا پانی مل جاتا تو اس قومِ جفاکار کو اُس کے ظلم و ستم کا مزہ چکھا دیتا۔"

حوالے (۱) تاریخ احمدی ص ۳۰۷ (۲) روضۃ الشہداء ص ۳۲۱، ص ۳۲۲، ص ۳۲۳ (۳) شہیدِ اعظم ج ۲ ص ۱۹۰

مورخین کا اظہارِ خیال

جناب شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے ارشاد میں ایک فقرہ لکھ کر میرے

خیال کی مکمل تائید فرمائی ہے اور ابن زیاد کے منصوبہ بندش آب کی مکمل نقاب کشائی فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں :-

"وحالوا بینه و بین الفرات حتی تمکنوا منه فقتلوه فمضی علیه السلام ظمأن مجاهد"

ترجمہ۔ دشمن نے امام اور فرات کے درمیان حائل ہو کر آپ پر یہاں تک پانی بند رکھا کہ وہ آپ پر قابو پانے کے قابل ہو گئے چنانچہ جب آپ پر قابو پالیا تو قتل کر ڈالا اور امام علیہ السلام دنیا سے پیاسے جہاد کرتے ہوئے اُٹھے۔

حوالہ۔ ارشاد مفید ص۲۰۵، ص۲۶۸

(۲) جناب مفید کے علاوہ ابوالفضل بادشاہ حسین نے "حسین ان فلاسفی آف ہسٹری" میں لکھا ہے :

"حسین کے لشکر میں مشکل سے ایک آدمی لڑنے کے قابل تھا۔ ضعیف اور متزلزل ڈھانچوں کو جن کو شدتِ عطش اور نقاہت سے بغیر ٹھوکر کھائے چلنا دشوار ہوتا۔ اب اپنے عالمِ نزع میں ان سپاہیوں سے لڑنا تھا جیسے شجاعوں پر عرب فخر کر سکتا تھا"

حوالہ۔ شہید اعظم ج ۲ ص۱۲۵ -

غرضکہ امام اور آپ کے ساتھیوں سے جنگ کرنے میں یزید

اور یزیدی اس قدر ہراساں تھے کہ ۷۲ کے مقابلہ پر ہزاروں کی فوج جھونک دینے کے باوجود بھی اپنی ناکامیابی پر یقین رکھتے تھے صرف پیاس کے ذریعہ کمزور کرکے فتح کی امید رکھتے تھے لہذا بندش آب کا منصوبہ جنگی حکمت عملی کی بنا پر صرف اس لئے بنایا گیا تھا تاکہ شیر خدا کی اولاد سے، رسول اللہؐ کی تلواروں سے، بنی ہاشم کے شیروں سے، شجاعانِ عرب سے بزدل یزیدی فوج لڑ سکے ورنہ ان بہادروں سے لوہا لینا ان نامردوں کے بس کی بات نہ تھی۔

بندشِ آب کا پہلا حکم

بندش آب کے سلسلے میں اب تک تاریخی حقائق اور واقعات کی روشنی میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ پانی بند کرنے کا اہم ترین منصوبہ صرف اس لئے بنایا گیا تھا کہ امامؑ سے جنگ جیتنے کا یہی واحد ذریعہ اور سہارا تھا نیز امامؑ کے کربلا میں پہنچنے سے پہلے یہ منصوبہ بنا لیا گیا تھا۔ چنانچہ امامؑ کو کربلا میں بے آب زمین پر اُترنے کے لئے مجبور اسی لئے کیا گیا کہ اس منصوبہ پر عمل درآمد کا آغاز ہو سکے۔ حُر نے زمین بے آب پر اُتار دیا تھا فوج کو فرات اور امامؑ کے درمیان حائل کر دیا تھا۔ مگر طاقت کے ذریعہ پانی لینے سے روکنا اس کے بس کی بات نہ تھی بلکہ

اس کا انتظام حُر نے خود ابن زیاد کو سونپا تھا۔ لہٰذا واقعات کی تہری اور لازمی تدریج یہی ہونا چاہیے تھی کہ ابن زیاد جو پہلا لشکر کربلا کی طرف روانہ کرے اسے پانی بند کر دینے کی ذمہ داری سونپے چنانچہ ہوا بھی یہی کہ عمر سعد جب پہلا لشکر لے کر کربلا کی طرف چلا تو ابن زیاد نے اسے پانی بند کر دینے کا حکم دیا۔

ابن زیاد نے بندشِ آب کا یہ پہلا حکم ابن سعد کو ۴ محرم کو کوفہ سے روانہ ہونے کے وقت دیا اور عمر سعد نے بندشِ آب کے حکم ابن زیاد کی تعمیل بھی اس طرح کی۔ فرات سے آگے بڑھ کر لشکر کا پڑاؤ ڈالا کہ فرات پر فوج کا مکمل قبضہ ہو گیا اور امامؑ پر ۴ محرم سے پانی بند ہو گیا۔ مذکورۂ بالا تفصیل کے لئے آپ تاریخی حوالے ملاحظہ فرمائیے:۔

(۱) "ابن زیاد نے اسے سخت تاکید کی کہ ہرگز ہرگز حسین ابن علی اور ان کے اصحاب دریائے فرات تک نہ آنے پائیں اور ایک گھونٹ پانی نہ پی سکیں۔ عمر نے کہا ایسا ہی کروں گا۔"

حوالے۔ (۱) اعثم کوفی ص۲۷۲ (۲) شہید اعظم ج ۲ ص۱۱۶۔

(۲) "فقام الیہ عمر بن سعد وقال انا اٰتیک براسہ فقال لہ امض وامنعہ من شرب الماء"

ترجمہ۔ ابن زیاد کے سامنے عمر سعد نے کھڑے ہو کر کہا: میں

قتل حسینؑ کے لئے جانے پر تیار ہوں ۔ ابن زیاد نے اسے حکم دیا جاؤ اور جا کر حسین پر پانی بند کر دو ۔

حوالے ۔ (۱) نورالعین اسفرائنی ص۲۹ (۲) ینابیع المودۃ ص۳۳۹ ۔ (۳) مقتل ابی مخنف ص۵۰ (۴) اسرار الشہادۃ ص۱۹۸ (۵) مقتل خوارزمی جلد اول ص۲۴۳ ۔

اعثم کوفی ۔ ابو مخنف ۔ خوارزمی ۔ ابو اسحاق اسفرائنی ۔ فاضل دربندی شیخ سلیمان قندوزی ۔ ریاض بنارسی جیسے ساتھ ممتاز علماء و موضین نے اپنی کتابوں میں واضح اور صاف لکھا ہے کہ ابن زیاد نے بندش آب کا پہلا حکم ابن سعد کو اس وقت دیا جب وہ ابن سعد کو کربلا کے لئے روانہ کر رہا تھا ۔

بندشِ آب کے پہلے حکم کی تعمیل

واقعات کی رفتار قہری طور پر ہم سے اس بات کے ماننے کا مطالبہ کرتی ہے کہ ابن سعد نے کربلا پہنچ کر پانی بند کر دیا اور بندشِ آب کی تاریخ ۲ محرم ہے نہ کہ ساتویں محرم جیسا کہ مشہور ہے کیونکہ کسی کتاب میں ابن زیاد کا کوئی عتاب نامہ درج نہیں ہے جس میں عمر سعد سے جواب طلب کیا ہو کہ تم نے کربلا پہنچ کر میرے حکم کے مطابق حسینؑ پر پانی کیوں بند نہیں کیا ۔ جبکہ ابن سعد کی صلح کی کوشش یا جنگ میں تاخیر کرنے پر ابن زیاد نے

ابن سعد کی ملامت کی ہے۔ اور معزول کر دینے تک کی دھمکی دی ہے
بلکہ متبادل طور پر شمر کو سرداری فوج کے لئے نامزد تک کر دیا ہے اور ان
تمام باتوں کا اندراج کتابوں میں پایا جاتا ہے لہذا اگر ابن سعد نے
کربلا پہنچ کر حکم ابن زیاد کے مطابق پانی بند نہ کیا ہوتا تو ضرور ابن زیاد
ملامت و عتاب کرتا اور دیگر دوسرے عتاب ناموں کی طرح اس کا بھی
اندراج ہوتا۔ جبکہ بندش آب ہی پر جنگ کا جیتنا منحصر تھا۔ عمر سعد
رحمدل نہ تھا کہ پانی نہ بند کرتا۔ امامؑ کی جنگ نہ کرنے کی روش واضح
ہو چکی تھی جب آپ نے حُر کے اصرار پر جنگ کے بجائے بے آب جگہ پر
اُترنا گوارہ کر لیا تھا لہذا پانی بند کرنے میں ابن سعد کے سامنے کوئی ایسا
خوف بھی نہ تھا جو مانع ہوتا اس کے برخلاف یہ خوف یقینی تھا کہ ابن زیاد
عدم تعمیل میں سخت برہم ہوگا۔ اس کے ماسوئی خود عمر سعد بھی جانتا تھا کہ
بندش آب کے بغیر امامؑ سے جنگ جیتنا ممکن نہیں ہے۔ کربلا کے
معاملات سے خود ابن سعد کو نبٹنا تھا نہ کہ ابن زیاد کو لہذا حالات کا مکمل
تقاضہ ہے کہ عمر سعد کربلا پہنچتے ہی ۴ محرم کو امامؑ پر پانی بند کر دے۔ اور
تاریخیں بھی یہی کہتی ہیں کہ پانی بند کر دیا۔

(۱) " ثم زحف خیل عمر بن سعد حتی نزلوا شاطی الفرات
وحالوا بین الماء و بین الحسین و اصحابہ "

ترجمہ۔ پھر لشکر عمر سعد بڑھا یہاں تک کہ فرات کے کنارے پر اُترا اور فرات اور امام حسینؑ و اصحاب حسینؑ کے درمیان حائل ہوگیا۔

حوالے۔ (۱) کشف الغمہ علامہ اربلی ج ۲ ص۲۵۵ بحوالہ کمال الدین ابن طلحہ

(۲) شہید اعظم ج ۲ ص۱۲۲

(۲) ثم ان ابن سعد عبر الفرات

ترجمہ۔ پھر عمر سعد نے فرات عبور کر لیا۔

حوالہ۔ مقتل ابی مخنف ص۵۳۔

(۳) "عمر سعد کا لشکر آب فرات کے کنارے آپڑا۔ امام حسین اور ان کے دوستوں کو پانی سے روک دیا۔"

حوالہ۔ اعثم کوفی ص۳۷۴

پہلا حکم کس تاریخ کو دیا گیا

عام طور پر کتابوں میں ابن سعد کے کربلا آنے کی تاریخ ۴ محرم درج ہے۔ اور بندش آب کا پہلا حکم ابن زیاد نے ابن سعد کو کوفہ سے چلنے کے وقت دیا ہے لہذا بندش آب کا پہلا حکم ۴ محرم کو دیا گیا اور ۴ محرم ہی سے پانی بند ہوگیا۔ لیکن طبری نے پسر سعد کے کربلا پہنچنے کی تاریخ ۳ محرم بتائی ہے۔ اور طبری کے اتباع میں کامل۔ ارشاد۔ بحار وغیرہ میں

بھی ۳ محرم درج ہے۔ لیکن واقعات کی روشنی میں ابن سعد کے کربلا میں آنے کی تاریخ ۴ محرم صحیح ہے اور طبری۔ کامل۔ ارشاد اور بحار وغیرہ کا یہ لکھنا کہ ابن سعد کربلا میں ۳ محرم کو آیا قطعاً غلط ہے کیونکہ ۲ محرم کو ابن زیاد کے قاصد کے پہنچنے پر حُر نے امامؑ کو روکا اور بحث و اصرار کے بعد امام کربلا میں اُتر پڑے۔ اس کے بعد کے واقعات جو تمام کتابوں میں درج ہیں ان کی تفصیل یہ ہے کہ

۱۔ حُر نے ایک خط لکھ کر امامؑ کے کربلا میں اُترنے کی اطلاع ابن زیاد کو کی اور قاصد نے کوفہ پہنچ کر ابن زیاد کو خط دیا۔

۲۔ ابن زیاد نے حُر کے خط ملنے کے بعد ایک خط امام حسین علیہ السلام کے نام لکھا جس میں بیعت کا مطالبہ کیا۔ قاصد یہ خط لے کر امامؑ کے پاس آیا۔ آپ نے اس خط کو پڑھ کر زمین پر ڈال دیا اور فرمایا یہی اس کا جواب ہے۔ قاصد نے کوفہ واپس آ کر ابن زیاد کو امامؑ کے جواب کی صورت حال سے مطلع کیا۔

۳۔ امامؑ کے جواب نہ دینے پر ابن زیاد نے غضبناک ہو کر فوج کشی کی تیاری شروع کی۔ اس موقع پر واقعات کی ترتیب میں تھوڑا سا اختلاف کتابوں میں ملتا ہے۔

ایک صورت یہ ہے کہ پہلے ابن زیاد نے منادی کرا کے لوگوں کو

جمع کیا پھر تقریر کر کے یزید کے انعام و اکرام کا لالچ دے کر لوگوں کو کربلا کی مہم پر جانے پر آمادہ کیا۔ اور منبر سے اُتر کر اپنے اصحاب میں ابن سعد کو آمادہ کرنا چاہا اس نے انکار کیا۔ کافی بحث کے بعد ابن سعد نے ایک دن کی مُہلت طلب کی اور دوسرے دن آمادہ ہو کر کربلا گیا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ پہلے ابن سعد کو آمادہ کرنا چاہا۔ اس نے انکار کیا۔ کافی بحث کے بعد ابن سعد نے ایک دن کی مُہلت مانگی۔ پھر دوسرے دن آمادہ ہو کر کربلا گیا۔ اور ابن سعد کے جانے کے بعد ابن زیاد نے لوگوں کو جمع کر کے مسجد میں تقریر کی اور انعام کا لالچ دیکر لوگوں کو کربلا کی مہم پر آمادہ کیا۔

ابن سعد کے انکار و اقرار میں بھی اس قدر اختلاف ہے کہ بعض کتابوں میں ہے کہ ابن زیاد رَے کے صوبے کی گورنری پسر سعد کو دے چکا تھا۔ پسر سعد کے رَے کو روانہ ہونے سے قبل کربلا کی مُہم سامنے آگئی ابن زیاد نے پسر سعد سے کربلا جانے کے لئے کہا اس نے انکار کیا تو رَے کی حکومت کا پروانہ واپس مانگا۔ پسر سعد رَے کی طمع میں کربلا جانے پر آمادہ ہوا۔

بعض کتابوں میں یہ ہے کہ اس وقت ابن سعد کے نام رَے کا

پروانہ لکھا اور پروانہ دینے کے بعد شرط لگائی کہ پہلے کربلا جاؤ بعد میں رَے جاؤ اور اس طرح ابن سعد لالچ کا اسیر ہو کر اور بندۂ ہوس بن کر کربلا گیا۔ حالانکہ اسے خود اقرار تھا کہ امامؑ کا قاتل دین اور دُنیا دونوں جگہ گھاٹے میں رہے گا۔

بہر حال جو صورت بھی صحیح ہو ابن سعد کا شروع میں آمادہ نہ ہونا۔ پھر رَے کی طمع میں ایک دن کی مُہلت طلب کرنا اور دوسرے دن کربلا کی مُہم پر روانگی کے لئے آمادہ ہونا اور روانہ ہو کر اسی دن کربلا پہنچنا ہر کتاب میں درج ہے۔ اب آپ واقعات کی ترتیب پر غور کریں۔

۲ محرم کو امامؑ کربلا میں اُترے۔ اسی دن حُر نے ابن زیاد کو خط لکھا۔ ابن زیاد نے خط ملنے کے بعد امامؑ کو خط لکھا۔ امامؑ نے جواب نہ دیا۔ قاصد نے آکر ابن زیاد کو جواب نہ دینے کی اطلاع دی۔ کم از کم ۲ محرم کا دن ان واقعات میں ضرور ختم ہو گیا ہو گا بلکہ امامؑ کے پاس سے واپس آنے والا قاصد رات گئے واپس ہو سکتا ہے دن میں نہیں اس طرح ۳ محرم کو ابن زیاد نے فوج کشی کا انتظام شروع کیا۔ اگر شروع میں منادی کرائی اور لوگوں کے جمع ہونے پر تقریر کی۔ سرداروں کو آمادہ کیا۔ سب نے انکار کیا پھر پسر سعد پر زور ڈالا۔ آخر اس نے ایک دن کی مہلت طلب کی اور دوسرے دن آمادہ ہوا یا شروع ہی میں

ابن زیاد نے ابن سعد سے جانے کو کہا اور اس نے انکار کیا۔ زور ڈالنے پر اُس نے ایک دن کی مہلت طلب کی اور دوسرے دن آمادہ ہوا جو بھی تفصیل صحیح ہو ابن سعد کی آمادگی اور روانگی کی تاریخ ۴ محرم ہو سکتی ہے ۳ محرم نہیں ہو سکتی کیونکہ ۳ محرم وہ دن ہے جس دن پسر سعد نے مہلت طلب کی ہے۔ لہٰذا ابن سعد کی روانگی اور کربلا میں پہنچنے اور پانی بند ہونے کی تاریخ ۴ محرم ہے نہ کہ ۳ محرم۔

طبری جیسے شہیر و کبیر مورخ سے ایسی فاش غلطی کا ہونا حد درجہ افسوسناک ہے اور پھر یہ افسوسناک غلطی اس کے اتباع اور پیروی میں کامل۔ ارشاد اور بحار وغیرہ میں بھی پھیل گئی۔ یہ طبری کے اسکول کی پہلی غلطی ہے جو واقعاتِ کربلا کے سلسلہ میں سامنے آئی۔

طبری کے اسکول کی دوسری غلطی

جب طبری اور دیگر تمام لکھنے والوں نے متفقہ طور پر لکھا ہے کہ ۲ محرم کو ابن زیاد کا قاصد حُر کے پاس یہ خصوصی حکم لے کر آیا کہ حسینؑ کو بے آب۔ بے سایہ۔ بے سبزہ۔ بے آبادی جگہ پر اتارو جہاں قلعہ یا کوئی محفوظ جگہ نہ ہو اور حُر نے تعمیل کرکے اس کی اطلاع دے دی تو پھر کیسے ممکن ہے کہ پسر سعد کا پہلا لشکر جب کربلا کے لئے روانہ ہوا تو ابن زیاد اپنے پہلے حکم

یعنی بے آب زمین پر اُتارو کو بالکل بھول جائے۔ جبکہ بے آب جگہ پر اتارنا پیاسا رکھنے کے منصوبے کا آغاز تھا۔ اور اسی منصوبے کے عملدآمد ہی پر فتح منحصر تھی۔ ابن زیاد نہ اس مسئلہ کو بھول سکتا تھا اور نہ بھولا بلکہ اس نے پسر سعد کو کوفہ میں کربلا کے لئے روانہ ہونے کے وقت حکم دیا کہ کربلا میں پہنچتے ہی حسینؑ پر پانی بند کر دو۔ سات ممتاز مورخین اور علماء نے اپنی کتابوں میں بندشِ آب کے اس حکم کو درج کیا ہے اور ابن سعد نے اس حکم کی تعمیل میں کربلا پہنچ کر پانی بند کر دیا اس کا بھی اندراج ہے۔ لیکن طبری اور اس کے متبعین نے ابن زیاد کے اس حکم بندشِ آب کا "تذکرہ نہیں کیا ہے۔ طبری یا اس کے رفقا کا نہ لکھنا کوئی اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ دوسرے مورخین و علماء نے اس واقعہ کو لکھا ہے یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اصول درایت۔ حالات کے تدریجی ارتقا کا تقاضہ یہی ہے کہ ابن زیاد یہ حکم دے لہذا طبری وغیرہ کا نہ لکھنا ایک ایسا خلا پیدا کرتا ہے جس کی گنجائش حالات میں نہیں ہے۔ اس کے برخلاف اعثم کوفی۔ خوارزمی۔ ابو مخنف وغیرہ کا لکھنا حالات کے عین مطابق ہے۔ طبری جیسے مورخ کو خود تلاش ہونا چاہیے تھی کہ جس اہمیت کے ساتھ ابن زیاد نے حُر کو لکھا تھا کہ امامؑ کو بے آب زمین پر اُتارو۔ بے آب زمین پر اُتر جانے کے بعد ابن زیاد نے بندشِ آب کے سلسلہ میں

مزید کیا اقدام کیا۔ ایک مفکر مورخ کا مسئلہ کے اس رخ کی طرف متوجہ ہونا ضروری تھا۔ اس کے بجائے ابن زیاد کے حکم سے غافل رہنا طبری اور اس کے اسکول کی دوسری اور اہم غلطی تھی۔

بحث و تحقیق کا خلاصہ

تحقیق بندشِ آب کے سلسلہ میں چھ سوالات میں نے قائم کئے تھے۔ جن میں سے تین پر بحث کر چکا ہوں۔ بحث کے نتیجہ میں جو باتیں پایۂ تحقیق کو پہنچ گئی ہیں ان کو بطور خلاصہ بحث درج کیا جاتا ہے:۔

۱۔ ابن زیاد نے امامؑ کو پیاسا رکھنے کا منصوبہ آپ کے کربلا آنے سے پہلے بنایا تھا۔ اور اس منصوبہ کے مطابق حر کو حکم دیا کہ امامؑ کو بے آب جگہ پر اُترنے پر مجبور کرے۔ امامؑ چونکہ جنگ کی ابتدا نہ چاہتے تھے لہذا مجبوراً بے آب جگہ پر اُتر گئے۔ حُر کا لشکر فرات اور امامؑ کے درمیان حائل ہو گیا۔ پانی بند نہیں ہوا مگر قلتِ آب کا آغاز ہو گیا۔ کیونکہ پانی حاصل کرنے کی سہولت سے امامؑ محروم کر دیئے گئے تھے۔

۲۔ پیاسا رکھنے کا منصوبہ اس لئے بنایا گیا تھا کہ اس کے بغیر جنگ جیتنا ممکن نہ تھا اس کا یقین جہادِ مسلم نے دلا دیا تھا۔ لہذا فوج کشی

اور انتظام جنگ کے کسی مرحلہ میں ابن زیاد پیاسا رکھنے کے منصوبہ سے غافل نہیں رہ سکتا تھا۔

۲۔ چنانچہ پسر سعد جب ۴ محرم کو کوفہ سے کربلا کے لئے روانہ ہوا تو پسر سعد کو ابن زیاد نے ہدایت کی کہ کربلا پہنچتے ہی پانی بند کر دینا جس کا پسر سعد نے وعدہ کیا اور پانی بند کر دیا۔ ورنہ ابن زیاد عدم تعمیل حکم پر ضرور سرزنش کرتا اور وہ سرزنش اسی طرح کتابوں میں درج ملتی جس طرح جنگ ٹالنے یا صلح کی گفتگو کرنے پر ابن زیاد نے پسر سعد کی سرزنش کی ہے اور کتابوں میں اس کا اندراج موجود ہے لہذا ثابت ہوا کہ ۴ محرم سے پانی بند کر دیا گیا۔

طبری اور اس کے اسکول کے دوسرے مورخین سے اس مرحلہ پر دو غلطیاں ہوئی ہیں :-

ا۔ پسر سعد کے کربلا پہنچنے کی تاریخ ۳ محرم لکھی ہے جو واقعات کی روشنی میں ناممکن ہے بلکہ ۴ محرم صحیح تاریخ ہے۔

۲۔ بندش آب کا پہلا حکم جو ابن زیاد نے پسر سعد کو کوفہ میں کربلا روانہ ہونے کے وقت دیا طبری اور ساتھی مورخین نے نہ اس حکم کا اندراج کیا ہے اور نہ پسر سعد نے اس حکم کی جو تعمیل کی ہے اس کا ذکر کیا اس غلطی کا نتیجہ یہ نکلا کہ طبری اور اس کے ساتھی مورخین نے

بندشِ آب کی اگلی تفصیل بیان کرنے میں مزید غلطیاں کیں اور ان کی غلطیاں صحیح صورت حال کے سمجھنے میں رکاوٹ بنیں بلکہ شبہات پیدا کرنے کا سبب بن گئیں۔ اور دوسرے مورخین کو بھی غلط راستے پر ڈالنے کا سبب ہوئیں لہذا بندشِ آب کے پہلے مرحلے کے بعد واقعات کو بڑی دیدہ ریزی سے سُلجھانا ہوگا اور ضرورت ہے کہ اس مرحلہ پر کامل غور و فکر اور گہری چھان بین سے کام لیا جائے۔ واقعات اور تاریخی کتابوں کے اندراجات کا مکمل جائزہ لیا جائے۔ ان کا تفصیلی تجزیہ بھی کیا جائے تاکہ صحیح اور غلط واقعات کو ایک دوسرے سے الگ کیا جاسکے۔ نیز ایک ہی واقعہ میں دوسرے واقعہ کے جن اجزا کو غلطی سے شامل کر دیا گیا ہے۔ ان کو الگ کر کے واقعات کے صحیح خدوخال کو پیش کیا جائے۔

واقعات کی فطری نشو و نما پر ایک نظر

کتابوں کے مندرجات پیش کرنے سے پہلے واقعات کی فطری نشو و نما پر نظر ڈالنا ضروری ہے تاکہ وہ شعور پیدا ہو جائے جسے آگے چل کر فیصلہ کرنا ہے۔ یزید اور تمام یزیدی افراد اور یزیدی طاقتیں

شروع ہی سے یہ یقین رکھتی تھیں کہ امام مظلومؑ سے جنگ کرنا اور فتح حاصل کرنا بہت مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے۔ چنانچہ یزید نے مدینہ اور مکہ میں دو بار کوشش کی کہ حسینؑ بغیر جنگ لڑے قتل ہو جائیں مگر مدینہ میں امامؑ کے انتظام نے اور مکہ میں امامؑ کی قبل حج روانگی نے یزید کی دونوں تدبیروں کو ناکام بنا دیا۔ یزید اور یزیدی امامؑ سے جنگ کرنے سے گھبراتے تھے۔ اس کا اعلان مروان جیسے سیانے اور ہماندیدہ دشمنِ اہلبیت سیاستدان کی وہ گفتگو آج بھی کر رہی ہے اس نے گورنر مدینہ ولید سے اس کے دارالامارہ میں اس وقت کی تھی جب امامؑ کو بیعت کے لئے طلب کیا گیا تھا مروان نے کہا تھا کہ "اگر حسینؑ آج اس گھر سے زندہ نکل گئے تو پھر بغیر ایک بڑی جنگ کے ان کا قابو میں آنا ممکن نہ ہوگا"

غرضکہ واقعات کا فطری نشوونما یہ ہے کہ یزید امامؑ سے لڑنے کی ہمت نہ رکھتا تھا۔ لہٰذا اس نے پہلے کوشش کی کہ آپ بغیر جنگ قتل ہو جائیں مگر دونوں بار ناکام رہا۔ اس کے بعد جب کوفہ جناب مسلمؑ کے ساتھ ہو گیا اور امامؑ کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے تو یزید کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ اس کی فکرمندی میں شدید اضافہ ہو گیا ابن زیاد کو حسینؑ کے قتل کی مہم کا سربراہ بنایا گیا

اور ہر ممکن ذریعہ استعمال کیا گیا کہ ابن زیاد مکمل تندہی سے اس مہم میں لگ جائے ۔ ابن زیاد نے مکاری سے کوفہ کو ڈرا دیا۔ اور جناب مسلم کو یکہ و تنہا کر دیا مگر خود جناب مسلم قابو میں نہ آسکے جناب مسلم مکاری سے گرفتار کر لئے گئے ۔ اب قتل دشوار نہ تھا مگر جناب مسلم کے جہاد نے ابن زیاد کو حسینؑ کے مقابلے میں لرزہ بر اندام کر دیا۔ اسے ہر طرف سے اپنی ناکامی کا یقین ہونے لگا۔ ابن زیاد کے سفاک دماغ نے امامؑ سے جنگ جیتنے کی ایک نئی راہ تلاش کی کہ امامؑ اور آپ کے پورے قافلے کو شدید پیاس کے ذریعہ کمزور اور نڈھال کر دیا جائے کہ ان کا حرکت کرنا دشوار ہو جائے اس کے بعد ان کا قتل کرنا ممکن ہو سکے گا۔ لہٰذا جونہی امامؑ کوفہ کے قریب پہنچے اس کوفہ سے قریب جسے فوجی چھاونی بننا تھا۔ ابن زیاد نے پیاسا رکھنے کے منصوبے پر عمل شروع کر دیا ۔ اور حُر کے ذریعہ قلتِ آب کے مرحلہ کا آغاز ہو گیا ۔

واقعات کی تفصیل آپ پڑھ چکے ہیں جس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ابن زیاد نے خصوصی قاصد بھیج کر اور اس قاصد کو حرؑ پر نگراں مقرر کر کے اپنی اس شدید خواہش کا اظہار کر دیا ہے کہ وہ چند باتوں کے لئے سخت بے چین تھا۔ (۱) امام کوفہ سے بہت دور نہ اُتریں

ورنہ فوجی انتظام میں زحمت ہوگی۔ (۲) امامؑ کسی محفوظ جگہ قلعہ وغیرہ میں نہ اُتریں ورنہ جنگ آسان نہ ہوگی۔ (۳) امامؑ پانی۔ سایہ سبزہ کی جگہ پر نہ اُترنے پائیں ورنہ پیاسا رکھنا اور جنگ جیتنا مشکل ہوگا۔ لہذا واقعات کا فطری نشو و نما یہی ہوگا کہ مستقبل میں بھی ابن زیاد ان باتوں کی طرف شدت سے متوجہ رہے۔ چنانچہ ابن سعد کو روانگی کے وقت حکم دیا کہ جاتے ہی پانی بند کردو۔ بندش آب کا یہ حکم واقعات کی فطری نشو و نما کے عین مطابق ہے بلکہ اس کا حکم نہ دیا جانا واقعاتی تدریج و ترقی کے خلاف ہوتا۔ اسی طرح ابن سعد کا پانی بند کردینا بھی واقعاتی رفتار کے مطابق ہے ورنہ ابن زیاد کی طرف سے عتاب ضرور ہوتا۔ اسی طرح اگلے واقعات کے لئے بھی چند باتوں کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔ جن سے واقعات کو ان کے فطری نشو و نما کے مطابق جانچا جا سکے گا:

۱۔ اگر عمر سعد کے پانی بند کر دینے کے بعد امامؑ پر مکمل طور پر پانی بند ہو جاتا ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ابن زیاد کوفہ سے پسر سعد کے نام پانی بند کرنے کا کوئی نیا حکم بھیجے۔

۲۔ اگر عمر سعد کے نام کربلا میں ابن زیاد کا کوئی نیا حکم پانی بند کرنے کے لئے آتا ہے تو اس کے کھلے معنی ہیں کہ پانی مکمل طور پر بند نہیں ہو سکا:

۳۔ مکمل طور پر پانی بند نہ ہونے کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ پانی روکنے کا نظام کمزور ہے لہذا نئے حکم کے آنے پر ابن سعد پانی روکنے میں مزید کوشش کرے گا اور نہر پر پہرہ سخت کر دے گا۔

۴۔ اگر پہرہ کے سخت کر دینے کے بعد پانی مکمل طور پر بند ہو گیا تو پھر ابن زیاد کا کوئی مزید حکم پانی بند کرنے کے لئے نہیں آنا چاہیئے اور نہ نہر پر پہرہ دینے والی فوج میں کوئی اضافہ ہونا چاہیئے۔ لیکن اگر ابن زیاد کا پھر کوئی حکم اس سلسلے میں ابن سعد کے نام آتا ہے یا نہر پر پہرہ دینے والی فوج میں کوئی اضافہ ہوتا ہے تو یہ دونوں باتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ دوسرے انتظام کے بعد بھی پانی مکمل طور پر بند نہیں ہو سکا۔ لہذا نیا حکم بھی آیا اور پہرہ بھی زیادہ سخت کیا گیا۔

۵۔ جب تک ابن زیاد کا نیا حکم آتا رہے یا پہرہ دینے والی فوج میں اضافہ ہوتا رہے اس وقت تک یقین کرنا ہو گا کہ پانی مکمل طور پر بند نہیں ہوا۔ لیکن جس دن کے بعد نہ نیا حکم آئے اور نہ پہرہ میں کوئی اضافہ ہو اسی دن سے مکمل بندش آب کا یقین کرنا ہو گا۔

اب آپ کے سامنے کتابوں میں بندش آب کے سلسلہ میں جو کچھ ہے اسے پیش کیا جاتا ہے:

طبری کا بیان

"قال ابو مخنف حدثنی سلیمان ابن ابی راشد عن

حمید بن مسلم الازدی قال جاء من عبید اللہ

بن زیاد کتاب الی عمر بن سعد - اما بعد فحل بین

الحسین واصحابہ وبین الماء ولا یذوقوا منہ

قطرۃ کما صنع بالتقی الزکی المظلوم امیر المومنین

عثمان بن عفان قال فبعث عمر بن سعد عمرو

بن الحجاج علی خمسمائہ فارس فنزلوا علی

الشریعتہ وحالوا بین الحسین واصحابہ وبین

الماء ان یسقوا منہ قطرۃ و ذلک قبل قتل الحسین

بثلاث ـــــ قال لما اشتد علی الحسین و

اصحابہ العطش دعا العباس ابن علی اخاہ

فبعثہ فی ثلثین فارسا و عشرین راجلا و

بعث معھم بعشرین قربۃ فجاؤ حتی دنوا

من الماء لیلا ـــــ فقال عمرو بن الحجاج

الزبیدی من الرجل ـــــ وجاء اصحاب حسین

بالقرب فادخلوها علیہ

ترجمہ۔ ابو مخنف کہتے ہیں مجھ سے سلیمان ابن ابی راشد نے حمید بن مسلم ازدی کا یہ بیان نقل کیا کہ عبیداللہ بن زیاد کا خط عمر بن سعد کے نام آیا کہ حسینؑ اور ان کے اصحاب اور فرات کے درمیان اس طرح حائل ہوجاؤ کہ حسین اور ان کے ساتھی ایک قطرہ پانی نہ پائیں۔ جیسا کہ امیر المومنین عثمان بن عفان کے ساتھ سلوک کیا گیا تھا وہ عثمان جو متقی۔ پاک باطن اور مظلوم تھے۔ چنانچہ عمر سعد نے ابن زیاد کے اس حکم کے بعد عمرو بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ساتھ نہر کے گھاٹ پر پہرہ دینے کے لئے مقرر کیا اور ان کا فرض قرار دیا کہ گھاٹ پر رہیں اور حسین و اصحاب حسین کو ایک قطرہ پانی نہ پینے دیں۔ یہ واقعہ امامؑ کے قتل ہونے سے تین دن پہلے کا ہے۔

——— ابو مخنف کہتے ہیں کہ حسین اور ان کے اصحاب پر پیاس کی شدت ہوئی تو امامؑ نے اپنے بھائی عباس بن علیؑ کو بلایا تیس سوار اور بیس پیادے ساتھ کئے بیس مشکیں بھی دیں اور سب کو پانی لانے کے لئے بھیجا۔ یہ لوگ رات کو پانی لینے کے لئے نہر پر آئے ——— عمرو بن حجاج زبیدی (جو نہر پر پہرہ دینے والے سواروں کا سردار تھا) نے پوچھا کون پانی لینے

آیا ہے ——— (عمرو سے اور جناب عباسؑ کے ساتھیوں سے بحث بھی ہوئی اور جنگ بھی ہوئی۔ آخرکار)۔ اصحاب حسینؑ نے پانی خیموں کے اندر پہنچا دیا۔

حوالہ۔ طبری حصہ دوم جلد اول ص۳۱۳

الاخبار الطوال کا بیان

" قالوا وورد کتاب ابن زیاد علی عمر بن سعد ان امنع الحسین واصحابه الماء فلا یذوقوا منه حسوة کما فعلوا بالتقی عثمان بن عفان فلما ورد علی عمر بن سعد ذلك امر عمرو بن الحجاج ان یسیر فی خمسمائة راکب فینیخ علی الشریعة ویحولوا بین الحسین واصحابه وبین الماء وذلك قبل مقتله بثلاثة ایام فمکث اصحاب الحسین عطاشی قالوا ولما اشتد بالحسین واصحابه العطش امر اخاه العباس بن علیؑ ——— ان یمضی فی ثلاثین فارسا وعشرین راجلا مع کل رجل

قربة حتی یا توالماء فیحار بوا من حال بینہم و بینه ــــــ فمنعهم عمرو بن الحجاج فجالدهم العباس ــــــ حتی اوصلوا الماء الی عسکر الحسین۔

ترجمہ۔ لوگوں کا بیان ہے کہ ابن زیاد کا عمر بن سعد کے نام آیا جس میں درج تھا کہ امام اور ان کے اصحاب پر اس طرح پانی بند کردو کہ ان کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہ ملے۔ جیسا کہ ان لوگوں نے متقی عثمان ابن عفان کے ساتھ کیا ہے۔ جب عمر بن سعد کو یہ حکم ملا تو اس نے عمرو بن حجاج کو حکم دیا کہ وہ پانچ سو سواروں کے ساتھ جا کر گھاٹ پر پڑاؤ ڈالے اور حسینؑ و اصحاب حسینؑ پر پانی بند کردے۔ یہ واقعہ امامؑ کے قتل ہونے سے تین دن پہلے کا ہے۔ اس کے بعد امامؑ کے ساتھی پیاسے رہے۔

لوگوں کا بیان ہے کہ جب امامؑ اور اصحاب پر پیاس کی شدت ہوئی تو آپ نے اپنے بھائی عباسؑ بن علیؑ کو حکم دیا ــــــ کہ تیس۳۰ سوار اور بیس پیادے لے کر جاؤ اس طرح کہ ہر طرح پیادے کے ساتھ ایک مشک ہو۔ یہ لوگ پانی لینے گئے اور ان لوگوں سے جنگ ہوئی جو ان کو پانی لینے سے روک رہے تھے ــــــ جناب عباسؑ کو عمرو بن حجاج نے پانی لینے سے روکا۔ جناب عباسؑ نے عمرو کے

لشکر سے جنگ کی یہاں تک کہ جناب عباسؑ اور ان کے ساتھیوں نے پانی حسینؑ کے لشکر میں پہنچا دیا۔

حوالہ۔ الاخبار الطوال ص ۲۵۲، ۲۵۳۔

حبیب السیر کا بیان

" و پیغام داد کہ آب فرات را محفوظ ساز تا حسین و موافقان او ازاں نتوانند آشامید و عمر بن سعد لعنہ اللہ عمر بن حجاج را با پانصد سوار جہت ضبط آب تعین کرد و ایں صورت قبل از شہادت امام مظلوم بسہ روز روی نمود و چوں عطش بر اہل بیت ساقی کوثر غالب گشت امام حسین رضی اللہ عنہ برادر خود عباس ابن امیرالمومنین علی را با سی سوار و بیست پیادہ با وردن آب مامور گردانید و میان عباس رضی اللہ عنہ و عمرو محاربہ واقع شدہ عباس غالب آمد و مشکہا پر آب کردہ بمعسکر امام عالی گہر رسانید"

ترجمہ۔ ابن زیاد نے عمر سعد کو پیغام دیا کہ فرات کے پانی پر پہرہ بٹھاؤ تاکہ حسین اور ان کے ساتھی فرات سے پانی نہ پی سکیں عمر سعد لعنہ اللہ نے عمر بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ساتھ پانی سے روکنے کے لئے مقرر کیا۔ یہ واقعہ امام مظلومؑ کی شہادت سے

تین دن قبل پیش آیا۔ جب پیاس ساقی کوثر کے اہلبیتؑ پر غالب ہوئی تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عباس ابن امیر المومنین علیؑ کو تیس سوار اور بیس پیادوں کے ہمراہ پانی لانے کیلئے مقرر کیا۔ جناب عباس رضی اللہ عنہ اور عمرو کے درمیان جنگ ہوئی۔ جناب عباس غالب آئے اور پانی سے بھری ہوئی مشکیں امام عالی گہر کے لشکر میں پہنچ گئیں۔

حوالہ۔ حبیب السیر جز اول از جلد دوم ص۲۹

روضۃ الصفاء کا بیان

"دریں اثناء ابن زیاد بہ عمر بن سعد پیغام داد کہ امام حسینؑ و اتباع او را از تصرف در آب فرات مانع آید و بایں بہانہ متمسک شدند کہ بنی ہاشم آب را از عثمان بن عفان باز داشتہ بودند۔ و عمر بن سعد و عمر بن حجاج را با پانصد سوار جہت ضبط آب تعیین نمود و ایں واقعہ قبل از شہادت امام مظلوم بسہ روز روی نمود و چون عطش بر امام حسینؑ و اتباع او استیلا یافت برادر خود عباسؑ را با سی سوار و بیست پیادہ بطلب آب فرستاد میان عمرو و عباس محاربہ واقع شدہ عباس غالب آمد و پیادگان مشکہا

پر آب کردند و عباس با سواران بحمایت ایشان قیام نمودند تا آب را به لشکر گاہ رسانیدند"۔

ترجمہ۔ اس درمیان میں عمر سعد کو ابن زیاد نے پیغام دیا امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو فرات کا پانی لینے سے روکو اور پانی بند کرنے کا یہ بہانہ قرار دو کہ بنی ہاشم نے عثمان پر پانی بند کر دیا تھا۔ عمر سعد نے عمرو بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ساتھ پانی روکنے کے لئے معین کیا۔ یہ واقعہ امام مظلومؑ کی شہادت سے تین دن قبل پیش آیا۔ جب امام حسینؑ اور آپ کے ساتھیوں پر پیاس کی شدت چھا گئی تو امامؑ نے اپنے بھائی عباسؑ کو تیس سوار اور بیس پیادوں کے ساتھ پانی لانے کے لئے بھیجا۔ جناب عباس اور عمرو سے جنگ ہوئی۔ جناب عباس غالب آئے پیادے مشکیں بھرتے رہے اور جناب عباسؑ سواروں سمیت ان کی حفاظت کرتے رہے یہاں تک کہ پانی امامؑ کے لشکر میں پہنچ گیا۔

حوالہ۔ روضۃ الصفاج سوم ص۱۵

مناقب ابن شہر آشوب کا بیان

"ابن سعد کے خط کا جواب ابن زیاد نے لکھا کہ بیعت کو

پیش کرو اگر بیعت کرلیں گے تو پھر ہم دیکھیں گے۔ اس خط کے بعد ابن زیاد نے عمر سعد کو دوسرا خط لکھا:

"قال الطبری ثم کتب ابن زیاد الی عمر بن سعد اما بعد فحل بین الحسین واصحابه وبین الماء فلا یذوقوا منه قطرة کما صنع بالتقی النقی عثمان امیر المومنین المظلوم قال ثم بعث عمر بن سعد عمرو بن الحجاج علی خمس مائة فارس فنزلوا علی الشریعة وحالوا بینه وبین الماء ثلاثة ایام الی ان قتل۔"

ترجمہ۔ طبری کا بیان ہے کہ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو لکھا حسین و اصحاب حسین اور پانی کے درمیان اس طرح حائل ہو جاؤ کہ ان کو ایک قطرہ پانی چکھنے کو نہ ملے۔ اس خط کے بعد عمر بن سعد نے عمرو بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ہمراہ نہر پر بھیجا کہ یہ لوگ گھاٹ پر پڑاؤ ڈالیں اور پانی کو امامؑ پر روک دیں۔ یہ واقعہ امامؑ کے قتل ہونے کے دن سے تین دن پہلے پیش آیا۔

حوالہ۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۹۲

واضح ہو کہ صاحب مناقب نے جناب عباسؑ کے پانی لانے کا

تذکرہ نہیں کیا ہے۔

ارشاد جناب مفیدؒ کا بیان

جناب مفیدؒ کی کتاب ارشاد کے صفحہ ۲۳۹ تا صفحہ ۲۴۱ پر جو واقعات درج ہیں ان کو بطور خلاصہ یہاں اس طرح پیش کیا جا رہا ہے کہ ارشاد کی بعینہ عبارت نقل کی جاتی ہے البتہ درمیان میں جو غیر ضروری عبارتیں ہیں ان کو ترک کر دیا گیا ہے اور اس جگہ —— اس طرح کی لکیر کھینچ دی گئی ہے :-

" قدم علیھم عمر بن سعد بن ابی وقاص من الکوفه فی اربعة الاف فارس —— فبعث الی الحسین علیه السلام —— قرة بن قیس الحنظلی —— وابلغه رسالة عمر بن سعد الیه فقال له الحسین علیه السلام کتب الی اهل مصرلم هذا ان اقدم علیکم فاما کرهتمونی انا انصرف عنکم —— فانصرف الی عمر بن سعد فاخبره الخبر —— کتب الی عبید الله بن زیاد —— وکتب الی عمر بن سعد اما بعد فقد بلغنی

کتابك ـــ فاعرض علی الحسین ان یبایع

لیزید هو وجمیع اصحابه فاذا هو فعل ذلك

رائینا رأینا والسلام فلما ورد الجواب علی

عمر سعد قال قد خشیت ان لا یقبل ابن زیاد

العافیة - ورد کتاب ابن زیاد فی الاثر الی عمر سعد

ان حل بین الحسین واصحابه وبین الماء فلا

یذوقوا منه قطرة کما صنع بالتقی الزکی عثمان بن

عفان فبعث عمر بن سعد فی الوقت عمرو بن حجاج

فی خمس مائة فارس فنزلوا علی الشریعة وحالوا

بین الحسین واصحابه وبین الماء ان یستقوا منه

قطرة وذلك قبل قتل الحسین بثلثة ایام -

(ارشاد ص۲۳۹ تا ص۲۴۱)

ارشاد مفیدؒ کی مندرجہ بالا پوری عبارت علامہ مجلسی نے بحار الانوار

میں نقل کی ہے لہذا اس عبارت کا ترجمہ بحار کے اردو ترجمہ

جلاء العیون سے نقل کیا جاتا ہے:

ترجمہ - عمر سعد چار ہزار سوار ہمراہ لے کر وارد کربلا ہوا ـــ

بعد اس کے عمر سعد نے ـــ قرۃ بن قیس خنظلی کو بلا کر کہا

قرہ نے
حسین سے دریافت کر آپ کیوں یہاں آئے ہیں ——— حضرت نے جواب دیا تمھارے اہل شہر نے بیشمار خط
پیغام عمر پہنچایا۔ حضرت نے جواب دیا تمھارے اہل شہر نے بیشمار خط
مجھے لکھے بمبالغہ تمام بلایا اس لئے آیا ہوں اگر آنا میرا تم کو ناگوار ہوا
تو میں واپس جاتا ہوں ——— جب جواب حضرت کا عمر سعد کو
پہنچا ——— اُس وقت عمر نے ایک نامہ ابن زیاد کو لکھا ———
بعد اس کے ایک نامہ عمر بن سعد کو لکھا۔ نامہ تیرا مجھے پہنچا ———
بس تو حسین سے عرض کر کہ وہ اور اُن کے اصحاب بیعت یزید کریں
بعد اُس کے جو میری رائے میں آئے گا کروں گا ——— جب جواب خط
عمر کو پہنچا تو کہا میں ڈرتا ہوں کہ ابن زیاد عافیت کو قبول نہ کرے گا۔
اس کے پیچھے ابن زیاد کا دوسرا خط عمر سعد کو ملا۔ لکھا تھا کہ درمیان
حسین اور نہر فرات حائل ہو کر ایک قطرہ ان کے لب خشک تک
نہ پہنچنے دے جس طرح عثمان اور پانی میں حائل ہوئے۔ عمر نے نامہ
دیکھ کر عمرو بن حجاج کو پانچ سو سوار ہمراہ کر کے فرات پر معین کیا۔
پس اشقیا حائل ہوئے کسی کو اصحاب حضرت سے ایک قطرہ نہ دیا۔
یہ واقعہ تین دن پہلے حضرت کی شہادت سے وقوع میں آیا۔

حوالہ۔ ترجمہ بحار ۱۸۲، ۱۸۱، ۱۸۳

کامل کا بیان

"ثم کتب الی عمر یامره ان یعرض علی الحسین بیعة یزید فاذ فعل ذلك راٸینا رأینا وان یمنعه ومن معه من الماء فارسل عمر بن سعد عمر بن حجاج علی خمسمائه فارس فنزلوا علی الشریعة وحالوا بین الحسین وبین الماء وذلك قبل قتل الحسین بثلاثة ایام فلما اشتد العطش علی الحسین واصحابه امر اخاه العباس بن علی فارنی فی عشرین راجلا یحملون القرب وثلاثین فارسا فدنوا من الماء فقاتلوا علیه وملئوا القرب وعادو"

ترجمہ۔ ابن زیاد نے پھر عمر سعد کو خط لکھا کہ حسینؑ پر یزید کی بیعت کو پیش کرو اگر وہ بیعت کر لیتے ہیں تو پھر ہم سوچیں گے کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کریں۔ اور تم حسین پر ان کے ساتھیوں کے پانی بند کر دو چنانچہ عمر سعد نے ابن زیاد کے اس حکم کے مطابق عمرو بن حجاج زبیدی کو پانچ سو سواروں کے ساتھ نہر کے گھاٹ پر بھیجا تاکہ یہ لوگ گھاٹ پہ رہیں اور حسینؑ پر پانی بند رکھیں۔ یہ واقعہ امامؑ کی شہادت سے

جب امامؑ اور اصحاب پر پیاس کی
تین دن پہلے کا ہے

شدت ہوئی تو امامؑ نے اپنے بھائی عباسؑ کو پانی لانے کا حکم دیا۔
جناب عباسؑ کے ساتھ بیس پیادے گئے جو مشکیں لئے تھے اور
ان کے ساتھ تیس سوار بھی گئے۔ یہاں تک کہ یہ لوگ پانی تک
پہنچے اور جنگ کرکے مشکیں بھر لائے اور خیموں میں واپس چلے گئے۔
حوالہ۔ کامل ج ۴ ص ۲۴۔

روضۃ الشہداء کا بیان

صاحب روضۃ الشہداء پسر سعد کے کربلا میں پہنچنے کے بعد کے
واقعات بہ ترتیب ذیل لکھتے ہیں:۔

۱۔ پسر سعد نے امامؑ سے آنے کی وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا
لوگوں نے خط لکھ کر بلایا اب اگر ناپسند کرتے ہو تو میں واپس
جانے پہ تیار ہوں۔

۲۔ پسر سعد نے امامؑ کے جواب کی اطلاع ابن زیاد کو دی۔

۳۔ ابن زیاد نے لکھا کہ حسینؑ سے بیعت طلب کرو۔ امامؑ نے بیعت
سے انکار کیا۔

۴۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:۔

"چوں خبر اباد امتناع حسین بہ پسر زیاد رسید۔ غضب بر او مستولی گشتہ۔ حصین بن نمیر و شیث بن ربعی و شمر بن ذی الجوشن را با جمعے سوار و پیادہ بمدد عمر فرستاد و پیغام داد کہ حسینؓ و اتباع او را از تصرف در آب فرات مانع آئید۔ تا وقتیکہ بہ بیعت یزید در آید پسر عمرو بن حجاج زبیدی را با پانصد سوار جہت ضبط آب تعیین فرمود و حسین و مردم او را از لب آب دور کردند۔ شاہزادہ خیمہ بجانب بادیہ زد این صورت بسہ روز پیش از شہادت امام مظلوم بود۔ اماں چوں تشنگی بر ملازمان حسینؓ غلبہ کرد برادر خود عباس بن علی را با سی سوار و بیست پیادہ بطلب آب فرستاد و عباس با عمرو محاربہ کرد و غالب آمدہ مشکہا پر آب کردند و بہ لشکرگاہ خود بردند۔

ترجمہ۔ جب ابن زیاد کو امام کے انکار بیعت کی اطلاع ملی تو اس نے غضبناک ہو کر حصین بن نمیر۔ شیث بن ربعی اور شمر بن ذی الجوشن کے ہمراہ عمر سعد کی مدد کے لئے بڑی تعداد میں سوار اور پیادے روانہ کئے اور عمر سعد کو حکم دیا حسین اور ان کے ساتھیوں کو فرات سے اس وقت تک پانی نہ لینے دیں جب تک حسین یزید کی بیعت نہیں کر لیتے۔ اس حکم کے بعد پسر سعد نے عمرو بن الحجاج زبیدی کو پانچسو سواروں کے ساتھ پانی روکنے کے لئے معین کیا۔ حسین

اور ان کے ساتھیوں کے خیمے نہر سے اور دُور کر دیئے گئے چنانچہ امامؑ نے ریگستان میں خیمے لگائے - یہ واقعہ امام مظلومؑ کی شہادت سے تینؔ دن پہلے کا ہے - جب امامؑ کے ساتھیوں پر پیاس کی شدت ہوئی تو آپ نے اپنے بھائی عباس بن علیؑ کو تیسؔ سواروں اور بیسؔ پیادوں کے ساتھ پانی لانے کے لئے بھیجا- عباسؑ نے عمرو سے جنگ اور غلبہ حاصل کر کے مشکیں بھریں اور اپنے لشکر میں مشکوں سمیت پہنچ گئے -

حوالہ - روضۃ الشہداء صـ۲۵۲

بیان اعثم کوفی

میرے سامنے اعثم کوفی مطبوعہ یوسفی دہلی ۱۳۱۸ھ ہے - اس کے صفحہ ۳۰۷ تا صـ۳۶۲ پر امامؑ کے کربلا پہنچنے سے لے کر اسیران اہلبیتؑ کے مدینہ تک پہنچنے کے واقعات درج ہیں - اعثم کوفی کا بیان بھی اگرچہ غلطی سے خالی نہیں ہے لیکن اُلجھے ہوئے واقعات میں اعثم کوفی کا بیان اکثر سُلجھاؤ کا سامان پیدا کرتا ہے لہٰذا اختصار کے ساتھ ورودِ کربلا سے لے کر صبح عاشورا تک واقعات اعثم کوفی کی زبانی یہاں نقل ہوتے ہیں :-

"بدھ یا جمعرات کا دن دوسری محرم ۶۱ھ ہجری کو وارد کربلا ہوئے۔ حُر بھی آ پہنچا ــــ اور عبید اللہ ابن زیاد کو خط لکھ کر حسین کے وارد کربلا ہونے اور قیام کرنے سے مطلع کیا ــــ عبید اللہ بن زیاد نے امام حسین کو خط لکھا ــــ قاصد جواب لئے بغیر واپس گیا ــــ اسی دن عمر سعد کے نام ایک فرمان جاری کیا اور شہر رے اور اس کا نواح عطا کر کے حکم دیا کہ وہاں جا ــــ عمر سعد نے فرمان لے کر اس طرف جانا چاہا۔ ابن زیاد نے کہا ــــ حسین سے لڑنے کے واسطے جا ــــ پھر شہر رے کی حکومت پر جانا۔ اس نے کانپ کر کہا ــــ اگر تو مجھے ــــ معاف رکھے۔ ابن زیاد بولا ــــ مگر یہ فرمان واپس دے کر گھر میں ہو بیٹھ ــــ عمر نے کہا مجھے ایک دن کی مہلت دے۔ دوسرے دن ــــ عمر نے کہا میں امیر کا فرمان بجا لاؤں گا۔ پسر زیاد نے چار ہزار سوار ہمراہ کر دیئے ــــ ابن زیاد بدنہاد نے اس ملعون نابہنجار کو سخت تاکید کی کہ ہرگز ہرگز حسین ابن علی اور ان کے اصحاب دریائے فرات تک نہ آنے پائیں اور ایک گھونٹ پانی نہ پی سکیں۔ عمر نے کہا میں ایسا ہی کروں گا ــــ قصہ کوتاہ عمر سعد کا لشکر آب فرات کے کنارے

آپڑا امام حسین اور ان کے دوستوں کو پانی سے روک دیا اس لیے تشنگی نے ان پر غلبہ کیا۔ امیرالمومنین حسینؑ نے تیر لے کر اور عورتوں کے خیمہ سے بجانب قبلہ اُنیس قدم چل کر زمین کھودی فوراً پانی کا ایک چشمہ نہایت صاف اور خوشگوار شیریں برآمد ہوا۔ آپ نے حکم دیا کہ سب لوگ پانی پی لیں۔ جب سب سیراب ہوگئے اور مشکیں بھر کر چلے گئے وہ چشمہ اسی جگہ غائب ہوگیا پھر کسی نے اسے نہ پایا۔ عبید اللہ کو بھی یہ خبر لگی اس نے عمر سعد کو لکھا مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسین بن علیؑ اور اس کے ہمراہیوں نے کنویں کھود کر پانی حاصل کیا اور انھیں کوئی تکلیف اور دقت پیش نہیں آئی ہے اس خط کے پہنچتے ہی حسین ابن علیؑ اور اس کے دوستوں کو کنویں کھودنے سے روک دے اور ایک قطرہ پانی حاصل نہ کرنے دے جس طرح انھوں نے عثمان کو پانی نہیں دیا تو بھی ان کو پانی کا ایک قطرہ دریائے فرات سے پینے نہ دے۔ اس حکم کے پہنچتے ہی اس نے حسین بن علیؑ کے خلاف زیادہ سعی اور سختی اختیار کی اور دریائے فرات پر پہرے بٹھا دیئے کہ ان کی نظر تک پانی پر نہ پڑنے پائے پھر اپنے گروہ میں سے عمرو بن حجاج زبیدی کو سوار اور پیدل

دے کر کہا تو فرات کے کناروں کی حفاظت کر اور حسین یا کسی

ہمراہی کو ہرگز ہرگز ایک قطرہ پانی نہ پینے دے ۔۔۔۔۔۔۔۔

القصہ جب حسین اور اصحاب پر تشنگی کا بہت غلبہ ہوا آپ نے

اپنے عزیز بھائی عباس ابن علیؑ کو بلا کر اور بیس سوار دے کر اور

تیس پیدل دے کر کہا بیس مشک لے جاؤ اور دریائے فرات سے

بھر لاؤ۔ عباس ابن علیؑ نے منظور کر لیا اور اس گروہ کو لے کر دریائے

فرات کے کنارے آئے۔ عمر پہرہ دار تھا پکارا کون شخص پانی لیتا ہے

ہلال بن نافع نے کہا میں تیرے چچا کا بیٹا پانی پینے آیا ہوں۔

۔۔۔۔۔۔۔۔ ہلال نے کہا اے عمر تجھ پر تُف ہے میں کس طرح پانی

پی سکتا ہوں جبکہ حسینؑ بن علیؑ اور ان کے فرزند پیاس سے

ہلاک ہوئے جاتے ہیں۔ عمر نے کہا مجھے یہ حالات معلوم ہیں مگر

میرے بس کی بات نہیں میں مقرر کیا ہوا ہوں اور محکوم مجبور

ہوتا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔ بھری ہوئی مشکیں لیں اور صحیح سلامت واپس

چلے آئے ان میں سے کوئی شہید نہیں ہوا اور عمر کے چند طرفدار

مارے گئے ۔ امام حسینؑ کے ساتھی ان مشکوں کا پانی پی کر سیراب

ہوگئے ۔ دوسرے دن امام حسینؑ نے عمر سعد کے پاس آدمی

بھیج کر پیغام دیا کہ تجھ سے کچھ کہنا ہے رات کے وقت مجھ سے

مل جانا - عمر ——— نکلا ——— امام حسینؑ نے فرمایا ———
مجھ سے جنگ کرنا چاہتا ہے ——— عمر سُن کر خاموش رہا - دوسرے
دن علی الصباح ابن زیاد کا فرمان عمر سعد کے پاس پہنچا ———
اب عمر نے حکم دیا کہ لشکر ——— حسینؑ بن علیؑ کے خیموں کی طرف
بڑھے ——— تم ان لوگوں سے کہو آج واپس چلے جائیں
کل صبح معرکہ آرا ہوں گے ——— امیرالمومنین حسینؑ
نے تمام رات عبادت میں گذاری ——— صبح کے وقت ———
جس وقت طرفین کی صفیں قائم ہوگئیں ——— اب عمر سعد
نے ——— ایک تیر ——— آپ کی طرف پھینکا ———

بحارالانوار کا بیان

"راوی کہتا ہے جب لشکر عمر سعد مقابلہ بنی اسد سے
واپس آیا مابین حضرت اور نہر فرات مانع ہوئے یہاں تک کہ
تشنگی نے حضرتؑ پر اور اصحابؑ پر غلبہ کیا اُس وقت حضرت
ایک کلنک (تیر) کہہ کر پس خیمہ تشریف لائے اُنیس قدم
پُشت خیمہ سے قبلہ کی طرف گئے اور کلنک کو زمین پر مارا

اعجاز حضرت سے ایک چشمہ آب شیریں کا پیدا ہوا حضرت نے
مع اصحاب چشمہ سے پانی پیا اور مشکیں بھر لیں بعد اُس کے وہ
چشمہ غائب ہو گیا پھر کسی نے نشان بھی نہ دیکھا۔ جب یہ خبر ابن زیاد
کو پہنچی اُس نے عمر بن سعد کو یہ نامہ لکھا۔ میں نے سُنا ہے حسین نے
کنواں کھودا ہے مع اصحاب سیراب ہیں جس وقت یہ نامہ تجھے
پہنچے کام اُن پر تنگ کر مُہلت نہ دے کہ ایک قطرہ پانی اُن کے
لب خشک تک پہنچے جب تک کہ پیاسے قتل ہوں جس طرح عثمان کو
تشنہ قتل کیا۔ جب نامۂ ابن زیاد عمر کو پہنچا شقی نے پانی اہلبیتِ
رسالت پر بند کیا۔ جب تشنگی حضرت پر اور اصحاب پر غالب ہوئی
حضرت نے اپنے بھائی عباس رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ تیس سوار
بیس پیادے ہمراہ کئے اور بیس مشکیں حضرت کو دیں تا فرات سے
پانی لائیں۔ حضرت عباس مع رفقا شب کو فرات سے پانی لینے گئے
جب فرات پر پہنچے عمر ابن حجاج نے جو موکل فرات تھا پوچھا تم کون ہو
ہلال بن نافع نے کہا وائے تجھ پر اے عمر تو مجھے کیونکر حکم کرتا ہے
کہ میں پانی پیوں حالانکہ اہلبیت نبوت جگر گوشۂ رسالت شدت
تشنگی سے قریب ہلاکت پہنچے ہیں۔ شقی نے کہا سچ کہتے ہو لیکن
مجھے عمر سعد نے حکم کیا ہے اُس کی اطاعت ضرور ہے۔ اُس وقت

ہلال ابن نافع نے اصحاب کو آواز دی جلد مشکیں پانی سے بھر لو —— آتش حرب دونوں طرف سے شعلہ در ہوئی ——

یہاں تک کہ بہ تعجیل مشکیں بھر لیں اور خدمت امامؑ میں پھر آئے —— حضرت نے مع اصحاب پانی پیا۔ اسی وجہ سے حضرت عباس کو سقا کہتے ہیں۔ بعد اس کے حضرت نے عمر سعد کو وقت شب بُلایا

—— جب نامہ ابن زیاد کا عمر سعد کو پہنچا لکھا تھا کہ درمیان حسین اور نہر فرات حائل ہو کر ایک قطرہ اُن کے لب خشک تک نہ پہنچنے دے جس طرح کہ عثمان اور پانی میں حائل ہوئے عمر نے نامہ دیکھ کر ابن حجاج کو پانچ سَو سوار ہمراہ کر کے فرات پر معین کیا پس اشقیا درمیان میں حائل ہوئے کسی کو اصحاب حضرت سے ایک قطرہ نہ دیا۔ یہ واقعہ تین دن پہلے حضرت کی شہادت سے وقوع میں آیا —— جب حضرت نے جمیعت لشکر شقاوت اثر ملاحظہ کی عمر سے کہلا بھیجا میں تیری ملاقات چاہتا ہوں۔ شب کو

—— پس عمر سعد اپنے لشکر میں پھر گیا ابن زیاد کو نامہ لکھا —— دوسرا نامہ بتاکید و تہدید عمر کو لکھا —— اگر تجھ سے نہ ہو سکے تو —— حکومت سپاہ شمر کو دے ——

حوالہ۔ بحار الانوار از ص۱۸۵ تا ص۱۸۸

سفر ائنی کا بیان

"(قال الراوی) ولم یزل القوم سائرین کرة بعد کرة حتی نزلوا فی کربلا و فرقوا بین الماء والحسین ثم ان عمر بن سعد دعا بحجرا بن الحر وعقد له رایة علی الف فارس وامره ان ینزل علی مشرعته الغادریات ویمنع الحسین واصحابه من شرب ماء الفرات و دعا بابن ربعی وعقد له رایته علی اربعته الاف فارس وامره ان ینزل علی المشرعته الاخری ویمنع الحسین واصحابه من شرب الماء فساروا جمیعا ونزلوا علی الشوارع واحاطوا بالحسین وضیقوا علیه فلما رای ذلک رضی الله عنه اتکاء علی سیفه وتقرب منهم ونادی لهم وجدی من یکون فقالوا جدک محمد المصطفیٰ فقال من امی فقالوا فاطمة الزهراء فقال اذا کنتم تعلمون ذلک فبم تستحلون سفک دمی وتمنعونی شرب الماء انا ومن معی وابی الساقی علی الحوض —— فقالوا فقد علمنا ذلک کله ونحن غیر تارکیک حتی تذوق الموت

ثم انه رجع ودخل خیمه الحریم
عطشا ——— ثم برز من
والاولاد وهو عطشان ———
عسکر ابن سعد رجل وقال لاصحاب الحسین اما
ترون الی ماء الفرات وهی تلوح کانها بطون الحیات
واللہ لاتذوقون منه قطرة حتی تذوقوا الموت
عطشا فقال الحسین اللهم اقتله عطشان فی
هذا الیوم فصعبه العطش فی ساعته حتی سقط عن
فرسه فوطئه الخیل بحوافرها فمات وعجل اللہ روحه
الی النار (قال الراوی) فعند ذلک اجتمع القوم علی
شاطئ الفرات وباتو تلک اللیلة والثانیة واصبحوا
ثالث یوم وقد ورد کتاب ابن زیاد الی عمر سعد یامره
بالقتال ویحذره من التاخیر ۔

ص ۱۳ ۔ ۳۱ نور العین فی مشهد الحسین تالیف ابواسحاق اسفرائنی مطبوعہ
مطبع محمد آفندی ربیع الثانی ۱۳۰۹ھ

راوی کا بیان ہے کہ پھر لشکر یکے بعد دیگرے آتے رہے
اور کربلا میں اترتے رہے اور وہ فرات اور امام کے درمیان حائل
ہوتے گئے پھر ابن سعد نے حجر ابن حر کو بلا کر دو ہزار سواروں کا سردار

بنا کر حکم دیا کہ فرات کے کنارے اُترو اور حسین اور ان کے اصحاب کو
غادریات کے گھاٹ سے پانی سے روکو پھر ابن ربعی کو بلا کر چار ہزار
سواروں کا سردار بنا کر معین کیا کہ دوسرے گھاٹ پر اُتریں اور امام کو
پانی پینے سے روکیں۔ سب نے جا کر تمام گھاٹوں پر اُتر کر امام کو گھیرے
میں لے لیا اور آپ پر شدید تنگی پیدا کی۔ امام یہ دیکھ کر ان کے قریب
آئے اور تلوار پر ٹیک لگا کر تقریر کی۔ پوچھا بتاؤ میرا جد کون ہے۔
سب نے کہا محمد مصطفٰے۔ پوچھا میری ماں کون ہیں۔ سب نے کہا
فاطمہ زہرا۔ آپ نے پوچھا جب تم یہ جانتے ہو تو کیوں میرا خون
بہانا جائز جانتے ہو۔ اور کیوں تم نے مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر
پانی بند کر دیا ہے۔ جبکہ میرے باپ ساقیِ کوثر ہیں ــــــــ
ان لوگوں نے کہا ہم کو سب معلوم ہے لیکن ہم تم کو اس وقت تک
نہ چھوڑیں گے جب تک تم پیاس کے باعث ہلاک نہیں ہو جاتے
ــــــــ امام اس کے بعد اپنے اہل و عیال کے خیمہ میں واپس
چلے آئے اور اس وقت آپ پیاسے تھے ــــــــ پھر
لشکر عمر سعد سے نکل کر ایک شخص نے اصحاب امام سے کہا۔
تم دیکھ رہے ہو کہ فرات کا پانی سانپ کے پیٹ کی طرح چمک رہا ہے
مگر تم کو پانی نہیں مل سکتا یہاں تک کہ پیاس سے ہلاک ہو جاؤ۔

امام نے فرمایا اے خدا اسے تو آج ہی پیاس سے ہلاک کر چنانچہ اُسی وقت پیاس نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اور گھوڑوں نے اسے روند ڈالا۔ اور اسی وقت مر گیا۔ خدا نے جلد از جلد اسے داخل دوزخ کر دیا۔ راوی کا بیان ہے یہ دونوں لشکر اس دن نہر کے کنارے۔ دن بھر رہے۔ پھر اگلی رات کو اور پھر اس کے بعد والی رات کو بھی وہاں رہے۔ جب نہر پر پہرہ دیتے ہوئے ان کو تیسرا دن تھا تو پسر سعد کے پاس ابن زیاد کا خط آیا۔ جس میں لڑائی کا حکم تھا اور تاخیر کرنے میں سزا کا خوف دلایا تھا۔

ابو مخنف کا بیان

خولی نے ابن سعد کی شکایت ابن زیاد کو لکھ بھیجی کہ ابن سعد راتوں کو لشکر سے نکل کر فرش بچھا کر امام کو بلاتا ہے اور باتیں کرتا ہے۔ اس شکایتی خط پر ابن زیاد نے ابن سعد کو خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم ہر رات کو لشکر سے باہر فرش بچھا کر حسین کو بلاتے ہو اور ان سے رات گئے تک باتیں کرتے ہو لہٰذا اس خط کے پڑھتے ہی حسین کو میرے حکم کے ماننے پر مجبور کرو اگر نہ مانیں تو امنعہ من شرب الماء فانی حللتہ علی الیھود والنصاریٰ و

حرمته علیه وعلیٰ اهلبیته۔ فلما قرء ابن سعد الکتاب دعا بحجر ابن الحجر وعقد له رایة علی اربعة فارس وامره ان ینزل علی مشرعته الغاضریة ویمنع الحسین من شرب الماء ثم دعیٰ بشیث بن ربعی و عقد له علی الف فارس وامره ان ینزل علی مشرعته الغاضریة ویمنع الحسین من شرب الماء فنزلا جمیعا علی المشرعته"

ترجمہ۔ اگر بیعت نہ کریں تو حسین کو پانی پینے سے روک دو۔ یہود ونصاریٰ یہ پانی پی سکتے ہیں لیکن حسین اور ان کے اہلبیت کے لئے پانی حرام قرار دیتا ہوں۔ ابن سعد نے اس خط کو پڑھ کر حجر ابن حر کو بلایا اور چار ہزار سواروں کا سردار بنا کر حکم دیا کہ غاضریہ کے گھاٹ پر پڑاؤ ڈالو اور حسین کو پانی پینے سے روکتے رہو پھر شیث بن ربعی کو بلا کر ایک ہزار سواروں کا افسر بنایا اور غاضریہ پر پڑاؤ ڈالنے اور امام پر پانی بند رکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ دونوں سردار اپنی فوجوں کو لے کر اسی دن گھاٹ پہ پہنچ گئے۔

حوالہ۔ مقتل ابی مخنف ص۵۰

شہیدِ اعظم کا بیان

ابو اسحاق اسفرائنی کے موافق وہ جو ابن سعد کی مدد کو آئے تھے" دریائے فرات اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی فرودگاہ کے درمیان جا اترے۔ عمر سعد نے حجر بن حر کو بلا کر ایک جھنڈا دیا اور دو ہزار سوار ساتھ کئے اور حکم دیا کہ فلاں راستہ کی حفاظت کر حسین اور ان کے ساتھیوں کو فرات کا پانی پینے سے روکتے رہو اور ابن ربعی کو ایک جھنڈا اور چار ہزار سوار دے کر دوسرے راستہ پر تعینات کیا اور حکم دیا کہ تم ادھر سے حسین اور اس کے ساتھیوں کو پانی پینے سے روکنا۔ یہ دونوں فوجیں اپنے اپنے مقام پر آئیں اور امام حسین کو پانی پینے سے روکنے لگیں۔ جب امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ حال دیکھا تو ان لوگوں کے قریب آ گئے ——— پھر کیونکر میرا خون بہانا حلال سمجھتے ہو اور کس لئے مجھے پانی سے روکتے ہو ——— ان لوگوں نے کہا ہم یہ سب جانتے ہیں مگر تم کو پیاس کے ساتھ مارے بغیر نہ چھوڑیں گے ——— پھر واپس آئے اور اپنے عیال کے خیمے میں چلے گئے اس وقت ان کو سخت پیاس لگی ہوئی تھی ——— پھر آپ ان کے پاس بیٹھے رہے

یہاں تک کہ رات آگئی۔

"اس کے بعد یا اس کے قبل عمرو بن حجاج زبیدی بھی پانچ سو سواروں سے نہر فرات پر متعین کیا گیا اور یہ لوگ فرات اور امام حسین کے درمیان حائل ہو گئے"۔

حوالہ۔ شہید اعظم ج ۲ ص ۱۲۲

شہید اعظم ج ۲ کے ص ۱۲۲، ۱۲۳ کی حسب ذیل عبارت بھی قابل توجہ اور لائق لحاظ ہے:-

روضۃ الشہداء۔ تاریخ کامل۔ روضۃ الصفا۔ ابن خلدون اور اعثم کوفی سب نے لکھا ہے کہ اس کے بعد (غالباً آٹھویں تاریخ کو) حضرت عباس ابن علی پانی لائے۔ میں اعثم کوفی کی صراحت کو پسند کرتا ہوں۔ "جب حسین اور اصحاب پر تشنگی کا بہت غلبہ ہوا آپ نے اپنے عزیز بھائی عباس ابن علی کو بلا کر اور بیس سوار اور تیس پیدل دے کر کہا کہ بیس مشکیں لے جاؤ اور دریائے فرات سے بھر لاؤ۔ عباس ابن علی نے منظور کر لیا اور اس گروہ کو لے کر دریائے فرات کے کنارے آئے۔ عمر پہرہ دار تھا۔ پکارا کون شخص پانی لیتا ہے۔ ہلال بن نافع نے کہا میں تیرے چچا کا بیٹا پانی لینے آیا ہوں۔ عمر نے کہا پی لے تجھے پینا گوارا ہو۔ ہلال نے کہا

اے عمر تجھ پر تُف ہے، میں کس طرح پانی پی سکتا ہوں جبکہ حسین ابن علی اور اس کے فرزند پیاس سے ہلاک ہوئے جاتے ہیں عمر نے کہا مجھے یہ حالات معلوم ہیں مگر میرے بس کی بات نہیں میں مقرر کیا گیا ہوں اور محکوم مجبور ہوتا ہے۔ ہلال نے اپنے دوستوں سے کہا آؤ پانی بھر لو۔ عمر بھی سمجھ گیا حسین کے دوست پانی لینے آئے ہیں، روکنے کے لئے جنگ سے پیش آیا حسین کے دوستوں میں کچھ لڑنے لگے اور بعض مشکوں کے بھرنے میں مصروف ہوئے۔ اور پانی سے سیراب ہو کر بھری ہوئی مشکیں لیں اور صحیح سلامت واپس چلے آئے۔ ان میں سے کوئی شخص شہید نہیں ہوا اور عمر کے چند طرفدار مارے گئے۔ امام حسین کے ساتھی ان مشکوں کا پانی پی کر سیراب ہو گئے"

روضۃ الصفا کے موافق پیادے مشکیں بھر رہے تھے۔ اور عباس اپنے سواروں سے ان کی مدد کر رہے تھے۔ باستثنائے ابو مخنف سب کے نزدیک حضرت عباس پانی لا سکے ابو مخنف کے نزدیک شہید ہوئے۔

ابن خلدون کہتا ہے" بعد اس کے امام حسین نے عمر بن قرظہ بن کعب انصاری کی معرفت عمر بن سعد کے پاس کہلا بھیجا کہ

آج شب کو دونوں لشکروں کے درمیان مجھ سے ملنا عمر بن سعد حسب وعدہ آیا دیر تک باتیں ہوتی رہیں پھر دونوں لوٹ کر اپنے اپنے لشکر میں آئے۔ وہ چار بار ملاقات کرنے کے بعد عمر بن سعد نے عبیداللہ ابن زیاد کو لکھا ــــــ ابن زیاد نے خط پڑھ کر کہا میں اس کو منظور کرتا ہوں ــــــ شمر بن ذی الجوشن نے اٹھکر کہا کیا تم اس درخواست کو قبول کروگے ــــــ اگر درگذر کروگے تو اس کا الزام تم پر آئے گا ــــــ واللہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حسین و عمر تمام رات دونوں لشکروں کے درمیان باتیں کرتے رہتے ہیں۔

شہید اعظم ج ۲ ص ۱۲۲، ۱۲۳

ابن زیاد نے عمر سعد کو بقول ابن خلدون لکھا "میں نے تجھ کو حسین کی طرف اس غرض سے نہیں بھیجا تھا ــــــ اور اس کی سفارش مجھ سے کرے ــــــ اگر انکار کریں تو حملہ کردو یہاں تک کہ ان کو قتل کرکے مثلہ کرڈالو ــــــ اور بعد قتل کے جسم کو گھوڑوں کے سموں سے پامال کرانا۔

شہید اعظم ج ۲ ص ۱۲۵ : ترجمہ بحار ص ۱۸۷

ناسخ التواریخ کا بیان

عبید اللہ ابن زیاد نے خولی کے شکایتی خط پر ابن سعد کو خط لکھا۔ خولی نے لکھا تھا عمر سعد حسین سے ملنے جاتا ہے اور دونوں ایک جگہ فرش پر ملاقات کرتے ہیں۔

"یا ابن سعد قد بلغنی انک تخرج فی کل لیلۃ و تبسط بساط تدعوا الحسین وتتحدث معہ فاذا قرئت کتابی —— ولا امنعہ من شرب الماء فانی حللتہ علی الیھود والنصاری وحرمتہ علیہ وعلی اھلبیتہ فحل بین الحسین واصحابہ وبین الماء فلا یذوقوا منہ قطرۃ —— ابن سعد —— پانصد سوار بر شریعہ فرات بگماشت و فرمان کرد کہ حسین و اصحاب حسین را از بر داشتن آب مانع و دافع باشند و راہ شریعہ نگذارند و ایں واقعہ روز سہ شنبہ ہفتم شہر محرم الحرام بود —— بالجملہ چوں زحمت عطش بر حسین فراز آمد آنحضرت تبرے برگرفت و از بیرون خیمہ زنان نوزدہ گام بجانب قبلہ برفت آنگاہ زمین را با تبر لختی حفر کرد ناگاہ آب زلال گوارہ بجوشد —— مشکہا بر آب کردند۔ چوں ایں خبر بابن زیاد بردند

عمر سعد را بدین عنوان مکتوب کرد اما بعد بلغنی ان الحسین

بحفر الآبار ـــ فیشرب ـــ فاذا ورد علیک

کتابی فامنعهم من حفر الآبار ما استطعت وضیق

علیهم ولا تدعهم یذوقوا الماء ـــ چون عمر سعد

این مکتوب را قرائت کرد ـــ در منع آب ـــ استوارتر

بایستاد ـ حسین علیه السلام عباس را طلب فرمود ـــ

اصحاب حسین و اهلبیت سیراب شدند و ازینجا است که عباس را

سقا نامیدند بامداد آن ـــ اصحاب محتاج آب شدند

ـــ یزید بن حصین همدانی بحضرت امام حسین علیه السلام آمد

اگر اجازت رود با عمر سعد دیدار کنم ـــ

عمر سعد ـــ در خلوت گاهے او را دیدار کرد ـــ ابن سعد

چون کلمات حسین علیه السلام را اصغا نمود ـــ مکتوبے بابن زیاد

نگاشت ـــ به عمر بن سعد بدین گونه منشور کرد فان نزل

حسین و اصحابه علی حکمی ـــ فاوطی الخیل

صدره و ظهره ـــ من خود امیر لشکرم ـــ

دیکباره در دل مقاتلت حسین بست و حجر بن الحر را با چهار هزار تن

ـــ شیث ابن ربعی را نیز با هزار سوار شریعه غاضریه فرستاد

دفرمان داد کہ حسین واصحاب او را قطرہ از آب روا ندارند۔

بامداد آں حسین بفرمود تا خیمہ برافراختند و قدحے را ——

از مشک و نورہ آگندہ ساختند —— نیز در شب پنجشنبہ نہم محرم

خیمہائے اہلبیت و اصحاب را باہم پیوستہ کردند دگرداگرد ——

معسکر را خندقے حفر کردند —— بالجملہ چوں شب نہم محرم

بپایاں رسید —— در معسکر حسین علیہ السلام آب تنگیاب بود

اہلبیت و اصحاب سخت تشنہ شدند و شکایت بحضرت حسین علیہ السلام

آوردند ابو عبداللہ برادر خود عباس را طلب کرد فرمود چند تن

از اصحاب چاہے حفر کنید کہ آبے برآورید - دریں کرت برفتند

وچند بار کاوش کردند آب نیافتند —— چوں آفتاب

از زوال بگذشت عمر سعد برخاست —— وجانب معسکر

حسین علیہ السلام راہ پیش داشتند —— ہر دو لشکر بہ آرامگاہ

خود باز شدند۔

ترجمہ - اے ابن سعد مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم ہر رات لشکر سے

نکل کر جاتے ہو۔ فرش بچھاتے ہو اور حسین کو بلا کر ان سے باتیں کرتے ہو

لہذا جب تم کو میرا یہ خط ملے (حسین سے بعیت لو) —— ورنہ

ان کو پانی پینے سے روک دو - یہود و نصاریٰ پی سکتے ہیں میری

اجازت ہے لیکن حسین اور ان کے اصحاب کے لیے اجازت نہیں ہے لہٰذا تم پانی حسین اور ان کے اصحاب پر اس طرح بند کردو کہ ایک قطرہ بھی نہ پینے پائیں ـــــ پسرسعد ـــــ نے پانچ سو سوار فرات کے گھاٹ پر معین کیے اور ان کو حکم دیا کہ حسین اور ان کے اصحاب کو پانی پینے اور پہنچانے سے روکیں اور گھاٹ تک آنے کا راستہ نہ دیں۔ یہ واقعہ منگل کے دن ۷، محرم الحرام کا ہے ـــــ مختصر یہ ہے کہ جب حسین ـــــ پر پیاس زیادہ ہوئی تو آپ نے ایک تیر لیا اور عورتوں کے خیمہ کے بیرونی طرف انیس ۱۹ قدم قبلہ کی طرف جاکر تیر سے مختصر سی زمین کھودی اور وہاں سے صاف اور خوشگوار پانی کا ایک چشمہ اُبل پڑا۔ سب نے مشکیں بھر لیں۔ جب ابن زیاد کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو اس نے ابن سعد کو خط لکھا ـــــ میں نے سُنا ہے حسین نے کنواں کھودا ہے اور پانی پیا ہے۔ ان کو پیاس کی کوئی تکلیف نہیں ہے۔ لہٰذا جیسے ہی میرا یہ خط تم کو ملے ان کو حتی الامکان کنواں کھودنے سے روکو۔ ان پر سختی کرو اور پانی پینے کا موقع نہ دو۔ عمر سعد نے یہ خط پڑھ کر ـــــ پانی بند کرنے میں ـــــ مزید سختی برتی۔ حسین علیہ السلام نے جناب عباس کو بلاکر فرات سے پانی لانے کے لیے بھیجا ـــــ اصحاب و اہلبیت

سب سیراب ہو گئے ۔ اسی واقعہ کے بعد عباس کا نام سقا پڑ گیا

—— دوسرے دن صبح کو جب اصحاب پھر پیاسے ہوئے تو یزید

بن حصین ہمدانی امام کی اجازت لے کر پسر سعد سے ملنے گئے (مگر

اس نے پانی نہ دیا) —— اس کے بعد امام نے پسر سعد کو گفتگو کے

لئے طلب کیا —— عمر سعد تنہائی میں ملا —— امام علیہ السلام

کی باتیں سُن کر اس نے —— ابن زیاد کو ایک خط لکھا ابن زیاد

نے پسر سعد کو خط لکھا اگر حسین اور ان کے ساتھی میرا حکم مان لیں

تو خیر —— ورنہ بعد قتل ان کی لاش گھوڑوں سے پائمال کر

—— اس خط کے ملنے پر پسر سعد نے کہا میں خود لشکر کا

سردار رہوں گا —— پھر اس نے حسین سے لڑنے کا تہیہ

کر لیا —— اور حجر بن حر کو چار ہزار آدمی دے کر ——

اور شیث بن ربعی کو ایک ہزار آدمی دے کر غاضریہ کے گھاٹ پر

بھیج دیا اور حکم دیا کہ حسین اور ان کے اصحاب کے لیے ایک قطرہ

پانی کے لیے روادار نہ ہوں —— دوسرے دن صبح کو امام نے

ایک خیمہ لگوایا اس میں مشک اور نورہ ملواکر رکھوا دیا ——

نیز نو محرم کی رات جو پنجشنبہ کی رات تھی اس رات کو اصحاب و اہلبیت

کے خیمے ایک دوسرے سے ملا دیئے ۔ پورے لشکر کے گرد خندق کھدوائی

——— جب ۹ محرم کی رات ختم ہوئی اور ۹ محرّم کی صبح ہوئی تو لشکرِ حسین میں پانی نہ ہونے کے باعث سب لوگ سخت پیاسے تھے امام سے پیاس کی تکلیف لوگوں نے بیان کی امامؑ نے جناب عباسؑ کو بلا کر مع چند اصحاب کے کنواں کھودنے کا حکم دیا۔ اس بار ان لوگوں نے کنواں کھودا اور کئی بار کوشش کی مگر پانی نہ نکلا ———

زوال آفتاب کے بعد پسر سعد لشکر لے کر اٹھا۔ اور امامؑ کے لشکر کی طرف پیش قدمی کی ——— جنگ ملتوی ہونے کے باعث دونوں اپنے اپنے مقام پر واپس چلے گئے۔

حوالہ۔ ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۲۴۳ تا ۲۴۴

ان بیانات کی خامیاں اور خوبیاں

مورخین اور علما کے جو بیانات نقل کئے گئے ہیں ان سے یقینی طور پر حسب ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:۔

(۱) ابن زیاد نے عمر سعد کے کربلا پہنچنے کے بعد اور سات محرم تک پانی بند کرنے کا حکم بھیجا ہے۔

(۲) پسر سعد نے حکم ابن زیاد کے بعد ایک بار پانچ سو سواروں کا فرات پر پہرہ عمرو بن حجاج زبیدی کی ماتحتی میں مقرر کیا ہے

اور دوسری بار حجر ابن حر اور شیث ابن ربعی کی ماتحتی میں ۵ یا ۶ ہزار فوج پہرہ کے لئے مقرر کی ہے۔

(۳) جناب امام حسینؑ نے ایک بار سب کے پیاسے ہونے پر بہ اعجاز چشمہ جاری فرمایا ہے۔

(۴) جناب عباسؑ سب کے پیاسے ہونے پر پچاس ہمراہیوں کے ساتھ عمرو بن حجاج زبیدی کے سپاہیوں سے لڑ کر فرات سے بیس مشک پانی لے گئے ہیں

(۵) ۸ محرم کے بعد ابن زیاد کا کوئی حکم پانی بند رکھنے سے متعلق کربلا میں نہیں آیا اور عمرو بن حجاج زبیدی اور حجر بن حر و شیث ابن ربعی کی فوجوں کی تعیناتی کے بعد فرات کے پہرہ پر مزید کوئی فوج اور سردار مقرر نہیں ہوا۔ لیکن مذکورہ بالا سب باتیں تھوڑی تھوڑی تشنہ ہیں۔ کیونکہ ہر مورخ نے یا مکمل بیان اور حالات پیش نہیں کئے ہیں یا واقعات کو اس طرح خلط ملط کیا ہے کہ ایک واقعہ کا ایک حصہ دوسرے واقعہ سے جوڑ دیا ہے یا اگلے واقعہ کو پچھلا واقعہ اور پچھلے واقعے کو اگلا واقعہ لکھ دیا ہے۔ ان تمام بیانات میں سے کسی ایک کا بیان بھی خامیوں سے خالی نہیں لیکن ان خامیوں کے درمیان ہی وہ خوبیاں بھی موجود ہیں

جن کو الگ الگ چھانٹنے اور جوڑنے سے اصل واقعہ کے مکمل خد و خال سامنے آجاتے ہیں۔

ان بیانات میں حسب ذیل امور محتاج تفصیل و توضیح ہیں:۔

(۱) عمر سعد کے کربلا پہنچنے کے بعد سے سات محرم تک ابن زیاد نے بندش آب کا ایک حکم بھیجا ہے یا دو حکم بھیجے ہیں اور ان کی تاریخیں کیا ہیں۔

(۲) عمرو بن حجاج کے پانچ سو سوار اور حجر ابن حر اور شبیث ابن ربعی کی فوجوں میں کون پہلے مقرر ہوا ہے اور کون بعد میں اور ابن زیاد کے کس حکم کے بعد کون سی فوج مقرر ہوئی۔ نیز حجر اور شبیث کی ماتحتی میں پانچ ہزار فوج معین ہوئی ہے یا چھ ہزار۔

(۳) امام نے بہ اعجاز چشمہ کس تاریخ کو جاری کیا پھر دوبارہ کیوں نہیں جاری فرمایا۔

(۴) جناب عباسؑ کس تاریخ کو پانی لائے اور پہرہ دار فوج سے لڑ کر پانی لانے کا کیا ردعمل ابن زیاد اور عمر سعد پر ہوا۔

(۵) ۷ محرم کے بعد بندشِ آب کا کوئی حکم کیوں نہیں آیا اور فرات کے پہرے میں اضافہ کیوں نہیں ہوا۔

ان بیانات کی خامیوں اور خوبیوں کی چھان بین اور تشنہ تفصیل

امور کی تفتیش کے پہلے ایک بنیادی اصول کا ذکر ضروری ہے کہ ہر واقعہ کا ایک سبب ہونا ضروری ہے جو اس واقعہ کے رونما ہونے کا ذریعہ بنتا ہے اسی طرح ہر واقعہ کا ایک نتیجہ بھی ہونا ضروری ہے جو اس واقعہ کے ردعمل کے طور پر سامنے آتا ہے۔ اس بنیادی اصول کا ذکر یہاں اس لئے کیا گیا ہے کہ مورخین کے ان بیانات میں تین تذکرے ملتے ہیں۔ (۱) حکم بندش آب (۲) فرات پر فوجی پہرہ میں اضافہ (۳) امامؑ کا پانی حاصل کر لینا۔ ان تینوں میں سے ہر ایک کا ایک سبب اور ایک نتیجہ ہونا ضروری ہے۔ جب تک ہر تذکرے کے ساتھ اس کے سبب اور نتیجہ کا تذکرہ نہیں ہو جاتا اس وقت تک ہر تذکرہ نامکمل اور تشنۂ تفصیل و محتاج توضیح رہے گا۔

مورخین کے ان بیانات سے قبل ثابت اور واضح کیا جا چکا ہے کہ ابن زیاد نے حسینی فوج کو پیاسا رکھنے کا منصوبہ اس لئے بنایا تھا کہ اس کے بغیر جنگ نہیں جیتی جا سکتی تھی لہذا حُر کو حکم دیا کہ امامؑ کو بے آب زمین پر اُترنے پر مجبور کر دو اور عمر سعد کو کربلا کی روانگی کے موقع پر حکم دیا کہ جاتے ہی حسینؑ پر پانی بند کر دو اور عمر سعد نے فرات پر قبضہ کر کے اس کے آگے لشکر اتار کر امامؑ پر چونکہ محرم کو پانی بند کر دیا لہذا عمر سعد کے پانی بند کر دینے کے بعد امامؑ کو

جب بھی کسی طرح بھی پانی حاصل ہو جائے گا تو ابن زیاد اس کی اطلاع پاتے ہی پیاسا رکھنے کے منصوبے کی تکمیل کے پیشِ نظر بندشِ آب کا نیا حکم فوراً بھیجے گا چونکہ اس منصوبے پر جنگ جیتنا منحصر ہے لہذا ابن زیاد بندشِ آب کے بارے میں کبھی بھی کسی طرح کی غفلت نہیں برت سکتا ہے۔ اور جب تک مکمل اور قطعی طور پر پانی بند نہ ہو جائے گا ابن زیاد چین نہیں لے سکتا۔ (۱) لہذا ہر بندشِ آب کے حکم کا سبب حصول آب ہو گا۔ اور ہر حکم کا یہ نتیجہ بھی ضروری ہے کہ عمر سعد فرات پر پہرہ میں اضافہ کرے۔ (۲) اس طرح جب عمر سعد فرات پر پہرہ میں اضافہ کرے گا تو اس کا سبب یہی ہو گا کہ بندش کے باوجود امامؑ کو پانی حاصل ہونے پر ابن زیاد مزید بندشِ آب کا حکم بھیجے گا۔ اور نتیجہ یہ سامنے آئے گا کہ امامؑ کے لئے پانی حاصل کرنا مشکل تر یا ناممکن ہو جائے گا اور امامؑ کو پانی حاصل کرنے کی دوسری تدبیروں پر عمل کرنا پڑے گا۔ (۳) اسی طرح امامؑ کے پانی حاصل کرنے کا جو تذکرہ بھی ملے گا اس کا سبب یہی ہو گا کہ اس سے پہلے امامؑ پر پانی بند ہو چکا ہے اور پانی حاصل کرنے کا نتیجہ بھی یہی نکلے گا کہ ابن زیاد کا حکم مزید بندشِ آب کے لئے آئے گا اور عمر سعد فرات کے پہرہ میں فوجی اضافہ کرے گا غرضکہ واقعہ کے ماقبل اس کے سبب کا ذکر اور اس کے مابعد اس کے

نتیجہ کا ذکر ضروری ہے اور اسی اصول پر حقائق کی تلاش کی جا رہی ہے اور بیانات مورخین کی چھان بین پیش کی جا رہی ہے۔

طبری کے اسکول کی تیسری غلطی

طبری۔ الاخبار الطوال۔ حبیب السیر اور روضۃ الصفا نے حسب ذیل تین ۳ باتیں متفقہ طور پر لکھی ہیں:-

(۱) ابن زیاد نے پسر سعد کے نام ۷ محرم کو بندش آب کا حکم بھیجا۔

(۲) پسر سعد نے عمرو بن حجاج زبیدی کی سرکردگی میں پانچ سو سواروں کا پہرہ فرات پر معین کیا۔

(۳) عمرو بن حجاج زبیدی سے لڑکر جناب عباسؑ پانی لائے۔

پہلی خامی ـ جب پسر سعد ۷ محرم کو پانی بند کر چکا تھا تو اس حکم کے آنے کا سبب کیا تھا۔ اس کا کوئی تذکرہ نہیں۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ طبری کے اسکول نے عمر سعد کے پانی بند کرنے کا ذکر نہیں کیا ہے لہذا بندش آب کے اس حکم کا سبب پانی حاصل کرنے کا جو واقعہ ہوا اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی لیکن اس سلسلہ میں کئی باتیں قابل لحاظ ہیں۔

۱۔ طبری کے اسکول نے متفقہ طور پر تذکرہ کیا ہے ۲ محرم کو حُر کے

ذریعہ ابن زیاد نے امام کو سختی کے ساتھ بے آب زمین پر اُترنے پر مجبور کیا۔ کم لشکر کے ذریعہ بے آب زمین پر اُترنے پر مجبور کرنے والا ابن زیاد کثیر لشکر بھیج کر، محرم تک بے آب زمین پر اتارنے کی مصلحت کے بارے میں کیوں خاموش رہا۔ جب تک طبری کا اسکول اس خاموشی کی وضاحت نہیں کرتا اس وقت تک اس پر نامکمل بلکہ اُلجھاؤ پیدا کرنے والے بیان کے پیش کرنے کا الزام باقی رہے گا۔

۲۔ جن تاریخوں نے عمر سعد کے پانی بند کرنے اور اس کی روانگیِ کربلا کے وقت ابن زیاد کے جس حکم بندشِ آب کا تذکرہ کیا ہے ان کے اس بیان کو اختلافی یا کمزور نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ طبری کے اسکول نے اس حکم بندشِ آب اور عمر سعد کے پانی بند کرنے کی کوئی رد یا مخالفت نہیں کی ہے۔ اگر یہ درج ہوتا کہ ابن زیاد نے ایسا حکم نہیں دیا اور عمر سعد نے پانی بند نہیں کیا تو ضرور یہ مسئلہ اختلافی بن کر کمزور ہو جاتا لیکن صرف بیان نہ کرنا کوئی اہمیت نہیں رکھتا جبکہ دوسرے بیان کر رہے ہیں کیونکہ عدم بیان سے واقعہ کا عدم ثابت نہیں ہوتا بلکہ اختلافی آواز بلند نہ ہونے نے بندشِ آب کے اس حکم کو اور اس کی تعمیل کو غیر اختلافی بنا کر مضبوط کر دیا ہے۔ لہذا پانی بند ہو چکنے کے بعد کسی بھی بندشِ آب کے حکم کا سبب بیان کرنا اور پانی حاصل کرنے کے

اس واقعہ کا تذکرہ ضروری تھا جو اس حکم بندشِ آب کا محرک بنا ہو۔

۳۔ اگر ثابت شدہ حقیقت کے برخلاف یہ مان لیا جائے کہ نہ ابن سعد کو حکم بندشِ آب ملا نہ اس نے پانی بند کیا تب بھی سات محرم کو بندشِ آب کا حکم کیوں آیا یہ سوال اپنی جگہ پر باقی رہے گا۔ اور ۲ محرم کو بے آب زمین پر اُتارنے کی جلدی اور سختی کے بعد، محرم تک کی خاموشی ایک دوسرے سوال کی شکل میں طبری کے اسکول کے ناقص بیان کا مذاق اڑاتی رہے گی۔ بندشِ آب کے سلسلہ کو چھوڑ کر اس بندشِ آب کے حکم کے سبب کے ذیل میں دو ہی باتیں کہی جا سکتی ہیں (۱) پانی جوشِ عداوت کے باعث بند کیا گیا مگر یہ جواب بھی ناکافی ہوگا کیونکہ اب سوال یہ ہوگا کہ ۷ محرم سے قبل عداوت میں یہ جوش کیوں نہ آیا اور ۷ محرم کو اس جوش کا محرک کون واقعہ ہوا۔ (۲) بیعت منوانے کے لئے پیاس کا دباؤ ڈالا گیا۔ لیکن تاریخوں میں واضح ہے کہ ۲ محرم کو خود ابن زیاد کے خط کے جواب میں امامؑ نے بیعت سے انکار کیا اور اسی جواب کے نتیجہ میں کربلا کی طرف فوجوں کی روانگی شروع ہوئی اور ۴ محرم کو پسر سعد کے پہلے لشکر کے پہنچنے کے بعد عمر سعد کے قاصد سے امامؑ نے دوبارہ بیعت سے انکار کیا تو مسلسل انکار کے بعد مزید کون نیا واقعہ سامنے آیا کہ ۷ محرم کو اس کی وجہ سے پانی بند کیا گیا۔ غرضکہ ۷ محرم کے حکم بندشِ آب کا سبب

طبری کے اسکول نے نہیں بیان کیا جس کی تلاش ضروری ہے۔

دوسری خامی۔ طبری کے اسکول نے فرات پر پانی روکنے والی فوج کی تقرری کے بارے میں صرف یہ لکھا ہے کہ عمرو بن حجاج کی سرکردگی میں پانچ سو سوار معین کئے گئے۔ اس کے علاوہ کسی مزید فوج کی تقرری کا تذکرہ فرات کے پہرے کے سلسلے میں نہیں کیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے بیان کے مطابق فرات پر اوّل و آخر پہرہ دینے والی فوج کی تعداد صرف پانچ سو تھی۔ جبکہ تاریخوں میں اس بات کا صریحی ذکر ہے کہ عاشورا کے دن ایک بار جناب عباسؑ نے اور آپ کے بعد دوسری بار خود امامؑ نے جب فرات کا گھاٹ چھینا ہے تو اس گھاٹ پر پہرہ دینے والی فوج کی تعداد چار ہزار تھی۔ طبری کے اسکول کی یہ خامی بہت بڑی بھول ہے اور ایسی بھول ہے کہ جو شخص بھی اس بھول کی گرفت میں چوک جائے گا وہ اصل واقعہ کو نہ پہچان سکے گا۔ پہلے آپ یہ تفصیل پڑھیے کہ عاشورا کے دن فرات کے اس گھاٹ پر کتنے آدمی پہرہ دے رہے تھے جس پر علمدار اور امامؑ نے قبضہ کیا تھا۔

عاشورا کے دن فرات پر کتنے آدمی پہرہ دے رہے تھے

صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں:۔

(۱) "راوی گوید چہار ہزار مرد بر آب فرات موکل بودند دو ہزار پیادہ و دو ہزار سوار چوں عباس روئے بلب آب نہاد ایں چہار ہزار کس سر راہ وے گرفتند"

ترجمہ۔ راوی کہتا ہے کہ چار ہزار سپاہی فرات پر پہرہ دار مقرر کئے گئے تھے۔ جن میں دو ہزار پیادے تھے اور دو ہزار سوار تھے چنانچہ جناب عباسؑ نے جب نہر کے گھاٹ کا رخ کیا تو ان چار ہزار لوگوں نے ان کا راستہ روکا۔

حوالے۔ (۱) روضۃ الشہداء صـ۳۱۲ (۲) روضۃ الاحباب بحوالہ تاریخ احمدی صـ۲۶۷

(۲) "روی ابو مخنف عن الجلودی ان الحسین حمل علی الاعور السلمی وعمرو بن حجاج الزبیدی وکانا فی اربعۃ الاف رجل علی الشریعۃ واقحم الفرس علی الفرات فلما اولغ الفرس براسہ لیشرب قال علیہ السلام انت عطشان وانا عطشان واللہ لا ذقت الماء حتی تشرب"

ترجمہ۔ ابو مخنف کی روایت ہے جو جلودی سے منقول ہے کہ حسینؑ نے (عاشورا کے دن) اعور سلمی اور عمرو بن حجاج زبیدی پر جب

(فرات کے گھاٹ پر) حملہ کیا ہے تو اس وقت ان دونوں کے پاس گھاٹ پر چار ہزار سپاہی تھے۔ امامؑ کا گھوڑا جب فرات میں داخل ہو گیا اور اس نے پانی پینے کے لیے گردن بڑھائی تو امام علیہ السلام نے فرمایا تو بھی پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں مگر خدا کی قسم میں اس وقت تک پانی نہ چکھوں گا جب تک کہ تو پانی پی نہ لے گا۔

حوالے۔ (۱) مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۵۸ (۲) شہید اعظم ج ۲ ص ۲۰۱، ۲۰۲

(۳) صاحبِ شہیدِ اعظم، محرم کو حر ابن حر اور شبیث ابن ربعی کی چھ ہزار فوج کی تقرری کے بعد لکھتے ہیں:۔

"اس کے بعد یا اس کے کچھ قبل عمرو بن حجاج زبیدی بھی پانچ سو سواروں سے نہر فرات پر متعین کیا گیا اور یہ لوگ فرات اور امام حسینؑ کے درمیان حائل ہو گئے۔"

ان بیانات سے واضح ہو گیا کہ فرات پر عمرو بن حجاج کے علاوہ دوسری پہرہ دینے والی فوج کا تقرر بھی ہوا ہے۔ یہ بھی واضح ہے کہ پہلے کم فوج مقرر ہو گی جو بوقت تقرری پانی روکنے کے لئے کافی سمجھی جائے گی لیکن جب خلاف توقع پانی روکنے میں پہلی فوج ناکام رہے گی تو

دوسری فوج مقرر کی جائے گی جو پہلی فوج سے بڑی ہوگی۔ لہذا عمرو بن حجاج پہلے مقرر ہوا اور چھ ہزار فوج بعد میں مقرر ہوئی۔ اس لئے صرف عمرو کی تقرری کا درج کرنا ایک اہم غلطی ہے۔

تیسری خامی۔ کسی تاریخ نے ۷ محرم کے بعد کسی حکم بندش آب کا ذکر نہیں کیا ہے لہذا طے کرنا ہوگا کہ ابن زیاد کا آخری حکم بندش آب ۷ محرم کو آیا۔ پانچ سو سوار اور چھ ہزار فوج کی تقرری کے علاوہ کسی نے مزید پہرے دار فوج کا ذکر نہیں کیا ہے لہذا طے کرنا ہوگا آخری فوج جو فرات کے پہرے پر پانی روکنے کے لئے مقرر ہوئی وہ چھ ہزار تھی کیونکہ زیادہ فوج بعد ہی میں مقرر ہوگی۔ لہذا آخری پہرہ کے تقرر کی تاریخ ۷ محرم ہے۔ آخری پہرے دار فوج کی تعداد ۶ ہزار ہے جس کے سردار حجر ابن حر اور شیث ابن ربعی ہیں۔ لہذا ۷ محرم کے حکم بندش آب کے ساتھ عمرو بن حجاج کی تقرری کا جوڑنا بھی غلط ہے۔ کیونکہ عمرو بن حجاج کی تقرری ۷ محرم سے قبل ہوئی ہے۔

چوتھی خامی۔ جناب عباسؑ عمرو بن حجاج زبیدی سے لڑکر پانی لائے طبری کے اسکول نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ اور سبب بیان کیا ہے عمرو بن حجاج کے سواروں کے پہرہ کے بعد جب پیاس شدید ہوئی تو جناب عباسؑ بحکم امامؑ پانی لائے مگر جناب عباسؑ کے پانی لانے کی

متفق ہیں کہ جناب عباسؑ عمرو بن حجاج سے لڑ کر پانی لائے ہیں
تو جس طرح ، محرم کو جناب عباسؑ کا پانی لانا صحیح نہیں ہے
اسی طرح ، محرم کو عمرو بن حجاج کی تقرری بھی غلط ہے۔ بہر حال
نصف راہ تک علامہ ابن شہر آشوب نے رہبری کر دی ۔ اور
طبری کے اسکول کی خامیوں کے اظہار میں کم از کم مجھے اپنے
برابر علامہ ابن شہر آشوب کا ایسا قد آور حامی مل گیا اگرچہ ان کی
حمایت خاموش حمایت ہے ۔ کیونکہ عدم نقل کو غلطی کی صراحت نہیں
کہا جا سکتا ۔

(۲) جناب شیخ مفیدؒ نے بھی اگرچہ ، محرم کو حکم بندشِ آب اور تقرری
عمرو بن حجاج کو درج کیا ہے اور جناب عباسؑ کے پانی لانے کا بھی
اس کے بعد تذکرہ کیا ہے ۔ مگر ان کی تحریر میں ایک واضح مقام بھی
ہے جو بتاتا ہے کہ اس حکم کی تاریخ ، محرم نہیں ہے بلکہ ۵ محرم ہے
اور تاریخ کی اس تصحیح کے بعد ان کا سارا بیان درست ہو جاتا ہے
اگرچہ جناب عباسؑ کے پانی لانے کے بعد ابن زیاد اور ابن سعد
کے ردعمل کے تذکرہ نہ ہونے کی خامی پھر بھی ان کے بیان میں
باقی رہے گی ۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کہ

ارشاد میں درج ہے :

(۱) پسر سعد نے کربلا میں پہنچ کر امام کے آنے کی وجہ قاصد بھیج کر معلوم کی۔ امامؑ نے فرمایا اہل کوفہ نے خط لکھ کر بلایا ہے اب اگر ناپسند کرتے ہیں تو واپسی کے لئے تیار ہوں۔ عمر سعد نے امام کے جواب کی اطلاع پسر سعد کو ایک خط لکھ کر کی جس کے جواب میں ابن زیاد نے لکھا کہ حسین کے سامنے بیعت پیش کرو اگر وہ راضی ہوں تو پھر ہم ان کے ساتھ سلوک کے بارے میں غور کریں گے۔

ظاہر ہے کہ یہ خط ۵ محرم کو آئے گا ۴ محرم کو بھی آسکتا ہے مگر اس لئے امکان کم معلوم ہوتا ہے کہ ۴ محرم کو پسر سعد کوفہ میں تھا۔ ۴ ہزار لشکر کی روانگی اور کربلا میں ورود کے بعد قاصد کا جانا اور آنا۔ پھر ابن زیاد کو خط لکھنا اور اس کا جواب آنا یہ سب ایک دن میں ہو جائے بعید معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ۵ محرم کو آنا بالکل قرین قیاس ہے۔ ۵ محرم کے بعد اس لئے ناقابل قیاس ہے کہ تاریخوں میں جا بجا تذکرہ موجود ہے کہ ابن زیاد نے عمر سعد کو بھی تاکید کی تھی اور خود بھی اس پر عامل تھا کہ ایک ایک بات کی جلد از جلد اطلاع عمر سعد بھیجتا رہے اور ابن زیاد باخبر رہ کر ہر بات کے بارے میں عجلت کے ساتھ ہدایت بھیجتا رہتا تھا۔ لہذا ۵ محرم کو اس خط کا جواب آنا ہر طرح درست ہے۔ اس کے بعد ارشاد شیخ مفیدؒ کے

بیان کا دوسرا حصہ ملاحظہ ہو۔

(۲) عمر سعد کا یہ خط لے کر قاصد آیا اور اس کے پیچھے پیچھے ایک دوسرا خصوصی قاصد ابن زیاد کا خط لے کر آیا کہ حسینؑ پر پانی بند کر دو۔ اس حکم کے بعد عمرو بن حجاج مقرر ہوا اور اس کے تقرر کے بعد جب پیاس شدید ہوئی تو جناب عباس پانی لائے۔

لہذا یہ بات خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ ۵ محرم کو آنے والے خط کے پیچھے پیچھے آنے والا دوسرا خط بھی ۵ محرم کو آئے گا نہ کہ ۷ محرم کو۔ ۷ محرم کی تاریخ بالکل غلط ہے اس لئے کہ مستعد اور فکر مند ابن زیاد عمر سعد کے پہلے خط کا جواب ۷ محرم کو دے ناممکن ہے۔ اس تصحیح کے بعد جناب شیخ مفیدؒ کا بیان اس طرح ہو جاتا ہے کہ

۵ محرم کو ایک خصوصی قاصد بندش آب کا حکم لایا اور فرات کے پہرے پر عمرو بن حجاج مقرر ہوا۔ جس سے لڑ کر جناب عباس پانی لائے۔

اس بیان میں دو تشنگیاں باقی رہ جاتی ہیں۔ ۵ محرم کو خصوصی قاصد حکم بندش آب لے کر کیوں آیا۔ جناب عباسؑ کے پانی لانے کے بعد ابن زیاد و ابن سعد نے کیا کیا۔

خصوصی قاصد کا آنا بتاتا ہے کہ ابن زیاد عمر سعد کے خط کا

جواب بھیج چکا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ عمر سعد کے پانی بند کر دینے کے باوجود امام کو پانی حاصل ہو گیا اس خبر سے ابن زیاد کا مضطرب ہونا قدرتی تھا اور سبب اضطراب چشمہ کا جاری کرنا تھا جس کی تصریح اعثم کوفی اور بحار میں آپ پڑھ چکے ہیں اس خصوصی قاصد کی روانگی نے میرے پورے بیان کی بنیاد مستحکم کر دی کیونکہ یہ اضطراب بتاتا ہے کہ ۵ محرم کے قبل پانی بند ہو چکا تھا اور پانی کا بند رہنا اتنا اہم تھا کہ ابن زیاد اس سے غفلت نہیں کر سکتا تھا۔

جناب مفیدؒ کا بیان انتہائی مفید ثابت ہوا مگر افسوس کہ طبری کی غلطی کی رو میں خود جناب مفید اس حقیقت کی طرف متوجہ نہیں ہو سکے بلکہ ، محرم کی غلط تاریخ کا اندراج کرنے کی غلطی کر گئے۔ سچ ہے نامی اور مشہور شخصیت سے بڑے بڑے دھوکہ کھا جاتے ہیں۔

(۳) کامل نے ایک نئی غلطی کی کہ ابن سعد کے جوابِ خط کو جس میں بیعت کو پیش کرنے کا حکم تھا اور اگلے اقدام پر غور کرنے کا ذکر تھا اور دوسرے خط کے مضمون کو جس میں بندشِ آب کا ذکر تھا ایک خط کا مضمون بنا کر درج کر دیا ہے۔ مگر اس غلطی سے بھی یہ بات واضح ہو گئی۔ بندشِ آب کے اس حکم کی تاریخ ۷ محرم نہیں ہو سکتی کیونکہ ابھی آپ اس تفصیل کو پڑھ چکے ہیں کہ ابن سعد کے خط کا جواب ۵ محرم کو آنا چاہیے اور

۷ محرم کو نہیں آسکتا لہذا کامل نے غیر شعوری طور پر ۵ محرم کا حکم درج کیا مگر طبری کے اتباع میں اس کی تاریخ ۷ محرم لکھ دی۔ کامل کی یہ غلطی اس لئے واضح ہے کہ (۱) تمام تاریخوں نے ابن سعد کے خط کا جواب الگ خط کی شکل میں درج کیا ہے نہ کہ بندش آب کے حکم کے ضمن میں (۲) دونوں مضمون ایک خط بننے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے کیونکہ پھر مضمون یوں بنتا ہے:

"کہ حسین پر بیعت پیش کرو اگر راضی ہوں تو پھر ان کے بارے میں فیصلہ کریں گے اور پانی بند کرو"

"راضی ہوں اور فیصلہ کریں گے" کے ساتھ "اور پانی بند کرو" کا جوڑ کسی طرح نہیں بنتا ہے۔

غرضکہ کامل کا بیان ایک تبدیلی کے ساتھ ارشاد کے بیان کی تائید کرتا ہے اور ارشاد کا بیان اس بندش آب کے حکم کی تاریخ ۵ محرم ثابت کرتا ہے نہ کہ ۷ محرم۔

(۳) صاحب روضۃ الشہداء نے بھی بندش آب کے حکم کی تاریخ ۷ محرم اور عمرو بن حجاج کی تعیناتی اور اس سے لڑ کر جناب عباسؑ کا پانی لانا درج کیا ہے مگر طبری کے اتباع کی رائج غلطی کے باوجود صاحب روضۃ الشہداء نے ایک بے حد اہم بات لکھی ہے کہ

"بندشِ آب کا یہ حکم ابن زیاد نے اُس وقت بھیجا جب شمر کو ابن سعد کی مدد کے لئے کربلا روانہ کیا۔ اور شمر کے علاوہ دوسرے سردار بھی فوج لے کر کربلا گئے۔"

اولاً تو تاریخوں نے جیسے بحار الانوار۔ اسوف وغیرہ نے کربلا میں فوجوں کے جمع ہونے کی آخری تاریخ ۶ محرم لکھی ہے لہذا ان سرداروں کی روانگی ان کی اہمیت کے پیشِ نظر ۶ محرم سے قبل ماننا ہوگی اور ان کے ساتھ بھیجا جانے والا حکم بھی ۶ محرم کے قبل آئے گا دوسرے یہ کہ شمر کے سلسلہ میں وضاحت ہے کہ عمر سعد کی مدد کے لئے پہلا لشکر لیکر جو شخص کربلا میں گیا وہ شمر تھا۔ لہذا شمر کے ہمراہ جانے والا حکم بھی ۵ محرم کو جائے گا۔ روضۃ الشہداء کی اس عبارت نے ارشاد اور کامل کی طرح ۵ محرم کو جانے والے حکم کی نشاندہی کی ہے اگرچہ یہ حکم طبری کی غلط شہرت کے نیچے دبا پڑا ہے۔ غلط فہمی نہ ہو لہذا یہ تفصیل درج کیا جاتا ہے کہ شمر کربلا میں دو بار گیا ہے۔ پہلی بار ۵ محرم کو اور دوسری بار ۹ محرم کو۔ پہلی بار عمر سعد کی مدد کے لئے پہلا لشکر لے کر۔ دوسری بار عمر سعد کے نام ابن زیاد کا آخری حکمِ جنگ لے کر۔ تفصیل ملاحظہ ہو:-

شمر کربلا میں دو بار گیا

پہلی بار

(۱) "واول من خرج الی عمر بن سعد الشمر بن ذی الجوشن اسکونی فی اربعة الاف فارس"

ترجمہ۔ ابن سعد کی مدد کو سب سے پہلے جو شخص فوج لے کر آیا ہے وہ شمر بن ذی الجوشن سکونی تھا جس کے ساتھ ۴ ہزار سوار آئے تھے۔

حوالہ۔ کشف الغمہ ج ۲ ص ۲۵۸

(۲) "شب کو حکم دیا کہ عمر سعد کی مدد کو جائیں تا آنکہ اکثر بے دین مرتکب اس امر شنیع کے ہوئے پس جو شخص کہ پہلے حضرت سے لڑنے کو گیا وہ شمر بن ذی الجوشن تھا چار ہزار سوار ہمراہ لے کر روانہ ہوا"

حوالے۔ ترجمہ بحار ص ۱۸۳ (۲) اعثم کوفی ص ۳۷۳

کوفہ واپس آیا۔

" اما شمر بن ذی الجوشن چوں شنود کہ عمر سعد در شب رفتہ باحسین سخن گفتہ فی الحال بکوفہ رفت و با پسر زیاد گفت میان حسین و عمر سعد رسل و مراسلہ واقع است و شب نیز بایکدیگر ملاقات نمودہ تدبیر ہا می کنند حقیقت ایں حال معلوم نیست"

ترجمہ ۔ شمر بن ذی الجوشن کو جیسے ہی معلوم ہوا کہ عمر سعد رات میں حسینؑ سے باتیں کرنے گیا تھا اُسی وقت وہ کوفہ روانہ ہوگیا۔ اور جاکر پسر زیاد سے کہا حسین اور عمر سعد کے درمیان پیغام رسانی اور خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہے اور رات کو ایک دوسرے سے ملاقات بھی کرتے ہیں ۔ کچھ تدبیریں کر رہے ہیں جن کی حقیقت معلوم نہیں ہے۔

حوالہ ۔ روضۃ الشہداء ص۲۵۵

۹ محرم کو دوبارہ کربلا آیا ۔

" فاقبل شمر بن ذی الجوشن بکتاب عبید اللہ ابن زیاد الی عمر سعد فلما قدم علیہ و قرئہ ــــــــــ ونھض عمر بن سعد الی الحسین علیہ السلام عشیتہ یوم الخمیس لتسع مضین من المحرم "

ترجمہ ۔ شمر بن ذی الجوشن عمر سعد کے پاس ابن زیاد کا خط لے کر آیا۔ شمر کے آنے اور خط پڑھنے کے بعد ــــــــ عمر بن سعد نے جمعرات ۹ محرم کی شام کو لشکر امامؑ کی طرف بڑھایا ۔

حوالہ ۔ ارشاد ص۲۴۲

اعثم کوفی کا واضح تر بیان

اعثم کوفی کا بیان دوسرے مورخین سے زیادہ مرتّب اور واضح ہے۔

صرف اتنی خامی ہے کہ جناب عباسؑ کے پانی لانے کے بعد ابن زیاد و ابن سعد کے ردعمل کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ اعثم کوفی لکھتے ہیں:۔

"۱۔ ابن زیاد نے پسر سعد کو کربلا کی روانگی کے وقت حکم دیا کہ کربلا پہنچتے ہی حسینؑ پر پانی بند کر دینا ابن سعد نے وعدہ کیا کہ ایسا ہی کروں گا اور اس نے کربلا پہنچ کر امام پر پانی بند کر دیا۔

۲۔ جب امامؑ کے ساتھی پیاس سے بے چین ہوئے تو امامؑ نے بہ اعجاز چشمہ جاری کیا۔

۳۔ جس کی خبر پاکر ابن زیاد نے لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ حسینؑ نے کنواں کھود کر پانی حاصل کیا ہے لہذا سختی کے ساتھ پانی بند کرو کہ نہ کنواں کھودنے پائیں اور نہ فرات سے پانی حاصل کر سکیں۔ (چشمہ کو کنواں ابن زیاد نے اس لئے لکھا کہ بہ اعجاز چشمہ جاری کرنے کا اقرار اگر امامؑ کے لئے کر لیتا تو اس کے اس اقرار کے بعد خود اس کے لئے بھی امامؑ سے جنگ کرنے کا جواز باقی نہ رہتا)

۴۔ ابن زیاد کے اس حکم کے بعد عمر سعد نے عمرو بن حجاج کو پانچ سو سوار کے ساتھ فرات پر پہرے کے لئے معین کیا۔

۵۔ عمرو بن حجاج کے پہرے کے بعد جب سب پھر پیاسے ہوئے تو امامؑ نے جناب عباسؑ کو پانی لانے کے لئے بھیجا اور آپ عمرو سے لڑ کر پانی لے گئے"

طبری یا اس کے رفقا کے بیانات میں جو غلطیاں اور خامیاں ہیں ان کے برخلاف اعثم کوفی کا بیان مرتب ۔ صحیح اور مطابق درایت ہے البتہ جناب عباس کے پانی لانے کے ردعمل کا ذکر نہیں کیا ہے ورنہ دوسرے حکم بندش آب اور ۶ ہزار فوج کی تقرری بھی مندرج ہوجاتی اور اعثم کوفی کا بیان مکمل ہوجاتا ۔ اس نقص کو دوسری کتابوں کے ذریعہ دور کیا جائے گا۔

علامہ مجلسی کی تائید

علامہ مجلسی نے اولاً محمد ابن ابی طالب کی روایت نقل کی ہے جس میں اعثم کوفی کے بیان کی پوری حمایت ہے سوا اس کے کہ بندش کا آغاز اس وقت سے لکھا ہے جب لشکر عمر سعد بنی اسد کے مقابلہ سے واپس ہوا اس کے بعد امامؑ کا چشمہ جاری کرنا ۔ ابن زیاد کا کنواں کھودنے کی خبر پر حکم بندش آب بھیجنا اور عمر سعد کا پانی روکنے کے انتظام میں اضافہ کرنا اور پھر جناب عباسؑ کا پانی لانا درج کیا ہے ۔ اعثم کوفی اور اس روایت میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ حکم بندش آب کے بعد ابن سعد نے کیا انتظام کیا اس کا ذکر نہیں کیا جبکہ اعثم کوفی نے عمرو بن حجاج کی تقرری اس موقع پر لکھی ہے ۔ جناب عباسؑ کے پانی لانے کے اندراج بعد علامہ مجلسی کا ارشاد کے صرف اس حصّہ کا نقل کرنا کہ ۷ محرم کو حکم بندش آب آیا ۔ ایک طرح سے

جناب عباسؑ کے پانی لانے کے بعد ابن زیاد کے ردعمل کا اندراج ہے لیکن عمرو بن حجاج کی تقرری لکھ کر غلطی کی ہے کیونکہ اس حکم کے بعد ۶ ہزار فوج معین ہوئی نہ کہ پانچ سو۔ جناب عباسؑ کے پانی لانے کے ردعمل سے طور پر سات محرم کو دوسرا حکم بندشِ آب آیا اس کی مزید وضاحت اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جناب مفید کا بیان نقل کرنے کے باوجود علامہ مجلسی نے جناب عباسؑ کا پانی لانا نقل نہیں کیا ہے حالانکہ ارشاد میں یہ تذکرہ بھی ایک ہی سلسلہ میں درج تھا۔

تینؔ اہم بیانات

ابو اسحاق اسفرائنی۔ ریاض بنارسی اور ابو مخنف نے ۶ ہزار فوج کی تقرری کی وضاحت وصراحت کی ہے:۔

(۱) ابو اسحاق اسفرائنی نے درج کیا ہے کہ

"کربلا میں یزید کی فوج یکے بعد دیگرے آتی رہی اور امامؑ پر پانی بند کرنے میں حصہ لیتی رہی"

اس فقرے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سے یزیدی فوج کربلا میں پہنچی امام پر پانی بند کر دیا گیا اور ہر آنے والی فوج پانی بند کرنے میں حصّہ لیتی رہی جس کے معنی یہ ہیں کہ پانی مکمل طور پر بند نہیں ہو سکا

لہذا پانی روکنے میں فوج کا اضافہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ

"عمر سعد نے حجر ابن حر کو ۲ ہزار سوار دے کر غاد ریات پر معین کیا اور ابن ربعی کو ۴ ہزار سوار دے کر دوسرے گھاٹ پر معین کیا اس ۶ ہزار فوج کو پہرہ دیتے ہوئے تیسرا دن تھا کہ ابن زیاد کا حکم جنگ ابن سعد کے پاس آیا۔"

اس فقرے سے واضح ہوگیا کہ ۶ ہزار فوج پہرے کے لئے پہلے پہل نہیں مقرر ہوئی بلکہ دوسرے دستے اس سے پہلے معین ہو چکے تھے اور یہ ۶ ہزار فوج ۶ محرم کو معین ہوئی ہے۔ کیونکہ تاریخوں کا اتفاق ہے کہ ابن زیاد کا قطعی جنگ کا حکم ۹ محرم کو آیا ہے لہذا تین دن پہلے ۶ محرم ہوگی البتہ اس فوج کی تعیناتی پسر زیاد کے کس حکم کے نتیجہ میں عمل میں آئی اور وہ حکم کس واقعہ کے سبب سے آیا اس کی توضیح نہیں کی ہے۔

(۲) ابو مخنف کا بیان ہے کہ

"خولی نے ابن زیاد کو پسر سعد کی شکایت لکھ کر بھیجی کہ وہ راتوں کو امام سے ملتا ہے۔ اس شکایت کے جواب میں ابن زیاد نے ابن سعد کو لکھا کہ حسین سے بیعت لو ورنہ ان پر پانی بند کر دو۔ ابن سعد نے اس حکم کے بعد حجر ابن حر کو ۴ ہزار سواروں کے ساتھ اور شیث ابن ربعی کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ معین کیا۔"

اسفرائنی ۶ ہزار اور ابو مخنف ۵ ہزار فوج لکھتے ہیں مگر دونوں نے چار ہزار فوج کی ایک تقرری متفقہ طور پر لکھی ہے اختلاف دوسری فوج کی تقرری میں ہے کہ وہ ایک ہزار تھی یا دو ہزار۔ عربی میں ایک ہزار سوار "الف فارس" اور دو ہزار سوار "الفی فارس" لکھا جائے گا یعنی صرف ایک ی کا فرق ہزار کو دو ہزار اور دو ہزار کو ایک ہزار بنا دے گا اور ایک ی کی غلطی کاتب سے بہت آسان ہے۔ ۴ ہزار کے ساتھ ۲ ہزار کی تقرری زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے لہذا ۵ ہزار پر ۶ ہزار کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔ البتہ خولی کی شکایت پر اس حکم کا آنا ضرور خلاف قیاس ہے کیونکہ انکارِ بعیت کا سلسلہ ۲ محرم سے جاری ہے نہ کہ ۷ محرم کو سامنے آیا ہے اور ۶ ہزار فوج کی تقرری ۷ محرم کو عمل میں آئی ہے۔ لہذا دونوں میں کوئی جوڑ نہیں معلوم ہوتا ہے۔

(۳) صاحب شہیدِ اعظم نے ابو اسحاق کے مکمل بیان کو نقل کرنے کے بعد عمرو بن حجاج زبیدی کے پانچ سو سواروں کی تقرری کا ذکر کرکے دو بار فوج کے تقرر کی صراحت کر دی ہے۔

البتہ ان کا ذہن صاف نہ ہو سکا کہ پہلی تقرری کس کی ہے حالانکہ تعداد فوج کی کمی اور زیادتی خود پہلی اور دوسری تقرری کو واضح کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ ریاض بنارسی جیسے مفکر مورخ نے بھی

طبری کے اسکول کی شہرت سے دھوکہ کھایا اور جناب عباسؑ کے لئے لکھا کہ غالباً آٹھویں تاریخ کو پانی لائے جبکہ کسی مورخ نے پانی لانے کا دن نہیں معین کیا ہے بلکہ صرف یہ لکھا ہے کہ محرم کو عمرو بن حجاج پہرے پر مقرر ہوا اور اس سے لڑکر آپ پانی لائے تو یہ تاریخ ۷ بھی ہوسکتی تھی مگر آپ مفصل اور مدلل طور پڑھ چکے ہیں عمرو بن حجاج کی تقرری سات محرم سے قبل کی ہے لہذا جناب عباسؑ کے پانی لانے کی تاریخ بھی سات محرم سے قبل کی ہے جب خود ریاض بنارسی لکھتے ہیں کہ ۶ ہزار فوج کے تقرر کے بعد یا اس تقرر سے کچھ قبل عمرو بن حجاج مقرر ہوا اور جناب عباسؑ عمرو سے لڑکر پانی لائے تو کم از کم ان کو آٹھویں تاریخ معین کرنے کی غلطی "غالباً" کی قید کے ساتھ بھی نہ کرنا چاہئے تھی ۔

ناسخ التواریخ کا بیان

صاحب ناسخ کا بیان پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے کتابوں میں جو کچھ پایا سب کو یکجا کرنے کی کوشش کی لیکن نہ صحیح ترتیب قائم کرسکے اور نہ صحیح وقت معین کرسکے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پورا بیان ایک جنگل ہوگیا جس میں راستہ بتانا روش کاٹنا۔ تختوں کو الگ الگ کرنا ایک

کام ہوگیا۔ وہ لکھتے ہیں :-

۱۔ سات محرم کو خولی کی شکایت کی بنا پر ابن زیاد نے حکم بندشِ آب بھیجا اور ابن سعد نے پانچ سو سوار فرات پر پہرہ کے لئے مقرر کئے۔

۲۔ اس کے بعد امامؑ نے پیاس کے باعث چشمہ جاری فرمایا جس کی خبر پاکر ابن زیاد نے لکھا کہ حسینؑ نے کنواں کھود کر پانی حاصل کرلیا ہے لہذا بندشِ آب میں سختی کرو۔ چنانچہ ابن سعد نے بندشِ آب کا انتظام اور سخت کردیا (کیا کیا اس کی تفصیل ندارد ہے) جب سب پیاسے ہوئے تو جناب عباسؑ پانی لائے۔

۳۔ دوسرے دن پیاس کی شدت کے باعث ابن سعد کے پاس یزید ہمدانی ملنے گئے اور ناکام واپس ہوئے اس کے بعد امامؑ نے خود ملاقات کی دعوت دی۔ پسر سعد ملا۔ اور ملاقات کے نتیجہ میں ابن زیاد کو خط لکھا۔ اور ابن زیاد نے جواب لکھا کہ بیعت لو ورنہ قتل کر کے لاش پائمال کرو۔ خط پاکر ابن سعد جنگ پر تیار ہوا اور ۵ ہزار فوج فرات کے پہرے پر مقرر کی۔

۴۔ پھر دوسرے دن کے واقعات لکھ کر ۹ محرم کی شب کے واقعات لکھے ہیں۔

واقعات کی غلط تاریخ اور ترتیب اس سے واضح ہے کہ ناسخ کے

بیان کے مطابق اگر واقعات مندرجہ ۱ و ۲ کو تیز رفتاری سے گزرتا ہوا مان لیا جائے تب بھی یہ سب ایک دن کے واقعات نہیں ہو سکتے لہذا ماننا ہوگا کہ پہلا حکم ۷ محرم کو آیا۔ دوسرا حکم ۸ محرم کو آیا۔ ۹ محرم کو یزید ہمدانی ملے اور عمر سعد نے امامؑ سے ملاقات کر کے خط لکھا جس کے جواب پر ابن سعد نے ۵ ہزار فوج مقرر کی پھر دوسرا دن یعنی دس محرم آ گیا جس کے واقعات لکھ کر لکھتے ہیں کہ ۹ محرم کی شب میں امامؑ نے سب کے خیمے ملا دیئے۔ لہذا حساب کی غلطی واضح ہے۔ اس کے علاوہ ۵ ہزار فوج کے معین کئے جانے کی کوئی معقول وجہ نہیں درج کی۔ جناب عباسؑ کے پانی لانے کا ردعمل بھی نہیں لکھا۔

ناسخ نے پہلی غلطی کی کہ بندش آب کے دوسرے حکم کو جو ۷ محرم کو آیا ہے سب سے پہلے لکھا۔ صحیح صورت حال یہ ہے کہ ۵ محرم کو ابن زیاد کا حکم آیا کہ حسین نے کنواں کھودا ہے لہذا پانی بند کرنے میں سختی کرو۔ اس حکم کے بعد پانچ سو سوار مقرر ہوئے اور جناب عباسؑ پانی لے گئے جس کے نتیجہ میں ۷ محرم کو دوسرا حکم آیا اور ۵ ہزار فوج معین ہوئی جس کے بعد پانی حاصل کرنا ممکن نہ رہا لہذا ۸ محرم کو پانی کے لئے یزید ہمدانی اور امامؑ نے ابن سعد سے ملاقات کی۔ ۹ محرم کو کنویں کھودے گئے جس میں پانی نہ نکلا۔

البتہ صاحب ناسخ کا اتنے کے لئے شکر گزار ہونا چاہیئے کہ انھوں نے دو حکم بندشِ آب اور دو بار پہرے کے لئے فرات پر فوج کا تقرر درج کیا۔ اور پانی نہ حاصل ہو سکنے کے بعد یزید ہمدانی کی پسر سعد سے ملاقات اور پھر کنوئیں کھودنے اور پانی نہ نکلنے کا تذکرہ کر کے بندشِ آب کے تمام اجزا درج کر دیئے۔ جبکہ کسی دوسری کتاب میں اتنے اجزا یکجا نہیں ملتے۔ البتہ ان واقعات کی ترتیب پڑھنے والوں کے ذمہ چھوڑ دی۔

قولِ فیصل

تاریخوں سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ فرات پر پانی روکنے کے لئے پہرہ دینے والی فوج دو بار مقرر کی گئی۔ پہلا تقرر عمرو بن حجاج کے پانچ سو سواروں کا ہوا اور دوسرا تقرر ۶ ہزار فوج کا ہوا۔ دوسرا ۷ محرم کو ہوا لہذا عمرو بن حجاج کے سواروں کا تقرر اس سے پہلے ہو ان باتوں کی تحقیق آپ پڑھ چکے ہیں۔ پہرہ دینے والی فوج کا دو بار مقرر ہونا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ ابن زیاد نے دو بار بندشِ آب کا حکم پسر سعد کو کربلا میں بھیجا۔ دوسرا حکم ۷ محرم کا ہے لہذا پہلا حکم اس سے پہلے کا ہے جس کی تاریخ ۵ محرم صحیح معلوم ہوتی ہے جیسا کہ شمر کے ہمراہ حکم بندشِ آب کے بھیجے جانے کے تذکرے سے معلوم ہوتا ہے اور اس کی

تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ پہلا حکم بندشِ آب عمر سعد کے پہلے اطلاعی خط کے جواب کے پیچھے پیچھے آیا جو ۵ محرم کے بعد نہیں آسکتا تفصیل آپ ارشاد ۔ کامل اور روضۃ الشہداء میں پڑھ چکے ہیں ۔

جس طرح دو بار فوج کا تقرر اس بات کا متقاضی ہے کہ دو بار حکم بندشِ آب آئے اسی طرح دو بار حکم بندشِ آب اس بات کا تقاضی ہے کہ ۴ محرم کو پانی بند ہونے کے بعد دو بار امامؑ کو پانی حاصل ہو چنانچہ دو بار پانی حاصل ہونے کا تذکرہ تاریخ میں موجود ہے (۱) چشمہ کا جاری ہونا (۲) جناب عباسؑ کا پانی لانا ۔

تحقیق کے مطابق بندشِ آب کی تفصیل اور واقعات کی ترتیب اس طرح ہے :-

(۱) ۴ محرم کو پسر سعد نے ابن زیاد کے حکم کے مطابق کربلا پہنچ کر پانی بند کر دیا ۔

(۲) بندش آب کے آغاز کے بعد امامؑ نے اُس وقت چشمہ جاری کیا جب سب شدید پیاسے تھے ۔

(۳) چشمہ جاری ہونے کی اطلاع پاکر ابن زیاد نے سخت بندشِ آب کا پہلا حکم پسر سعد کے پاس کربلا میں بھیجا ۔

(۴) (۵ محرم کو) پسر سعد نے عمرو بن حجاج زبیدی کی سرکردگی میں

پانچ سَو سوار فرات پر خصوصی پہرے کے لئے معین کئے ۔

(۵) جناب عباسؑ عمرو بن حجاج سے جنگ کر کے بیسؔ مشک پانی لائے ۔

(۶) جناب عباسؑ کے پانی لے جانے کی اطلاع پر ، ۷ محرم کو ابن زیاد کا دوسرا سخت تر حکم بندشِ آب آیا ۔

(۷) ۷ محرم کو پسر سعد نے دوسرے حکم بندشِ آب کے بعد ۶ ہزار فوج مزید پہرہ پر مقرر کی ۔

(۸) ۷ محرم کے بعد ابن زیاد کا کوئی حکم بندشِ آب نہیں آیا اور نہ ابن سعد نے نہر کے پہرے میں کوئی اضافہ کیا کیونکہ ۷ محرم کے بعد مکمل قحطِ آب ہوگیا ۔ امامؑ کو پانی حاصل نہ ہوسکا لہذا نہ نئے حکم کی ضرورت پیش آئی اور نہ پہرہ میں کوئی اضافہ ہوا ۔ ورنہ اس سے قبل جب تک پانی حاصل ہوتا رہا ۔ حکم بندشِ آب بھی آتا رہا اور پہرے کی فوج میں اضافہ بھی ہوتا رہا ۔

یہ خیال غلط ہے کہ چونکہ عمرو بن حجاج کی معزولی نہیں ہوئی تھی لہذا ممکن ہے کہ ۷ محرم کے بعد جناب عباسؑ پانی لائے ہوں اور اس وقت ۶ ہزار فوج میں سے آپ کی جنگ صرف عمرو بن حجاج کے دستہ سے ہوئی ہو ۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ۷ محرم کے بعد نیا حکم بندشِ آب ضرور آتا اور پہرہ میں اضافہ بھی ضرور ہوتا ۔ اس کی تائید اس بات سے

بھی ہوتی ہے جس تاریخ میں بھی جناب عباس کے پانی لانے کا ذکر ہے

اس میں ذکر موجود ہے کہ عمرو بن حجاج کی نفری اور اس کے پہرہ کے

بعد جب پیاس کا غلبہ ہوا تب جناب عباس پانی لائے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ

(۱) ۴ محرم آغاز بندش آب۔

(۲) ۴ محرم سے ساتویں محرم کی رات تک شدید قلت آب۔

(۳) ۷ محرم سے مکمل قحط آب۔

دو مسئلے

بندش آب کا باب ختم کرتے ہوئے دو باتوں کا تذکرہ مفید معلوم ہوتا ہے (۱) امامؑ نے ایک بار ہی کیوں بہ اعجاز چشمہ جاری کیا۔ دوبارہ کیوں نہ جاری فرمایا۔ (۲) ابن زیاد نے بندش آب کے حکم میں عثمان کی پیاس کا کیوں ذکر کیا۔

پہلا مسئلہ۔ امامؑ نے ایک بار اعجاز کی طاقت کا اظہار اس لئے ضروری خیال کیا تاکہ ناسمجھ اور کمزور عقل و ایمان والوں کی نظر میں آپ کی روحانی حیثیت مشتبہ نہ ہو جائے۔ کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ شدید پیاس سخت ترین مصائب اور قید و بند کے ناروا حالات کا سامنا

اور مقابلہ کرنا ہوگا جس سے کمزور ذہنوں میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے اگر امام روحانی ہوتے، خدا سے تقرب ہوتا تو ایسے حالات ہرگز نہ ہوتے لہٰذا ایک بار اعجازی طاقت دکھا کر اس شبہہ کو دُور کر دیا۔ اور پھر صاحب اعجاز ہو کر مصائب جھیلے جسے دیکھ کر صاحبانِ عرفان امامؑ کی عقیدت میں جھوم اُٹھے کہ کیسے صابر تھے کہ اعجازی طاقت رکھتے ہوئے راہِ خدا میں بلا و ابتلا کا عظیم امتحان ہنسی خوشی جھیل گئے صلی اللہ علیک یا سید الشہداء صلی اللہ علیک یا ابا عبد اللہ ؑ روحی وارواح العالمین لک الفداء۔

مقدمہ میں اعجازی طاقت کے صرف کرنے اور نہ صرف کرنے کے مواقع کا مفصل تذکرہ کر چکا ہوں یہاں صرف خصوصی واقعہ کے لئے اتنا اور لکھنا چاہتا ہوں کہ خود واقعہ میں اس بات کا تذکرہ موجود ہے کہ خدا کی طرف سے امامؑ کو غائبانہ اشارہ ملا کہ اس کے بعد اعجازی طاقت کا اظہار حصول آب کے سلسلہ میں نہ ہو۔ اعجازی طاقت خدائی طاقت ہے جو وہ ہادی کے حوالے کرتا ہے اور خدا و ہادی ہی خوب سمجھتے ہیں کہ کب اس کا اظہار ہونا چاہیئے اور کب نہیں۔ علامہ طریحی نے چشمہ کے جاری ہونے کی روایت مفصل طور پر لکھی ہے۔ ملاحظہ ہو:-

چشمہ جاری ہونے کی روایت

"قال الراوی: ثم ان عمر بن سعد نزل بعسکرہ

علی شاطئ الفرات فحالوا بین الحسینؑ و بین الماء

حتی کظهم العطش فاخذ الحسین فاسا وجاء الی

وراء خیمة النساء فحفر قلیلا فنبع الماء فشرب و

سقی حرمه واطفاله وجمیع اصحابه واملاء القراب

واسقی الخیل ثم غار الماء فعلم الحسین انه اخر

مایشرب۔

حوالہ۔ منتخب طریحی۔ جزثانی۔ مجلس ثالث ص۴۲

ترجمہ۔ راوی کا بیان ہے کہ عمر ابن سعد مع اپنے لشکر کے فرات کے

کناروں پر اترا اور فرات اور امام حسین علیہ السلام کے درمیان

حائل ہوگیا۔ یہاں تک کہ جب پیاس کے باعث سب شدید

تکلیف میں مبتلا ہوگئے تب حسین علیہ السلام نے ایک تبر لیا اور

عورتوں کے خیمہ کے پیچھے تشریف لے گئے۔ تھوڑا کھودنے کے بعد پانی کا

چشمہ نکل آیا۔ امامؑ نے خود پیا اور اپنے حرم، بچوں اور تمام اصحاب کو

بھی پلایا، مشکیزے بھی بھر لئے۔ گھوڑوں کو بھی سیراب کیا۔ اس کے بعد

اُبھارنے کے لئے عثمان کی پیاس کی دُہائی دی کیونکہ پورا لشکر عثمانی تھا اور اس نعرہ کے بعد جوشِ انتقام آسانی سے عربوں کی آدمیت کو معدوم کرنے کے لئے کافی تھا چنانچہ صاحب روضۃ الصفا نے اس حقیقت سے یہ کہہ کر پردہ ہٹایا ہے کہ

"ابن زیاد نے پسر سعد کو لکھا کہ حسینؑ کو اس بہانہ سے پیاسا رکھو کہ بنی ہاشم نے عثمان کو پیاسا رکھا تھا۔"

اس عبارت سے ابن زیاد کے جھوٹ، مکاری اور عیّاری کا پردہ فاش ہوتا ہے اور بنی ہاشم کی بے گناہی ثابت ہوتی ہے اور پیاسا رکھنے کے منصوبے پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

وجودِ آب کی
غلط روایتوں کی تحقیق
اصولِ درایت
کی
روشنی میں

آخری باب

اس کتاب کا یہی آخری باب ہے اور یہی باب کتاب لکھنے کا سبب بنا۔ جناب صاحب شہید انسانیت نے میری خط وکتابت میں از خود مسئلہ عطش کو چھیڑا جس کا میں نے استقبال کیا۔ مگر موصوف کے اس مطالبہ کو پورا نہ کر سکا کہ میں موصوف کے مقرِ عطش ہونے کی تصدیق کروں کیونکہ آپ کی تحریروں میں اقرار عطش بھی ہے اور انکار عطش بھی۔ چنانچہ میں نے موصوف کو لکھا کہ ہم آپ پر انکارِ عطش کا الزام نہیں لگاتے بلکہ آپ سے اقرار وانکار کو جمع کرنے کا شکوہ کرتے ہیں اور اقرار وانکار کا جمع کرنا غلط ہے۔ جناب علامہ زنگی پوری نے اپنی کتاب واعطشاہ میں بھی یہی شکوہ کیا ہے (موضوع عطش پر واعطشاہ پہلی کتاب ہے جس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیئے) میری خط وکتابت ناکام ہوگئی اس لئے کہ موصوف نے بدکلامی کا الزام لگا کر سلسلہ منقطع کر دیا مگر جواب بند کرنے کے بعد ہی موصوف کے حامیوں کی طرف سے کچھ کتابچے شائع ہوئے جس میں وجود آب کی روایات کی تشہیر کی گئی۔ حکیم ذوالفقار حسین صاحب نے اپنے رسالہ ردۃ التوہمات میں حسب ذیل جملے لکھے جن کے بعد میں نے

اپنا فرض سمجھا کہ پیاس کے موضوع پر اپنی بساط بھر ایک کتاب لکھوں جس میں پیاس کے موافق و مخالف مواد کو یکجا کر دیا جائے تاکہ ناواقفین گھبراہٹ کا سبب نہ بنے۔ حکیم صاحب لکھتے ہیں:۔

"متقدمین کے متبحر و جید علماء، افاضل عظام و اکابرین اور مستند کتب شیعہ میں بلا اختلاف مختلف طریقوں سے مختلف مختلف مقامات پر بکثرت کتابوں میں وجود آب کی روایات منقول ہیں جو ہمیشہ سے مسلم طور سے غیر نزاعی درج ہوتی چلی آرہی ہیں اور کبھی بھی کسی نے ان روایات پر انگلی نہیں اٹھائی۔ جن جید علماء نے اپنی کتابوں میں یہ روایات درج فرمائی ہیں وہ سہ روزہ تشنگی کے منافی ان روایات کو نہیں سمجھتے تھے نہ وہ خود منکر عطش تھے اور نہ کسی اور نے انھیں منکرِ عطش قرار دیا"

حکیم صاحب کے ان پُر زور جملوں سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ پانی کا وجود ایک طے شدہ مسلمہ اور غیر اختلافی حقیقت ہے ان جملوں کی حقیقت بہت کچھ آپ پر واضح ہو چکی ہے کہ طے شدہ اور مسلمہ حقیقت پیاس ہے نہ کہ پانی کا وجود اور جو کچھ حقیقت اب بھی واضح ہونے سے رہ گئی ہے وہ اس باب میں واضح ہو جائے گی۔ اگر یہ کتاب نہ لکھی جاتی تو ناواقف مومنین ضرور مضطرب رہتے کہ جب وجود آب غیر اختلافی اور

مستند ہے تو پھر عطش کے کیا معنی - رہا یہ سوال کہ وجود آب منافی عطش ہے یا نہیں، اس پر بہت کچھ لکھ چکا ہوں اور آئندہ بھی تھوڑا بہت لکھوں گا جس سے واضح ہو چکا ہے اور واضح ہو جائے گا کہ واقعہ کربلا میں وجود آب اور پیاس کا جمع ہونا ناممکن ہے - اس وقت اس مسئلہ سے بحث مقصود نہیں ہے بلکہ اس بات کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ خط وکتابت کے بند کرتے ہی ایم - ایم غلام حسین صاحب حکیم ذوالفقار حسین صاحب مرزا کاظم حسین صاحب کے نام سے متعدد رسالے شائع ہوئے جن میں پانی کا ہونا ثابت کیا گیا - نہ صرف ان حضرات نے پیاس کے بالمقابل پانی ثابت کرنے کی کوشش کی بلکہ وجود آب ثابت کرنے کے لئے جو رسالے شائع ہوئے تھے ان پر صاحب شہید انسانیت اپنی خوشی نہ روک سکے (تاریخ نے خوشی کے اظہار کے ذریعہ بہت سے مخفی ذمہ داروں کی نقاب کشائی کی ہے -)

صاحب شہید انسانیت اور مولانا کرار حسین صاحب قبلہ سے عرصہ سے خط وکتابت کا سلسلہ جاری ہے - صاحب شہید انسانیت نے مولانا کو اپنے خط مورخہ یکم ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ میں میرا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :-

"پہلے بھی برابر لکھا گیا ہے کہ اس خط وکتابت کی نوعیت مباحثہ کی نہیں ہے تاکہ دلائل وغیرہ پیش کئے جائیں یہ اور بات ہے کہ

آپ کو اپنی ذہانت سے میرے یہاں دلائل بھی کبھی نظر آنے لگیں جس کا اظہار گزشتہ خط میں ہوا ہے مگر مجھے نہ دلائل پیش کرنا مدنظر رہے ہیں نہ حوالے۔ اسی بنا پر آپ کے رفیق کے مقابلہ میں لاجواب ہونا پسند کیا گیا۔ لیکن باوجود مطالبہ صفحہ وسطر وغیرہ پیش نہیں کئے گئے جواب دوسرے لوگ تلاش کر کر کے پیش کر رہے ہیں جن کے مقابلہ میں اب آپ لوگ لاجواب ہیں۔"

"تلاش کر کر کے" کے فقرہ میں 'کر کر' کی تکرار سے خوشی پھوٹتی نظر آرہی ہے۔ اور یہ کتاب اسی لئے لکھی گئی ہے کہ 'لاجواب' ہونے کی خوشی باقی رہے۔ ہم کو کسی کی خوشی سے کوئی بحث نہ ہوتی اگر یہ خوشی مومنین کے اضطراب اور یقین وعقیدہ کے انتشار کا سبب نہ بنتی۔

اس باب میں اولاً پانی ثابت کرنے والے رسالوں میں جن روایات کو پیش کیا گیا ان کی فہرست پیش کی جاتی ہے اور ان روایات کو جن کتابوں سے نقل کیا گیا ہے ان کے بھی نام لکھے جاتے ہیں تاکہ مخالف ومنافی عطش روایات کا علم پڑھنے والوں کو ہو جائے۔ اس کے بعد ایک ایک روایت پر بحث پیش کی جائے گی۔

پیاس کی مخالف روایتوں کی فہرست

پیاس کے خلاف روایات کو شائع کرنے کا کام حسب ذیل

حضرات نے حسب ذیل رسالوں میں انجام دیا ہے :-

(۱) ایم ایم غلام حسین صاحب لکھنؤ نے " بلیٹن ۱ اور بلیٹن ۲" شایع کیا -

(۲) حکیم ذوالفقار حسین صاحب فیض آباد نے " ردۃ التوہمات" شایع کیا -

(۳) مرزا کاظم حسین صاحب فیض آباد نے " جراءت لامتناہی" شایع کیا -

(۴) اس کے علاوہ ایم ایم غلام حسین صاحب نے بلیٹن ۱ اور ریاض حیدری صاحب نے میرے نام " کھلا چیلنج" شایع کیا -

اس منافی عطش لٹریچر میں جو کچھ بھی ہے اسے روایات کی فہرست کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے :

(۱) جناب عباسؑ کا پانی لانا -

حوالے : (۱) مواعظ حسنہ علامہ ہروی (۲) ناسخ التواریخ (۳) ذبح عظیم فوق بگرامی (۴) ترجمہ بحارالانوار

(۲) جناب بریر کا پانی لانا

حوالے : موعظ حسنہ علامہ ہروی

(۳) امامؑ کا بہ اعجاز چشمہ کا جاری کرنا -

حوالے: (۱) ناسخ التواریخ (۲) ترجمہ بحارالانوار

(۴) جناب علی اکبر کا شب عاشور پانی لانا۔

حوالے: (۱) ترجمہ جلاء العیون (۲) ترجمہ بحارالانوار (۳) ترجمہ خصائص حسینیہ (۴) شہید اعظم (۵) مواعظ حسنہ (۶) بناءالاسلام (۷) امالی صدوق

(۵) روایت نورہ میں اضافہ لفظ غسل۔

حوالے: (۱) شہید انسانیت طبع اول (۲) بناءالاسلام

(۶) شب عاشور جناب زینب کا پانی چھڑک کر غش سے بیدار کیا جانا۔

حوالے: (۱) ترجمہ جلاء العیون (۲) ترجمہ خصائص حسینیہ۔ (۳) ترجمہ بحارالانوار (۴) معراج الکلام

(۷) جناب علی اکبر کا جناب علی اصغر کے لئے ڈولچی میں پانی لانا۔

حوالے: لواعج الاحزان (۲) تذکرۃ المعصومین

(۸) شہداء کا بوقت شہادت سیراب ہونا۔

حوالے: (۱) ناسخ التواریخ (۲) مفارقات الحسینیہ علامہ کنتوری (۳) شاذب المناقب۔

صرف مندرجہ بالا آٹھ روایتیں ہیں جن کو بار بار اور یکے بعد دیگرے 'حامیان وجود آب' نے اپنے رسالوں میں پیش کیا ہے!

لیکن اثبات عطش پر قرآن، حدیث اور تاریخ سے خدا، معصومینؑ، شہداءؑ، اسیران اہلبیتؑ، دشمنان حسینؑ اور مورخین کی جتنی گواہی اس کتاب میں پیش کی جا چکی ہے وہ خود ان آٹھ روایتوں کو غلط ثابت کرنے کے لئے کافی ہے اس کے علاوہ ان آٹھ روایات میں صرف جناب عباسؑ کا پانی لانا۔ چشمہ کا جاری ہونا۔ جناب زینب کے چہرہ پر غش سے بیدار کرنے کے لئے پانی کا چھڑکا جانا۔ شب عاشور جناب علی اکبر کا پانی لانا۔ ایسی کتابوں میں درج ہے جو قابل لحاظ کتابیں کہی جا سکتی ہیں۔ ان کے علاوہ جو چار روایتیں پیش کی گئی ہیں وہ ایسی کتابوں میں ہیں جو قابل لحاظ بھی نہیں ہیں لیکن صرف اس لئے کہ تحقیق تشنہ نہ رہ جائے اس باب میں مندرجہ بالا ہر روایت کی حقیقت واضح کی جائے گی اور پہلے مندرجہ بالا چار روایتوں سے بحث کی جائے گی۔

روایت (۱)

جناب عباسؑ کا پانی لانا

منافی عطش روایات کی تحقیق سے پہلے ایک ضروری گذارش ہے کہ کسی روایت کا منافی عطش ہونا تب ہی ثابت ہو گا جب اس روایت سے ثابت ہو جائے کہ پانی ۷ محرم کے بعد آیا اور جو پانی آیا وہ پیاسوں کے

کام آیا ورنہ اگر ثابت ہو جائے کہ پانی ۷ محرم سے قبل آیا یا آیا ہوا پانی
مثلاً بہہ گیا اور پیاسوں کے کام نہیں آیا تو ان دونوں صورتوں میں
پانی حاصل ہونا منافی عطش نہ ہوگا کیونکہ آپ کے سامنے عطش کی تحقیق
پیش ہو چکی ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ ۳ محرم سے پانی بند ہوا مگر ۷ محرم
سے قبل تھوڑا بہت پانی حاصل ہوتا رہا اور ۷ محرم کے بعد بالکل قحط آب
ہو گیا اور روز عاشورا تک سب پیاسے رہے۔ اس اہم گذارش کے بعد
جناب عباسؑ کے پانی لانے کی روایت کی بحث پیش کی جاتی ہے۔ اگرچہ
تحقیق بندش آب کے عنوان میں جناب عباسؑ کا پانی لانا اور چشمہ کا
جاری ہونا ان دونوں روایتوں کا منافی عطش نہ ہونا واضح کیا جا چکا ہے مگر
صرف اس لئے کہ ضدی مزاجوں کو ہٹ دھرمی کا موقع نہ ملے ان دونوں
کی تحقیق دوبارہ پیش کی جاتی ہے۔

جناب عباسؑ کے پانی لانے کی روایت منافی عطش نہیں ہے

اس کے وجوہ حسب ذیل ہیں:-

۱۔ کسی کتاب میں بھی پانی لانے کی تاریخ درج نہیں ہے۔ صرف
ترتیب ذکر سے شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ پانی ۷ محرم کے بعد آیا کیونکہ
اعثم کوفی کے علاوہ دوسرے مورخین نے واقعات اس طرح بیان
کئے ہیں کہ ۷ محرم کو حکم بندش آب ابن زیاد نے بھیجا۔ عمر سعد نے

اس حکم کے بعد عمرو بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ساتھ نہر پر پانی روکنے کے لئے مقرر کیا۔ نہر پر پہرہ کے بعد جب امامؑ کے ساتھی پیاسے ہوئے تو آپ نے جناب عباسؑ سے پانی لانے کو کہا اور آپ بیس مشک پانی لائے۔

آپ پڑھ چکے ہیں کہ واقعات کی اس ترتیب میں مورخین نے دھوکہ کھایا ہے۔ اور یہی دھوکہ اس روایت کے منافی عطش ہونے کے شبہہ کا موجد ہے ورنہ روایت میں تاریخ مذکور نہیں ہے لہذا اگر مورخین کی اس غلطی کو الگ کر دیا جائے تو خود روایت میں منافی عطش کوئی مواد نہیں ہے۔

۲۔ اگر مان لیا جائے کہ جناب عباسؑ ۷ محرم کے بعد پانی لائے تو دو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ کیونکہ ثابت ہو چکا ہے کہ پانی ۷ محرم سے بند ہوا ہے نہ کہ ۶ محرم سے اور تاریخیں متفق ہیں کہ ۶ محرم کو ابن زیاد نے حکم بندش آب بھیجا۔ لہذا ضروری ہے کہ ۶ محرم سے قبل یعنی ۵ محرم کو پانی حاصل کیا گیا ہو جس کی بنا پر ۶ محرم کو ابن زیاد نے یہ حکم بھیجا اگر جناب عباسؑ کے پانی لانے کے واقعہ کو ۷ محرم کے بعد کا مان لیا جائے تو تاریخ میں کسی ایسے واقعہ کا تذکرہ نہیں ملتا جو ۶ محرم کے حکم کا محرک بنے اس لئے

ضروری ہے کہ پانی لانے کا واقعہ ۷ محرم سے قبل کا مانا جائے ورنہ واقعات کے طبعی نشوونما میں ایسا خلل پیدا ہوگا جس کے دُور کئے بغیر واقعات کا تسلسل مکمل نہیں ہو سکتا۔

دوسری خرابی یہ پیدا ہوگی کہ اگر جناب عباسؑ ۷ محرم کے بعد پانی لائے تو ضروری ہے کہ اس واقعہ کی اطلاع کے بعد ابن زیاد بندش آب کا مزید ایک حکم بھیجے اور عمر سعد ۷ محرم کے بعد پہرہ میں مزید اضافہ کرے مگر تاریخ ان دونوں تذکروں سے خالی ہے لہذا ماننا پڑے گا کہ یہ واقعہ ۷ محرم کے قبل کا ہے۔

۳۔ ۷ محرم کو ۶ ہزار فوج نہر کے پہرے پر معین ہوتی ہے اور عمرو بن حجاج ۷ محرم سے قبل معین ہوا ہے یعنی ۵ محرم کو اور جناب عباسؑ عمرو بن حجاج سے لڑ کر پانی لائے ہیں لہذا ثابت ہوتا ہے کہ جناب عباسؑ ۷ محرم سے قبل پانی لائے۔

نتیجہ کلام یہ ہے کہ اصل روایت میں تاریخ درج نہیں ہے۔ واقعات کی طبعی رفتار اس بات کا انکار کرتی ہے کہ یہ واقعہ ۷ محرم کے بعد کا ہو اور عمرو ابن حجاج سے لڑ کر پانی لانا ثابت کرتا ہے کہ پانی ۷ محرم سے قبل آیا۔ لہذا یہ روایت کسی طرح منافی عطش ثابت نہیں ہوتی۔

روایت (۲)

بہ اعجاز چشمہ کا جاری ہونا

اس روایت کو علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں درج کیا ہے اور ناسخ التواریخ و اعثم کوفی میں بھی یہ روایت ملتی ہے۔

اور تینوں کتابوں میں ج ہے کہ

بندش آب کے بعد جب امامؑ کی سپاہ پر پیاس کی شدت ہوئی تو آپ نے بہ اعجاز چشمہ جاری کیا جس کی کوئی تاریخ درج نہیں ہے جس کی خبر پاکر ابن زیاد نے ابن سعد کو لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ حسین نے کنویں کھود کر پانی حاصل کر لیا ہے لہذا ان پر اس سختی سے پانی بند کر دو کہ نہ کنویں کھود نے پائیں اور نہ فرات سے پانی لے سکیں۔

صاحب ناسخ اور علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ اس حکم کے بعد ابن سعد نے بندش آب میں مزید سختی اختیار کی۔ مگر کیا سختی کی۔ اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ بیان کی اس تشنگی کو اعثم کوفی کی صراحت نے دور کر دیا کہ عمرو بن حجاج زبیدی کو پانچ سو سواروں کے ساتھ نہر پر پہرہ کے لئے متعین کیا۔

مذکورہ بالا بیان سے واضح ہوتا ہے کہ چشمہ جاری ہونے کی اطلاع پاکر ابن زیاد نے ابن سعد کو بندشِ آب کا حکم بھیجا۔ ۷ محرم کے بعد بندشِ آب کا کوئی حکم نہیں آیا ہے۔ اور ۷ محرم کا حکم اس حکم کے علاوہ ہے جس کی تاریخ میں صراحت موجود ہے لہذا یہ حکم ۷ محرم سے قبل کا ہے اور عمرو بن حجاج کی تقرری بھی اس حکم کے بعد ہوتی ہے اور یہ تقرری بھی ۷ محرم سے قبل ۵ محرم کو ہوئی ہے لہذا ثابت ہوا کہ چشمہ ۷ محرم سے قبل (۵ محرم کو) جاری ہوا ہے بنا بریں یہ روایت بھی منافی عطش نہیں ہے۔

روایت (۳)

جناب زینب کا غش سے بیدار ہونا

بعض کتابوں میں درج ہے کہ شبِ عاشورا جناب زینب کو غش آگیا اور امامؑ نے چہرہ پر پانی چھڑک کر آپ کو بیدار کیا۔ لیکن یہ روایت خود شدید اختلاف کا شکار ہے اور ایک ہی واقعہ ۳ صورتوں سے بیان کیا گیا ہے:-

(۱) ۲ محرم کو امامؑ کربلا میں اُترے۔ آپ نے بعض غمگین اشعار پڑھے جن کو سُن کر جناب زینب بہت بے چین ہوئیں۔

(۲) ۲ محرم کو امام کربلا میں اُترے۔ آپ کے غمگین اشعار کو سُن کر جناب زینب غش کر گئیں: امامؑ نے پانی چہرے پر چھڑک کر غش سے بیدار کیا۔

(۳) شب عاشورا جناب زینب امامؑ کے غمگین اشعار سُن کر بے چین ہوئیں (غش نہیں آیا)

(۴) شب عاشورا جناب زینب غمگین اشعار سُن کر غش کر گئیں اور امامؑ نے آپ کے چہرے پر پانی چھڑکا۔

ایک واقعہ کا چار طرح بیان ہونا خود اس کے غیر معتبر ہونے کی دلیل ہے۔ اس کے علاوہ واقعہ کی تین صورتیں منافی عطش نہیں ہیں صرف چوتھی صورت پیاس کے منافی اور مخالف ہے۔ لہٰذا لڑکھڑاتی اور ڈگمگاتی ہوئی روایت مستند۔ متواتر۔ معتبر پیاس کے مقابلہ کے قابل نہیں ہے۔

مزید بحث سے پہلے مناسب ہے کہ روایت کی چاروں صورتوں کو ہدیۂ ناظرین کیا جائے۔

روایت کی پہلی صورت یعنی ۲ محرم کو امامؑ کربلا میں اُترے۔ آپ نے چند اشعار پڑھے جن میں موت کی خبر تھی جن کو سُن کر جناب زینب بہت غمگین ہوئیں مگر آپ کو غش نہیں آیا۔

روایت کی یہ صورت حسب ذیل کتابوں میں ملتی ہے۔

(۱) مقتل ابی مخنف ص۴۹، ۵۰ (۲) اعثم کوفی ص۳۷۰، ۳۷۱ (۳) نور العین اسفرائنی ص۲۸، ۲۹ (۴) مثیر الاحزان علامہ ابن نما حلی ص۳۵ (۵) مقتل الحسین خوارزمی ج ۱ ص۲۳۷، ۲۳۸۔

طول سے بچتے ہوئے ابو مخنف اور اعثم کوفی کی عبارت درج کی جاتی ہے

مقتل ابی مخنف کی عبارت

"ثم انزل عن فرسه والنشاء یقول

یا دهر اف لك من خلیل	کم لك بالاشراق والاصیل
من طالب بحقه قتیل	والدهر لا یقنع بالبدیل
وکل حی سالك سبیلی	ما اقرب الوعد من الرحیل
وانما الامر الی الجلیل	سبحان ربی ما له مثیل

قال علی ابن الحسین ع وجعل یردد هذه الابیات فحفظتها منه وخنقتنی العبرة ولزمت السکوت واما عمتی زینب لما سمعت بذلك بکت واظهرت الحزن والجزع واقبلت تجر اذیالها نحو الحسین وقالت یا اخی وقرة عینی لیت الموت اعدمنی الحیاة یا خلیفة الماضین وثمال الباقین فنظر الیها الحسین

وقال یا اختاہ لا یذھبن بحلمك الشیطان فان اھل الارض یموتون وان اھل السماء لا یبقون وکل شئ ھالك الا وجھہ لہ الحکم والیہ ترجعون فاین ابی وجدی اللذان ھما خیر منی ولی بھما اسوہ حسنۃ ثم عزاھا وقال لھا یا اختاہ اقسمت علیك بحقی اذا انا قتلت فلا تشقی علیّ جیبا ولا تخمشی علیّ وجھا ثم ردھا الی خدرھا وخرج الی اصحابہ

امام کربلا پہنچ کر اپنے گھوڑے سے اُتر پڑے اور حسب ذیل اشعار پڑھنے لگے:۔

یا دھر اف لك من خلیل الخ

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بابا ان اشعار کو بار بار پڑھ رہے تھے جن کو میں نے یاد کر لیا۔ یہ سُن کر میرا گلا رندھ گیا۔ مگر میں خاموش رہا لیکن میری پھوپھی زینب ان اشعار کو سُن کر رونے لگیں اور جزع و فزع کرنے لگیں اور امام کی طرف اس طرح بیتابانہ گئیں کہ آپ کا لباس زمین پر کھنچ رہا تھا اور آپ نے فرمایا اے بھائی۔ اے آنکھوں کی ٹھنڈک۔ کاش میں مر جاتی۔ اے بزرگوں کے جانشین اور موجودہ افراد کے پشت و پناہ۔۔ امام نے بہن کی طرف دیکھا اور

فرمایا اے بہن کہیں تمہارے صبر کو شیطان برباد نہ کردے ۔ اہل زمین و آسمان سب مرجائیں گے کوئی زندہ نہ بچے گا ۔ ہر شئے سوائے وجہ رب کے سب ہلاک ہونے والی ہے بس خدا کی حکومت باقی رہے گی اور سب اسی کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے ۔ میرے نانا اور باپ جو مجھ سے بہتر تھے آج کہاں زندہ ہیں ان کی موت میرے لئے اسوۂ حسنہ ہے ۔ پھر آپ نے بہن کو تسلی دی اور فرمایا اے بہن تم کو اپنے حق کی قسم دیتا ہوں کہ جب قتل ہو جاؤں تو مجھ پر نہ گریبان چاک کرنا نہ چہرہ زخمی کرنا ۔ امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں پھر پھوپھی کو ان کے خیمہ میں واپس پہنچا کر خود اصحاب کے پاس تشریف لے گئے ۔

مقتل ابی مخنف مطبوعہ نجف ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۲ء صفحہ ۴۹، ۵۰ ۔

اعثم کوفی کا بیان

بدھ یا جمعرات کا دن دوسری محرم ۶۱ھ کو وارد کربلا ہوئے ——— اسباب کو دریائے فرات کے کنارے ایک طرف لگوا اور خیمے کھڑے کئے ——— سب تو اپنے خیمہ میں لیٹ رہے اور امام حسینؑ اپنی تلوار کی صفائی میں مصروف ہوئے ۔ غلام ابوذر غفاری آپ کے پاس حاضر تھا اور حضرت بحالت تفکر

یہ اشعار پڑھ رہے تھے:۔ یا دھر اف لک من خلیل۔
کم لک بالاشراق والاصیل ۔من طالب وصاحب قتیلی۔
ما اقرب الوعد من الرحیل ۔ وکل حی سالک السبیل۔
وانما الامر الی الجلیل ۔ آپ کی بہنوں زینب ۔ ام کلثوم
نے آواز سن کر کہا اے بھائی یہ کس کی آواز ہے جو اپنے قتل کا
یقین کئے ہوئے ہے ۔ حضرت نے فرمایا بہن لو ترکت القطاء لنام
زینب نے کہا واثکلاہ اے کاش میں مرجاتی اور یہ دن نہ دیکھتی۔
میں نے نانا محمد مصطفٰؐ کی وفات دیکھی ۔ اپنے باپ علیؑ کا مرنا دیکھا۔
اپنی پاک و پاکیزہ ماں فاطمہ زہرا کا سر سے گذر جانے کا الم دیکھا۔
اپنے پیارے بھائی حسنؑ کی شہادت کی مصیبت جھیلی ۔ اب بھائی
حسین جو دُنیا میں باقی رہ گیا ہے مجھے ایسی خبر سناتا اور اپنے انتقال
کی خبر دیتا ہے ۔ ہائے میں تو مرگئی ۔ افسوس مصیبتوں اور
بلاؤں کی مجھ مبتلا کے حال پر افسوس ۔ اور اسی قسم کے کلمات
فرماتی اور روتی تھیں ۔ تمام اہلبیت آپ کے ساتھ مل کر رونے لگے۔

ام کلثوم کا بیان تھا وا محمدا واعلیاہ بعدک یا اباعبداللہ
امام حسین ان کو تسلی فرماتے اور کہتے تھے اے خواہر صبر کر اور
مرضی الٰہی پر راضی رہ ۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ نے زمین سے لے کر

آسمان تک کسی شے کو ہمیشگی کی زندگی عطا نہیں کی اور نہ کسی کو عطا کرے گا۔ سب فنا ہو جائیں گے صرف ایک ذات پاک خدا کے سوا سب مخلوقات ہلاک ہونے والی ہے۔ سب کو اس نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا ہے اور سب کو اپنی مرضی اور ارادہ کے مطابق نیست و نابود کر دے گا۔ میرے نانا، ماں، باپ، بھائی مجھ سے بہتر اور زیادہ عزیز تھے اسی طرح وہ بھی جام فنا پی کر مٹی میں مل گئے۔ تمام دنیا والوں کو حضرت محمد مصطفےٰ ہی کی وفات کا خیال اپنی موت پر صبر دلاتا ہے۔ پھر ارشاد کیا اے بہنو! اے ام کلثوم! اے زینب! اے فاطمہ! جب مار ڈالیں تو ہرگز کپڑے نہ پھاڑنا منہ نہ نوچنا اور نہ ایسے کلمے زبان سے نکالنا جن سے خدا راضی نہ ہو۔

اعثم کوفی مطبوعہ یوسفی دہلی ص ۳۷۰، ۳۷۱ ۔

روایت کی دوسری صورت

کہ ۲ محرم کو امامؑ کربلا میں اُترے آپ نے بعض غمگین اشعار پڑھے جن کو سُن کر جناب زینب غش کر گئیں اور امامؑ نے آپ کے چہرے پر پانی چھڑکا۔

روایت کی مندرجہ بالا تفصیل حسب ذیل کتابوں میں ملتی ہے:-

(۱) ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۲۲۶ ۔

(٢) شہیدِ اعظم ج ٢ ص ١١١، ١١٢

(٣) اسوف ترجمہ لہوف تصنیف سید ابن طاؤس ترجمہ باقر حسین ص ٣٢، ٣٣

(۴) اسرار الشہادۃ تالیف فاضل دربندی ص ١٩٥

بطور اختصار شہیدِ اعظم اور اسوف کی عبارت نقل کی جاتی ہے :-

شہیدِ اعظم کی عبارت

ابن خلدون کے موافق " یہ دن پنجشنبہ کا تھا اور محرم ٦١ھ کی دوسری تاریخ تھی " اعثم کوفی کے موافق اب دریائے فرات کے کنارے اسباب اتارا گیا، خیمے کھڑے کئے گئے، بھائی اور چچازاد بھائی ہر ایک اپنے اپنے واسطے خیمہ لگانے لگا۔ حضرتؑ کے خیمہ کے گرد احباب اور اعزا کے خیمے کھڑے ہو گئے۔ سب تو اپنے خیمہ میں لیٹ رہے اور امام حسینؑ اپنی تلوار کی صفائی میں مصروف ہوئے۔ غلام ابوذر غفاری آپ کے پاس حاضر تھا اور حضرت بحالتِ تفکر یہ اشعار پڑھ رہے تھے :

یا دہر اف لک من خلیل　　کم لک بالاشراق والاصیل

من طالب وصاحب قتیل　　ما اقرب الوعد من الرحیل

وکل حی سالک السبیل　　وانما الامر الی الجلیل

(اے زمانے تجھ ایسے دوست پر تف ہے ۔ کتنے لوگ اپنے حق کے

طلب کرنے والے صبح و شام تجھ میں قتل ہوتے ہیں۔ کیا کوچ کا وعدہ
پہنچ گیا ہے۔ کل زندہ لوگ راہ پر چل رہے ہیں۔ اور یقیناً امر خدا کی
طرف ہیں۔)

آپ کی بہنوں زینب و ام کلثوم نے آواز سن کر کہا۔ اے بھائی
یہ کس کی آواز ہے جو اپنے قتل کا یقین کئے ہوئے ہے۔ حضرت نے
فرمایا اے بہن لو ترک القطا لنام

تاریخ کامل کے موافق یہ اشعار سن کر حضرت زینب نے فرمایا۔
کاش موت آج میری حیات معدوم کر دیتی۔ اے خلیفہ گذرے
ہوؤں کے اور نشان پچھلوں کے۔ حضرت نے فرمایا اے بہن
تمہارے حلم اور بردباری کو شیطان نہ لے جائے۔ حضرت زینب نے
فرمایا میرے ماں باپ فدا ہوں کیا آپ نے اپنے نفس کے فدیہ
کرنے کا قصد کر لیا ہے۔ حضرت کی آنکھ ڈبڈبا آئی حضرت بے ہوش
ہو کر گر پڑیں۔ حسین کھڑے ہو گئے اور پانی چھڑکا۔

لہوف کی عبارت

یہاں تک کہ پہنچے کربلا میں اور اس روز دوسری محرم کی تھی
ــــــ پس اتر پڑے سب لوگ اور حر بھی مع اپنے اصحاب کے
علحدہ اترے پس جناب امام حسین علیہ السلام بیٹھ کر اپنی تلوار

صاف کرنے لگے اور یہ اشعار پڑھے۔

یا دھر اف لک من خلیل ۔ کم لک من الاشراق والاصیل
من طالب وصاحب قتیل ۔ والدھر لا یقنع بالبدیل
وکل حی سالک سبیل ۔ ما اقرب الوعد من الرحیل
وانما الامر الی الجلیل ۔

راوی کہتا ہے کہ جب حضرت کا کلام جناب زینب بنت فاطمہ علیہما السلام نے سُنا تو کہا اے بھائی یہ کلام اس کا ہے جس کو یقین اپنے قتل اور موت کا ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ ہاں اے بہن۔ حضرت زینب نے کہا واثکلاہ خبر دیتے ہیں حسین اپنی موت کی۔ پس عورتوں نے گریہ وزاری شروع کی اور اپنے چہروں پر طمانچے مارے اور گریبان پھاڑے۔ اور حضرت ام کلثوم نے فریاد کی وامحمداہ واعلیاہ واامامام۔ وااخیاہ۔ واحسیناہ۔ ضائع ہوگئے ہم بعد آپ کے۔ پس منع کیا ان کو جناب امام حسین نے اور فرمایا کہ اے بہن صبر کرو اور مشیت خدا کے کیونکہ ساکنان آسمان فنا ہوں گے اور اہل زمین کل مرجائیں گے اور تمام خلق ہلاک ہوگی پھر فرمایا اے بہن ام کلثوم اور اے زینب اور اے فاطمہ اور اے رباب جب دیکھو تم کہ میں قتل ہوا تو نہ پھاڑنا گریبان اور

نہ خراشیدہ کرنا چہرہ اور نہ کہنا بے ضرورت باتیں اور روایت کی گئی ہے دوسرے طریق سے کہ جب جناب زینب نے مضمون ابیات کا سُنا کرتھیں کہ ایک مقام علٰحدہ میں مع عورتوں اور لڑکیوں کے تو نکلیں ساتھ کمال حسرت کے کہ کھنچتے جاتے تھے کپڑے ان کے زمین پر۔ پس کھڑی ہوئیں قریب امام حسین علیہ السلام کے اور کہا کہ واثکلاہ کاش موت میری حیات کو معدوم کر دیتی۔ آج کے روز انتقال کیا میری ماں فاطمہ اور میرے باپ علی اور میرے بھائی حسن نے۔ اے خلیفہ گذشتگان کے اور پرستار باقیوں کے۔ پس دیکھا ان کی طرف جناب امام حسین علیہ السلام نے اور فرمایا کہ اے بہن نہ کھو حلم اپنا۔ حضرت زینب نے عرض کیا کہ آپ قریب قتل کئے جائیے گا۔ جان میری آپ پر فدا ہو۔ پس بھر آئیں آنکھیں آپ کی آنسوؤں سے۔ پھر فرمایا لو ترک القطا لنام۔ یہ سُن کر حضرت زینب نے اپنا گریبان پھاڑ ڈالا۔ اور غش کھا کر گر پڑیں۔ پس جناب امام حسین علیہ السلام نے پانی چھڑکا یہاں تک کہ ہوش میں آئیں۔ پھر تسکین دی ان کو اور یاد دلائی ان کو مصیبت موت اپنے جد کی۔

روایت کی تیسری صورت

شب عاشورا امام نے چند غمگین اشعار پڑھے جن کو سُن کر جناب زینب

بہت مضطرب ہوئیں۔ جناب علامہ شہر ابن آشوب علیہ الرحمہ مناقب ج ۴ ص ۹۳ پر لکھتے ہیں:۔

قال علی ابن الحسین علیہما السلام انی لجالس فی تلک اللیلۃ التی قتل فی صبیحتہا وکان ابی یقول۔

یا دہر اف لک من خلیل — کم لک بالاشراق والاصیل

من صاحب وطالب قتیل — والدہر لا یقنع بالبدیل

وانما الامر الی الجلیل — وکل حی فالی سبیلی

ما اقرب الوعد من الرحیل۔

قالت زینب کانک تخبر انک تغصب نفسک اغتصابا فقال لو ترک القطا لنام۔

ترجمہ۔ جناب امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں اس شب کو بیٹھا تھا جس کی صبح کو بابا شہید ہوئے اور بابا نے حسب ذیل اشعار پڑھے۔ یا دہر اف لک من خلیل الخ جناب زینب نے ان اشعار کو سن کر فرمایا کہ گویا اے بھائی آپ اپنی جان کے ضائع کئے جانے کی خبر دے رہے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اگر قطا کو چھوڑ دیا جائے تب ہی تو وہ سو سکتا ہے۔

روایت کی چوتھی صورت | شب عاشورا امامؑ کے غمگین اشعار

سُن کر جناب زینب غش کر گئیں اور امامؑ نے بہن کے چہرے پر پانی چھڑکا روایت کی یہی صورت منافی عطش ہے۔ روایت کی یہ صورت حسب ذیل کتابوں میں ملتی ہے :-

(۱) طبری حصہ دوم جلد اوّل ص ۳۲۴، ۳۲۵

(۲) تاریخ کامل ج ۲ ص ۲۴

(۳) تاریخ ابن واضح یعقوبی ج ۲ ص ۲۸۹

(۴) ارشاد مفید ص ۲۴۴ و ص ۲۲۵

(۵) ترجمہ بحار الانوار ص ۱۹۲، ۱۹۳

(۶) منتہی الامال ص ۲۴۷

(۷) بحار الانوار ج ۱۰ ص ۲۰۱

(۸) مقتل عوالم ص ۸۱

(۹) نفس المہموم ص ۱۲۳

بطور اختصار طبری۔ ارشاد اور ترجمہ بحار الانوار کی عبارت نقل کی جاتی ہے

طبری کا بیان

قال ابو مخنف حدثنی الحارث بن کعب وابو الضحاک عن علی ابن الحسین بن علی قال انی جالس فی تلک العشیۃ التی قتل ابی صبیحتھا وعمتی زینب عندی

تمرضني اذا اعتزل ابي باصحابه في خباء له وعنده جوي

مولى ابي ذر الغفاري وهو يعالج سيفه ويصلحه وابي يقول -

يا دهر اف لك من خليل - كم لك من بالاشراق والاصيل

من صاحب اوطالب قتيل .. والدهر لا يقنع بالبديل

وانما الامر الى الجليل .. وكل حي سالك السبيل

قال فاعادها مرتين او ثلاث حتى فهمتها فعرفت

ما اراد فخنقتني عبرتي فرددت دمعي ولزمت السكوت

فعلمت ان البلاء قد نزل فاما عمتي زينب فانها

سمعت وهي امرءة وفي النساء الرقة والجزع فلم تملك

نفسها ان وثبت تجر ثوبها وانها لحاسرة حتى

انتهت اليه فقالت ليت الموت اعدمني الحياة

اليوم ماتت فاطمه امي وعلي ابي وحسن اخي يا خليفة

الماضي وثمال الباقي قال فنظر اليها الحسين ع فقال

يا اخية لا يذهبن حلمك الشيطان قالت بابي انت

وامي يا اباعبد الله استقتلت نفسي فداك فردغصته

وترقرقت عيناه وقال لو ترك القطا لنام قالت يا ويلتاه

افتغصب نفسك اغتصابا فذلك اقرح لقلبي واشد

علی نفسی ولطمت علی وجهها واهوت الی جیبها

وخرت مغشیا علیها فقام الحسینؑ فصب علی وجهها

الماء وقال اتقی الله وتعزی بعزاء الله واعلمی ان

اهل الارض یموتون وان اهل السماء لا یبقون وان

کل شی ھالک الا وجه الله الذی خلق الارض بقدرته

ویبعث الخلق فیعیدون وهو فرد وحده ابی خیر منی

وامی خیر منی واخی خیر منی ولی ولهم ولکل مسلم

برسول الله اسوة قال فعزاها بهذا ونحوه وقال لها

یا اخیة انی اقسم علیک فابری قسمی علیک لا تشقی

علی جیبا ولا تخمشی علی وجها ولا تدعی علی بالویل

والثبور اذا انا هلکت قال ثم جاء بها حتی اجلسها عندی و

خرج الی اصحابه۔

حوالہ۔ طبری حصہ دوم جلد اول ص ۳۲۴ تا ۳۲۵

ترجمہ۔ ابو مخنف یہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حارث بن کعب اور ابوالضحاک

نے جناب علی ابن الحسین ابن علی کا یہ بیان نقل کیا کہ امام زین العابدین

نے فرمایا میں اس رات کو جس کی صبح کو بابا شہید ہوئے بیٹھا تھا اور

میری پھوپھی میری تیمارداری کر رہی تھیں۔ اور میرے بابا ایک مخصوص

خیمہ میں چند اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے - جوی غلام ابوذر غفاری آپ کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ کی تلوار پر صیقل کر رہے اور اسے دوست کر رہے تھے کہ بابا نے حسب ذیل اشعار پڑھنا شروع کئے -

یا دھر اف لک من خلیل الخ

بابا نے یہ اشعار دو یا تین بار پڑھے - میں بابا کا مطلب سمجھ گیا - جس کی وجہ سے میرا گلا رندھ گیا مگر میں نے آنسو پی لئے اور خاموش رہا - اور سمجھ گیا کہ بلا نازل ہونے والی ہے لیکن میری پھوپھی زینب نے جب یہ اشعار سُنے تو چونکہ عورتوں کے قلب نرم ہوتے ہیں اور وہ زیادہ بے چین ہو جاتی ہیں لہذا پھوپھی اپنے پر قابو نہ رکھ سکیں بلکہ بے چین ہو کر امام کی طرف اس طرح چلیں کہ آپ کا لباس زمین پر گر رہا تھا اور آپ کا سر کھُل گیا تھا - امام کے پاس جا کر فرمایا کاش آج کے دن میں مر جاتی - میری ماں فاطمہ میرے باپ علی میرے بھائی حسن انتقال کر چکے اور اب آپ اے بھائی اپنی خبرِ موت دے رہے ہیں حالانکہ آپ ہی گذشتہ بزرگوں کے جانشین اور موجود افراد کی پشت و پناہ ہیں - امامؑ نے بہن کی طرف دیکھا اور فرمایا اے بہن شیطان تمھارے صبر کو برباد نہ کر دے جنابِ زینبؑ نے

فرمایا میرے ماں باپ فدا۔ اے ابو عبداللہ آپ اپنے قتل ہونے کی خبر دے رہے ہیں۔ میری جان آپ پر فدا ہو جائے۔ امام نے بے چینی پر قابو پانے کی کوشش کی مگر پھر بھی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور فرمایا اگر مرغ قطا کو رات کو فکر صیاد نہ رہے تب ہی تو وہ سو سکتا ہے۔ جناب زینب نے فرمایا اے بھائی آپ کی جان ظلم وستم کے درمیان گھری ہے۔ یہ تصور میرے دل کو زخمی کرتا ہے اور یہ خیال میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔ یہ فرما کر آپ نے اپنا گریبان چاک کر ڈالا اور منہ پیٹ لیا اور غش کھا کر گر پڑیں۔ امام اٹھے اور آپ کے چہرے پر پانی چھڑکا۔ غش سے بیدار ہونے پر فرمایا۔ بہن خدا کو یاد کرو۔ بلا پر صبر کرو۔ جانتی ہو نہ اہل زمین زندہ رہیں گے نہ اہل آسمان باقی رہیں گے ہر شے فنا ہونے والی ہے سوا وجہ اللہ کے۔ اللہ نے اپنی قدرت سے زمین پیدا کی۔ اور سب کے مرجانے کے بعد سب کو دوبارہ زندہ کر کے میدان محشر میں لائے گا۔ وہ اپنی شان وصفت میں ایک اور اکیلا ہے۔ میرے باپ۔ ماں۔ بھائی۔ جو مجھ سے بہتر تھے سب وفات پا گئے۔ میں اور میرے بزرگ اور تمام مسلمان جناب رسول خدا کی تاسی کرتے ہوئے راہ فنا سے گذرتے رہیں گے۔ غرضکہ اسی طرح مختلف کلمات سے آپ

بہن کو تسکین دیتے رہے - اور فرمایا اے بہن میں تم کو قسم دیتا ہوں
میری بہن میری قسم پوری کر دینا کہ اگر میں قتل ہو جاؤں تو نہ مجھ پر
گریبان پھاڑنا نہ چہرہ زخمی کرنا اور نہ نامناسب الفاظ میں ماتم کرنا
امام زین العابدین فرماتے ہیں پھر میری پھوپھی کو میرے پاس لا کر
بٹھا دیا اور خود اصحاب کے پاس تشریف لے گئے -

ارشاد مفید کا بیان

قال علی ابن الحسین وانی جالس فی تلک العشیه التی
قتل ابی فی صبیحتها وعندی عمتی زینب تمرضنی اذا
اعتزل ابی فی خباء له وعنده جوین مولی ابی ذر الغفاری
وهو یعالج سیفه ویصلحه وابی یقول

یا دهر اف لک من خلیل - کم لک بالاشراق والاصیل
من صاحب او طالب قتیل - والدهر لا یقنع بالبدیل
وانما الامر الی الجلیل - وکل حی سالک سبیل

فاعادها مرتین او ثلثا حتی فهمتها وعرفت ما اراد
فخنقتنی العبرة فرددتها ولزمت السکوت وعلمت
ان البلاء قد نزل واما عمتی فانها سمعت وهی امرءة
ومن شان النساء الرقته والجزع فلم تملک نفسها ان

وثبت تجرثوبها وانما الجاسرة حتى انتهت اليه فقالت
واثكلاه ليت الموت اعدمنى الحياة اليوم ماتت امى
فاطمة وابى على واخى الحسن عليهم السلام ياخليفة
الماضى وثمال الباقى فنظر اليها الحسين فقال لها يا اخية
لا يذهبن حلمك الشيطان وترقرقت عيناه بالدموع
وقال لو ترك القطا لنام فقالت يا ويلتاه افتغصب نفسك
اغتصابا فذلك اقرح لقلبى واشد على نفسى ثم لطمت
وجهها وهوت الى جيبها فشقته وخرت مغشيا عليها
فقام الحسين عليه السلام فصب على وجهها الماء و
قال لها ايها يا اختاه اتقى الله وتعزى بعزاء الله و
اعلمى ان اهل الارض يموتون اهل السماء لا يبقون
وان كل شى هالك الا وجه الله الذى خلق الخلق بقدرته
ويبعث الخلق ويعيدهم وهو فرد وحده جدى خير
منى وابى خير منى وامى خير منى واخى خير منى ولى
ولكل مسلم برسول الله صلى الله عليه وآله اسوة فعزاها
بهذا ونحوه وقال لها اخية انى اقسمت عليك فابرى
قسمى لا تشقى على جيبا ولا تخمشى على وجها ولا تدعى

علی بالویل والثبور اذا انا هلکت ثم جاء بها فاجلسها
عندی ثم خرج الی اصحابه

حوالہ۔ ارشاد شیخ مفید ص ۲۴۴/۲۴۵

ترجمہ۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا میں اس شب جس کی صبح کو میرے پدر بزرگوار شہید ہوئے، اٹھا تھا عمہ معظمہ زینب خاتون میری بیمار داری میں مشغول تھیں اور حضرت علیحدہ ایک خیمہ میں تھے جون غلام ابوذر غفاری خدمت میں حاضر تھا حضرت کی تلوار پر صیقل کرتا تھا اس وقت چند شعر حضرت نے پڑھے حاصل مضمون یہ ہے اے روزگار ناپائدار اف ہو تجھ پر ہرگز تو نے وفا نہ کی کسی دوست سے ہر صبح و شام کیسے کیسے اصحاب ہر شہر و دیار میں تو نے قتل کئے۔ اور تو کسی سے عوض پر راضی نہ ہوتا۔ بازگشت ہم سب کی خداوند جلیل کی طرف ہے اور ہر ذی حیات کو یہی راہ درپیش ہے۔ جس راہ میں جاتا ہوں۔ حضرت نے ان اشعار کو دو یا تین بار اعادہ فرمایا۔ امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں جب میں نے یہ اشعار سنے تو جانا کہ بلا نازل ہوئی اور معلوم ہوا کہ حضرت نے عزم شہادت کیا ہے۔ اس وجہ سے حال میرا متغیر ہوگیا اور رقت نے مجھ پر غلبہ کیا۔ لیکن بخوف اضطراب عورات رونے کو میں نے ضبط کیا۔ جب میری پھوپھی زینب خاتون نے یہ سخنہائے وحشت انگیز سنے

ازبسکہ عورتیں بہ نسبت مردوں کے رقیق القلب ہوتی ہیں ان سے ضبطِ گریہ
نہ ہو سکا۔ بیتابانہ اُٹھ کر سر برہنہ جانب خیمہ حضرت دوڑیں۔ گوشۂ چادر
ان کا زمین پر لٹکتا جاتا تھا صدائے شیون بلند کی کہ کاش آج کے دن
میں مرجاتی اور یہ حال آپ کا نہ دیکھتی۔ میری ماں فاطمہ زہرا نے دارِ دُنیا
سے مفارقت کی اور پدر بزرگوار میرے علی ابن ابی طالب شہید ہوئے
اور برادر نامدار میرے حسن مجتبیٰ زہر جفا سے ہلاک ہوئے اب آپ
یادر فتگان اور پشت و پناہ باقی ماندگان ہیں اب آپ بھی نا اُمید کرتے
ہیں۔ حضرت نے بہ نظر حسرت جناب زینب کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے
خواہر حلم و بردباری اختیار کرو شیطان کو تسلّط نہ دو۔ قضائے حق تعالیٰ پر
صبر کرو۔ یہ فرما کے حضرت رونے لگے اور فرمایا اے بہن اگر اشقیا
مجھے راحت و آرام سے رہنے دیتے تو ہرگز اپنے نفس کو مہلکہ میں نہ ڈالتا
جناب زینب نے کہا واویلاہ یہ کلام آپ کا ہمارے دل کو زیادہ
مجروح کرتا ہے کہ راہ چارہ منقطع ہو گئی بحالت مجبوری آپ مرنے پر آمادہ
ہیں بیکس و تنہا ہم کو اشقیا میں چھوڑے جاتے ہیں یہ کہہ کر حضرت زینب
نے گریبان چاک کیا۔ مقنعہ سر سے پھینک کر منھ پیٹنے لگیں۔ یہاں تک
کہ بے ہوش ہو گئیں۔ امام مظلومؑ نے اُٹھ کر ان کے منھ پر پانی چھڑکا۔
جب افاقہ ہوا تو حضرت نے فرمایا۔ اے خواہر خدا سے ڈرو۔ اس قدر

اضطراب اور بے قراری نہ کرو مشیتِ خدا پر راضی رہو سب کے لئے ایک دن فنا ہے سوائے ذاتِ باری کے سب معرضِ زوال و فنا میں ہیں خداوند عالم نے سب کو اپنی قدرتِ کاملہ سے پیدا کیا ہے اور سب کو مارتا ہے بعد موت کے سب کو پھر جلاتا ہے وہ منفرد ہے بقا میں دیکھو کہ پدرِ بزرگوار علی مرتضیٰ مادرِ گرامی فاطمہ زہرا بھائی حسن مجتبیٰ کہ یہ سب مجھ سے بہتر تھے شہید ہوئے۔ جناب رسول خدا کہ اشرفِ خلائق تھے دنیا میں نہ رہے جانب سرائے باقی کوچ کیا۔ ہر مسلمان کو پیروی اس جناب کی لازم ہے۔ اسی قبیل سے حضرت نے مواعظِ پسندیدہ بیان فرمائے پھر وصیت کی اے بہن میں تم کو قسم دیتا ہوں جب میں تیغ سے اہلِ جفا کے شہید ہوں تم گریبان اپنا نہ چاک کرنا اور منھ نہ پیٹنا فریاد و واویلا بلند نہ کرنا بعد اس کے حضرت میری پھوپھی کو قریب میرے بٹھا کر خیمہ سے باہر گئے۔

ترجمہ بحار الانوار ص۱۹۲ و ص۱۹۳

منافی عطش روایت کا ماخذ

آپ ملاحظہ فرما چکے کہ ایک روایت چار طرح ملتی ہے پہلی تین صورتیں چونکہ منافی عطش نہیں ہیں لہذا ان پر کسی بحث و تنقید کی

یہاں ضرورت نہیں ہے۔ البتہ چوتھی صورت جو منافی عطش ہے اس کے بارے میں اصل بحث سے پہلے اس کے ماخذ کے بارے میں وضاحت کی ضرورت ہے۔ اس روایت کے ۹ حوالے پیش کئے گئے ہیں جن میں سے (۱) ارشاد مفید (۲) بحار مجلسی (۳) ترجمہ بحار (۴) منتہی الامال (۵) نفس المہموم (۶) مقتل عوالم۔ ۶ شیعہ کتابیں ہیں اور (۱) طبری (۲) کامل (۳) تاریخ یعقوبی۔ ۳ سنّی کتابیں ہیں۔

شیعہ کتابوں میں یہ روایت جناب مفید کے حوالے سے نقل ہوئی ہے جس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:۔

(۱) بحار الانوار ج ۱۰ ص۲۰۱ پر اس روایت کا آغاز اس طرح ہے "ورجعنا الی روایۃ المفید"

(۲) چنانچہ ترجمہ بحار ص۱۹۲ پر اس کا ترجمہ درج ہے "شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں"۔

(۳) منتہی الامال ص۲۴۷ پر آغاز روایت اس طرح ہے "شیخ مفیدؒ فرمودہ" (ترجمہ) جناب شیخ مفیدؒ نے فرمایا۔

(۴) اسی طرح نفس المہموم ص۱۲۳ پر آغاز روایت ہے "قالت الشیخ المفید" (ترجمہ) کہا شیخ مفید نے۔

(۵) مقتل عوالم ص۸۰ پر آغاز روایت اس طرح ہے" ورجعنا الی

روایتہ المفید" (ترجمہ) ہم پھر روایت مفید کا بیان شروع کرتے ہیں۔

اس وضاحت سے یہ بات ثابت ہوگئی یہ روایت کتب شیعہ میں صرف جناب مفید کی 'ارشاد' سے نقل ہوئی ہے۔ یہی روایت کیا علماء سابقین کا واقعۂ کربلا کے بارے میں ایک بندھا ہوا ڈھرہ بھی نظر آیا کہ جناب مفید نے 'ارشاد' میں جو کچھ لکھ دیا۔ علامہ مجلسی۔ علامہ طبرسی۔ علامہ قمی وغیرہ نے اسے آنکھ بند کرکے اپنی کتابوں میں نقل کر دیا۔ اور 'ارشاد' کی غلطی کی دھار بحار تک سیلاب بن کر پہنچی۔ کاش یہ علماء کرام 'ارشاد' سے نقلِ روایت کے وقت جنابِ مفیدؒ کے اس محتاط فقرہ کو بھی نقل کرتے جاتے جو انھوں نے 'ارشاد' میں واقعۂ کربلا کے لکھنے سے پہلے آغاز باب میں لکھا ہے۔

پہلے جناب مفید کا یہ مفید ترین فقرہ ملاحظہ ہو:۔

"فمن مختصر الاخبار التی جائت بسبب دعوته وذکر جملته من امره فی خروجه ومقتله ــــــ ما رواه الکلبی والمدائنی وغیرهما من اصحاب السیرة"

ترجمہ ۔ اس باب میں امام حسین علیہ السلام کے واقعات کا مختصر طور پر ذکر ہوگا جن کا تعلق آپ کی دعوت ہدایت ــــــ سفر

مدینہ سے اور آپ کی شہادت سے ہے۔ لیکن تمام واقعات جو درج کئے جائیں گے وہ سوانح نگار و تاریخ نویس حضرات مثلاً کلبی ومدائنی وغیرہ کے بیان کردہ واقعات کے مطابق درج ہوں گے۔

معلوم ہوا جناب مفید نے ارشاد میں بذیل واقعۂ کربلا جو کچھ لکھا ہے اس کا ماخذ سنی تاریخیں ہیں نہ کہ شیعہ دینی ذخیرہ لہذا ایک بھی روایت کیا جو کچھ ارشاد کے حوالے سے شیعہ کتابوں میں نقل ہوا ہے وہ سب غیر شیعہ روایات ہیں۔ رہا یہ مسئلہ کہ جناب مفید نے کس سے نقل کیا ہے تو طبری سے جناب مفید قریب العہد ہیں اور طبری اور ارشاد کی عبارت تقریباً ایک ہے۔ صرف چند لفظوں کا فرق ہے جس کا اندازہ آپ خود دونوں عربی عبارتیں اور ان کا ترجمہ پڑھ کر کر سکتے ہیں۔ اس لئے اس قیاس کا قوی امکان ہے کہ طبری سے جناب مفید نے نقل کیا ہو۔ کامل بہر حال طبری کا مقلد ہے۔ یعقوبی ضرور کسی قدر طبری سے سابق ہے مگر پھر بھی دونوں کا کچھ زمانہ ایک ہے لہذا اس روایت کا ماخذ طبری قرار پاتا ہے۔ اگر میرے اس قیاس کو نہ مانا جائے تب بھی اتنا ضرور ماننا پڑے گا کہ ارشاد۔ ابن واضح یعقوبی۔ کامل نے حوالہ نہیں دیا ہے کہ کس سے نقل کیا ہے اور طبری نے مقتل ابی مخنف کا حوالہ دیا ہے۔ لہذا

چھان بین کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اس روایت کا ماخذ بقول طبری مقتل ابی مخنف ہے۔ اور آپ پڑھ چکے ہیں کہ مقتل ابی مخنف میں درج ہے کہ یہ واقعہ ۲ محرم کا ہے نہ کہ ۱۰ محرم کی رات کا نیز ابو مخنف نے صرف جناب زینب کا حزن و ملال لکھا ہے نہ کہ غش کر جانا۔ جب غش ہی نہیں آیا تو پانی چھڑکنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ غرضکہ اس روایت کی چوتھی صورت کا ماخذ مقتل ابی مخنف بیان کیا جاتا ہے اور مقتل ابی مخنف میں یہ واقعہ بغیر ذکر غش ۲ محرم کا بیان ہوا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ روایت کی یہ صورت غلط اور بے بنیاد ہے جس کا کوئی ماخذ نہیں ہے۔

روایت کی کونسی صورت صحیح ہے

اس روایت کی چاروں صورتیں آپ کے سامنے آچکی ہیں۔ اختلاف دو باتوں میں ہے۔ (۱) غمگین اشعار سُن کر جناب زینب کو غش آیا یا نہیں۔ (۲) واقعہ ۲ محرم کا ہے یا ۱۰ محرم کا۔

جناب زینب کے لئے اس روایت کے علاوہ کسی دوسرے موقع پر غش آنے کا ذکر نہیں ملتا جبکہ عاشورا کے دن خصوصاً وقت عصر غش آنے کا زیادہ امکان تھا۔ جناب زینب کمزور

اعصاب والی ہوتیں تو عاشورا کے دن آپ کو بار بار غش آنا چاہئے تھا۔ لیکن سخت تر مواقع پر غش نہ آنا کمتر موقع پر غش کے آنے کی تردید کرتا ہے۔ لہذا غش نہ آنے کو ترجیح ہے۔ دوسری بات جو غش نہ آنے کو ترجیح دیتی ہے یہ ہے کہ کربلا میں پیش آنے والے واقعات سے جناب زینب مدینہ کی روانگی کے قبل ہی باخبر تھیں نیز مدینہ سے کربلا تک مسلسل امامؑ کے ذکرِ موت نے اور ہاتفِ غیبی کی آوازوں نے مزید اطلاع دی تھی لہذا صرف اشعارِ غمگین سُن کر غش کر جانا بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے۔

لیکن اگر غش کر جانا صحیح مان لیا جائے تو بھی ۲ محرم کو غش کر جانا زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ شب عاشورا تک حالات کا ہر رُخ موت کی خبر سُنا رہا تھا۔ اس کے برخلاف کربلا میں اُترتے ہی امامؑ کا اچانک خبرِ موت دینا غش کے امکان کو قوی کرتا ہے۔

۲ محرم کی ترجیح کا دوسرا سبب یہ ہے کہ شب عاشورا غش اور پانی کا چھڑکا جانا منافی عطش ہے اور عطش مستند و متواتر ہے لہذا ایک روایت سیکڑوں روایتوں کے مقابلے میں قبول نہیں کی جا سکتی۔

تیسرا سبب یہ ہے کہ ۸ - ۹ محرم کو کنویں کھودے گئے۔ نمازیں مسلسل تیمم سے ادا کی گئیں نیز دوسرے واقعات سے بھی اس بات کو

خصوصی ثبوت ملتا ہے کہ شبِ عاشورا پانی نہ تھا۔ لہذا یہ واقعات خصوصی طور پر شبِ عاشورا پانی چھڑکے جانے کی تردید کرتے ہیں

چوتھا سبب یہ ہے کہ شبِ عاشورا ہی امامؑ نے اپنے پورے قافلے کو مجبوری ہے کہ کل موت وشہادت کا دن ہے میرا کوئی ساتھی نہ بچے گا حتیٰ کہ علی اصغر بھی نہ بچیں گے اور امامؑ کی اس واضح تقریر پر جب کسی کو غش نہیں آیا تو ان اشعار کے سُننے پر غش آجانا بعید ہے جن میں کنایتاً موت کا ذکر تھا۔

پانچواں سبب یہ ہے کہ شبِ عاشورا غش کرنے والی روایت کا بے ماخذ اور جھوٹ ہونا ثابت ہوچکا ہے جبکہ دوسری صورتوں کا غلط ہونا ثابت نہیں ہے۔

چھٹا سبب یہ ہے کہ روایتِ غش کا موجد طبری ہے اور "تاریخی غلطیوں کی جھلکیاں" کے عنوان میں آپ طبری کو پہچان چکے ہیں کہ وہ خلفا نواز۔ معاویہ نواز اور یزید نواز ہے۔ امامت کے مشن کی مخالفت میں چوکتا نہیں ہے لہذا اس سے توقع کی جاسکتی ہے کہ دوسری تحریفوں کی طرح اس نے اس جگہ بھی ابومخنف کی روایت میں ازخود تحریف کی ہو اور غش کا اضافہ کیا ہو نیز تاریخ میں تبدیلی کرکے ۲ محرم کو شبِ عاشورا بنا دیا ہو تاکہ کربلا کی عظیم مصیبت پیاس مشکوک کر

ہوجائے ۔ روایت کی حقیقت کے واضح ہوجانے کے بعد کوئی منصف مزاج اس کو قبول کرنے پر تیار نہ ہوگا ۔

روایت (۴)

شبِ عاشورا جناب علی اکبرؑ کا پانی لانا

منافی عطش روایات میں سب سے زیادہ پُرشور روایت (اپنے زور نہیں) یہی روایت ہے کیونکہ اس روایت کے ذیل میں ذکر غسل آیا ہے لیکن پرشوریت کے باوجود سچائی کا ایک قطرۂ خون بھی اس روایت میں نہیں نکلا ۔ جناب زینبؑ کے غش کی روایت جس کا مفصل حال ابھی آپ پڑھ چکے ہیں صرف سُنی کتابوں کی روایت تھی جو ارشاد مفید کے ذریعہ شیعہ کتابوں میں پھیل گئی اس کے برخلاف جناب علی اکبرؑ کے پانی لانے کی روایت کا ماخذ صرف جناب صدوق کی امالی ہے جو صرف شیعہ کتابوں میں امالی صدوق کے ذریعہ نقل ہوئی ہے ۔ ۔ مجھے کسی سُنی کتاب مثلاً طبری ۔ ابن خلدون ۔ اعثم کوفی ۔ روضۃ الشہداء ۔ مقتل ابی مخنف وغیرہ میں یہ روایت نہیں ملی ۔ اس روایت کی حیثیت و حقیقت معلوم کرنے کے لئے حسب ذیل امور پر غور کرنا ضروری ہے ۔

۱۔ روایت کا ماخذ کون سی کتاب ہے۔

۲۔ امالی صدوق کی حیثیت کیا ہے۔

۳۔ امالی صدوق کی مجلس نمبر ۳۰ جس میں یہ روایت بیان ہوئی ہے اس کی حیثیت کیا ہے۔

۴۔ خود اس روایت کی حیثیت کیا ہے۔

مندرجۂ بالا امور کی وضاحت شروع کرنے سے پہلے اس روایت کے اس ضعف کی طرف دوبارہ توجہ دلانا مناسب ہے کہ کسی غیر شیعہ مورخ اور عالم نے اس روایت کو اس قابل نہیں قرار دیا کہ وہ اسے نقل کرتا کم از کم طبری اور اس کے اسکول کی تعریف وتقلید کرنے والے حضرات کو زیب نہیں دیتا کہ وہ ایسی روایت کی تشہیر میں حصہ لیں جسے طبری کے "دھرم کانٹے" پر تُلنے کے قابل نہ سمجھا گیا ہو۔

روایت کا ماخذ

اس روایت کا ماخذ امالی صدوق ہے اور اسی سے دوسرے علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اس کے ثبوت کے لیے حسب ذیل نمونے پیش کیے جاتے ہیں:۔

۱۔ علامہ مجلسی نے بحار الانوار جلد عاشر میں امالی صدوق کی مجلس نمبر ۳۰ جس میں یہ روایت موجود ہے پوری کی پوری ص ۱۷۷ تا ۱۸۰ پر نقل کی ہے اور ص ۱۷۹ پر جناب علی اکبر کے پانی لانے کا ذکر ہے۔

ترجمہ بحار میں بھی یہ مجلس ص۱۱۵ تا ۱۲۶ پر مکمل نقل ہوئی ہے اور ص۱۲۰ پر یہ روایت نقل ہوئی ہے ۔

۲۔ علامہ مجلسی نے اپنی دوسری کتاب جلاء العیون میں بھی اس روایت کا اندراج کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے بحار اور جلاء العیون میں یہ روایت امالی صدوق سے نقل ہوئی ہے ۔

۳۔ علامہ شیخ عباس قمی نے بھی اپنی دونوں کتابوں یعنی منتھی الامال اور نفس المہموم میں اس روایت کو نقل کیا ہے اور نفس المہموم کے ص۱۲۳ پر صراحت کی ہے کہ

"فی الصادق المروی فی امالی الصدوق" یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام کی جو روایت امالی صدوق میں بیان ہوئی ہے اس روایت میں ہے کہ

مندرجہ بالا تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس روایت کا ماخذ امالی صدوق ہے ۔ امالی کی مجلس ۳۰ میں یہ روایت درج ہے ۔ پہلے امالی کی حیثیت پر نظر ہو جائے پھر مجلس ۳۰ پر بحث ہو گی ۔

امالی صدوق کی حیثیت

امالی نہ جناب صدوق کی کتاب ہے جسے آپ نے لکھا ہو اور نہ آپ کے سامنے مرتب ہوئی ہے کہ آپ کو سنائی گئی ہو یا آپ نے خود ملاحظہ فرمائی ہو۔

جناب صدوق نے ایک سال ایک ماہ ایک دن کے عرصہ میں یعنی ۱۸ رجب ۳۶۷ھ سے ۱۹ شعبان ۳۶۸ھ تک مختلف مقامات پر مختلف تاریخوں میں ۹۷ مختلف بیانات لوگوں کے سامنے پیش کئے۔ ان بیانات کو امالی میں ۹۷ مجالس کے نام سے درج کیا گیا ہے کیونکہ ہر بیان کو ایک مجلس قرار دیا گیا ہے۔

امالی صدوق کی حیثیت پہچاننے کے لئے امالی کی پہلی مجلس کا ابتدائی حصہ پڑھ لینا کافی ہے۔

امالی مطبوعہ ایران کے ص۲ پر درج ہے:-

"المجلس الاول وهو يوم الجمعة لاثنتي عشرة ليلة بقيت من رجب من سنة سبع وستين و ثلث مائة اخبرني سيدنا الشيخ الجليل العالم ابوالحسن علی محمد بن محمد بن الحسين القمي ادام الله تائيده سنة سبع وخمس مائة قال اخبرنا الشيخ الفقيه ابوالحسن علی بن علی بن عبد الصمد ابن محمد تميمي رحمه الله سنة اربع وسبعين واربع مائة قال اخبرنا ابوبكر محمد بن احمد ابن علی سنة ثلاث وعشرين واربع مائة و السيد

ابوالبرکات علی ابن الحسین الحسینی سنة ست و

عشرین واربع مائة رضی اللہ عنہما قالا حدثنا

الشیخ الفقیہ ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین

ابن موسیٰ ابن بابویہ القمی

راویوں کے حسب ولقب کو چھوڑ کر ترجمہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

(۱) پہلی مجلس جسے جناب صدوق نے جمعہ کے دن ۱۸ رجب ۳۶۷ھ کو بیان فرمایا۔

(۲) یہ مجلس امالی کے مرتب کرنے والے سے ابوالحسن علی محمد بن محمد قمی نے ۵۰۷ھ میں بیان کی۔

(۳) ابوالحسن علی محمد بن محمد سے یہ مجلس ابوالحسن علی ابن عبدالصمد ابن محمد تمیمی نے ۴۲۷ھ میں بیان کی۔

(۴) ابوالحسن علی بن عبدالصمد سے اس مجلس کو دو آدمیوں نے بیان کیا: (۱) ابوبکر محمد ابن احمد نے ۴۲۳ھ میں اور (۲) سید ابوالبرکات علی بن حسین حسینی نے ۴۲۶ھ میں۔

(۵) ابوبکر محمد ابن احمد اور سید ابوالبرکات کہتے ہیں کہ جناب صدوق نے ہم سے بیان کیا۔

اس عبارت سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوئیں :-

(۱) امالی کا مرتب کرنے والا کون ہے اس کا کوئی نام و نشان کتاب میں مذکور نہیں ہے۔

(۲) امالی مرتب کرنے والے کو جناب صدوق کا بیان ایک سو چالیس سال کے بعد سنایا گیا۔

(۳) امالی مرتب کرنے والے نے جناب صدوق کا بیان سننے کے کتنے دن کے بعد اسے امالی میں درج کیا اس کا کوئی پتہ کتاب سے نہیں چلتا ہے۔

(۴) مرتب امالی اور بیان صدوق کے درمیان جو ایک سو چالیس سال کا فاصلہ ہے اس فاصلہ کے درمیان کی تفصیل اس طرح ہے:-

ابو بکر محمد ابن احمد سے اور سید ابو البرکات سے جناب صدوق نے ۱۸ رجب ۳۶۷ھ کو بیان کیا۔

ابو بکر محمد ابن احمد نے ابو الحسن علی بن عبد الصمد سے ۵۶ سال کے بعد ۴۲۳ھ میں بیان کیا اور سید ابو البرکات نے ۵۹ سال کے بعد ۴۲۶ھ میں بیان کیا۔

ابو الحسن علی ابن عبد الصمد نے ابو الحسن علی محمد بن محمد سے ۴۸ سال کے بعد ۴۷۱ھ میں بیان کیا۔

ابوالحسن علی محمد بن محمد نے مرتب امالی سے (جس کا نام نہیں معلوم) ۴۴ سال کے بعد ۴۰۵ھ میں بیان کیا۔

مندرجہ بالا باتوں کی روشنی میں ہر شخص یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہے کہ امالی میں جو کچھ درج ہے جناب صدوق نے وہی بیان کیا تھا اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ کیونکہ ایک سو چالیس سال کے عرصہ میں دیانتدار حافظ بھی سہو و نسیان۔ بھول چوک۔ تحریف و تبدیلی کے بیشمار جرائم کا ارتکاب بغیر ارادہ و نیت کر سکتا ہے چہ جائیکہ مرتب کتاب غیر معلوم ہے جس کو دیانتداری کی کوئی سند کسی طرح بھی حاصل نہیں ہو سکتی لہذا امالی کے مندرجات کے اعتبار کی کوئی بنیاد نہیں پائی جاتی بلکہ جانی بوجھی تحریف کا قوی امکان پایا جاتا ہے۔ اس لئے مندرجات امالی صدوق کے بارے میں اس اصول پر عمل کرنا ہوگا کہ جن مندرجات کا ماخذ صرف امالی ہو وہ ناقابل اعتبار ہیں اور جن مندرجات کی تائید کسی ایسی کتاب سے ہوتی ہو جس نے اسے امالی کے علاوہ کسی دوسرے حوالے سے نقل کیا ہو وہ معتبر ہوں گے مگر امالی کے اندراج کی بنا پر نہیں بلکہ دوسرے مستقل حوالے کی بنیاد پر۔

شب عاشورا جناب علی اکبر کا پانی لانا صرف امالی میں درج ہے اور اسی سے دوسری کتابوں میں یہ روایت نقل ہوئی ہے لہذا یہ روایت

کسی طرح بھی قابلِ اعتبار نہیں۔ کیونکہ اسے امالی کے علاوہ کوئی دوسری تائید حاصل نہیں ہے۔ علامہ مجلسی کا امالی کی مجلس نمبر ۳۰ کا نقل کرنا امالی کی کمزوری کو دُور نہیں کرتا کیونکہ انھوں نے صرف نقل کیا ہے توثیق نہیں کی ہے۔ بلکہ علامہ مجلسی نے بحار کی جلد عاشر میں واقعۂ کربلا کے متعلق جتنے بیانات مل سکے سب کو جمع کر دیا ہے جبکہ ان میں باہم اختلاف اور تضاد بھی ہے۔ اس طرح جمع کرنا واضح کرتا ہے کہ علامہ مجلسی کے پیشِ نظر صرف جمع کرنا تھا تنقیح و تنقید یا چھان پھٹک مدنظر ہی نہ تھا۔ جمع کرنے والے سے "کیوں نہیں چھانٹا" کا سوال بے محل ہے نتیجہ کلام یہ ہے کہ غیر معتبر و مستند بلکہ مشکوک و مشتبہ کتاب کی کوئی روایت ہرگز مستند و متواتر پیاس کے مقابلے پر نہیں لائی جاسکتی۔ اس روایت کی رَد کے لئے اتنا ہی کافی تھا مگر اصل روایت پر بحث سے پہلے مناسب ہے کہ ناظرین امالی کی مجلس نمبر ۳۰ کا پورا مطالعہ بھی کرلیں تاکہ امالی کے بعد اس کی مجلس نمبر ۳۰ کی حقیقت بھی واضح ہوجائے۔

امالی کی مجلس نمبر ۳۰ کی حیثیت

امالی صدوق کی مجلس نمبر ۳۰ میں ذکر ہے کہ امامؑ نے جناب علی اکبر سے شب عاشورا پانی لانے کے لئے کہا اور اصحاب سے کہا کہ پانی پی لو وضو اور غسل کرلو۔ کپڑے دھولو۔

امالی کی یہ مجلس کس قدر غلط واقعات کا مجموعہ ہے اس کا اندازہ پڑھنے کے بعد آپ کو خود ہی ہو جائے گا۔ اس مجلس کا ترجمہ خود نہیں کر رہا ہوں بلکہ ترجمہ بحار الانوار سے نقل کر رہا ہوں تاکہ اعتماد میں اضمحلال کا امکان بھی نہ رہے۔ لیکن مجلس طویل ہے لہٰذا غیر ضروری تذکرہ کو چھوڑ کر تلخیص پیش کی جاتی ہے اور جہاں جہاں عبارت چھوڑ دی ہے وہاں اس طرح کی لکیر کھینچ کر عبارت چھوڑ دینے کا اشارہ بھی کر دیا ہے ———

یہ مجلس جناب صدوق نے ہفتہ اور اتوار کے دن ۹ اور ۱۰ محرم ۳۶۸ھ کو بیان فرمائی جس میں امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے واقعات بیان کئے گئے۔

اصل مجلس کے مضامین کے آغاز سے پہلے ایک اہم بات کی طرف توجہ دلانا ہے کہ پہلی مجلس کے ذیل میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ جناب صدوق کا بیان غیر معلوم مرتب امالی تک ایک سو چالیس سال کے بعد پہنچا پھر بھی پہلی مجلس میں ان لوگوں کے نام مع سنہ کے درج ہیں جن کے ذریعہ بیان صدوق نے ایک سو چالیس چالیس سال کا سفر طے کیا ہے لیکن مجلس ۳۰ کا آغاز ہے کہ "ہم سے بیان کیا شیخ صدوق نے"

(ملاحظہ ہو ترجمہ بحار الانوار ص ۱۱۵)

ظاہر ہے کہ جناب صدوق نے اپنے عہد کے آدمی سے بیان کیا

نہ کہ اس غیر معلوم مرتب امالی سے جو بیان کے ایک سو چالیس سال کے

بعد دوسروں سے بیان صدوق سُن رہا تھا۔ لہٰذا اصل کتاب کی

کمزوری کے ماسوا مجلس ۳۰ اس لئے بھی غیر معتبر و مستند ہے کہ

(۱) جناب صدوق نے یہ مجلس کس سے بیان کی۔ نہیں معلوم۔

(۲) جناب صدوق سے سننے والے نے کس سے بیان کی اور اس نے

کس سے بیان کی پورا سلسلہ نہیں معلوم۔

(۳) امالی میں جناب صدوق کے نام سے یہ مجلس کس نے درج کی۔

نہیں معلوم۔

لہٰذا

اس مجلس میں جو کچھ درج ہے یہی جناب صدوق نے بیان کیا تھا

نہیں معلوم۔

مندرجہ بالا حالات میں اس مجلس میں جو کچھ بھی درج ہو جائے کم ہے

اسی لئے جو کچھ بھی درج ہے غیر معتبر ہے جب تک اس کی کوئی دوسری

مستند تصدیق نہ مل جائے البتہ وہ مندرجات یقیناً غلط ہیں جو مستند

بیانات سے متصادم ہیں۔

یہ مجلس اپنا سلسلہ روایت جناب صدوق سے شروع کرتی ہے

اور پچھلے۔ پانچویں امام کے ذریعہ چوتھے امام تک پہنچ کر سلسلہ روایت

ختم کرتی ہے۔ یعنی اصل بیان امام زین العابدین علیہ السلام کا ہے جو صدوق تک حسب ذیل راویوں کے ذریعہ پہنچا۔ نام ترتیب سے اعتبار سے لکھے جا رہے ہیں :۔

چوتھے[۱] امام۔ پانچویں[۲] امام۔ چھٹے[۳] امام۔ عبد[۴] اللہ ابن منصور۔ بہجہ[۵] دختر حارث۔ صفیہ[۶] بنت حارث۔ ماریہ[۷] بنت موسیٰ۔ ابراہیم[۸] بن عبید اللہ قاضی بلخ۔ حسن[۹] ابن عثمان تستری۔ حافظ محمد[۱۰] ابن عمر بغدادی۔ جناب[۱۱] صدوق۔

راویوں کی چھان بین کا مجھے ذوق بھی نہ تھا اور جناب علامہ زنگی پوری نے واعظشاہ میں اور جناب مولانا وصی محمد صاحب قبلہ نے اپنے مضمون مطبوعہ الجواد میں ان راویوں پر کافی بسیط بحث بھی کی ہے جس نے مجھے راویوں کی بحث سے اور زیادہ بے نیاز کر دیا۔ شائقین اپنے ذوق کی تسکین کے لئے ان علمی شہ پاروں کو ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ البتہ مجھے ایک جملہ ضرور لکھنا ہے کہ مجلس نمبر ۳۰ کے راویوں میں عورتیں بھی شامل ہیں اور سرکاری تنخواہ دار بھی عموماً نہ عورتوں کے حافظہ اور بیان پر بھروسہ ہوتا ہے اور نہ حکومت کے عمال کی نیت پر۔ ترجمہ بحارالانوار کے صـ ۱۱۵ تا صـ ۱۲۶ پر امالی کی مجلس نمبر ۳۰ کا مکمل ترجمہ پیش کر دیا گیا ہے جسے بطور تلخیص یہاں پیش کیا جا رہا ہے :۔

"امام جعفر صادق علیہ السلام نے ---- فرمایا ----

نقل کیا مجھ سے ---- امام محمد باقر نے اپنے پدر بزرگوار ----

زین العابدین صلوات علیہم سے کہ جب وقت مرگ معاویہ کا قریب ہوا

اس نے ---- یزید[ع۱] کو بلا کر کہا ---- مگر تین شخصوں سے ڈرتا

ہوں کہ تا مقدور تجھ سے مخالفت کریں گے۔ پہلے عبداللہ ابن زبیر

دوسرے عبداللہ[ع۲] ابن عمر، تیسرے حسین ابن علی صلوات اللہ علیہما

ہیں ---- لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام ---- وہ

جناب رسالت مآب سے قرابت رکھتے ہیں ---- ہم کو ان سے

ایک خویشی اور قرابت بھی ہے ---- ہرگز ان کو ایذا[ع۳] نہ پہنچانا

---- جب معاویہ مر گیا یزید خلافت باطل پر مسلط ہوا اپنے

چچا عتبہ[ع۴] پسر ابوسفیان کو حاکم مدینہ کیا۔ جب عتبہ داخل مدینہ ہوا

مروان بن حکم جو معاویہ کی طرف[ع۵] سے حاکم تھا ---- بھاگ گیا[ع۶]

---- عتبہ نے ---- حضرت امام حسین علیہ السلام سے

---- کہلا بھیجا یزید نے حکم کیا ہے کہ آپ سے بیعت لوں

جب آپ عتبہ کے پاس گئے ---- اے عتبہ کیونکر بیعت کروں

---- عتبہ نے ---- اس مضمون کا نامہ لکھا ---- اس

ملعون نے جواب میں یہ نامہ لکھا ---- کہ سر امام حسین کا ہمراہ

اپنے نامہ کے میرے پاس بھیج دے - جس وقت یہ خبر امام حسین کو

پہنچی فوراً عزم عراق کیا - شب کو اپنے جد بزرگوار کے روضۂ منور پر

تشریف لے گئے ـــــ ایک نور مرقد منور سے ساطع ہوا ـــــ

دیکھ کر دولتخانہ میں ع پھر آئے - جب دوسری شب ہوئی حضرت

ضریح مقدس سے وداع ہونے کو گئے ـــــ بہت نمازیں

پڑھیں اثنائے سجدہ میں حضرت کو نیند آگئی ـــــ پس

حضرت امام حسین علیہ السلام یہ ہولناک خواب دیکھ کر بیدار ہوئے

ـــــ عازم سفر عراق ہوئے ـــــ منزل ثعلبیہ ـــــ

پھر منزل عذیب ـــــ منزل رہیمیہ میں نزول فرمایا ـــــ

خبر ابن زیاد بدنہاد کو پہنچی کہ حضرت منزل رہیمیہ میں پہنچے حُر ابن

یزید کو ـــــ حضرت کی طرف روانہ کیا ـــــ بوقت ظہر

حضرت کے پاس پہنچا ـــــ پھر ـــــ منزل قطقطانیہ - بعد

اُس کے ـــــ زمین کربلا پر وارد ہوئے ـــــ عمر سعد کو

چار ہزار سوار سے ـــــ روانہ کیا ـــــ ابن زیاد کو

خبر پہنچی کہ عمر سعد شب کو حضرت کی صحبت میں جاکر مشورہ کرتا

ہے ـــــ اس وقت ابن زیاد نے شمر ذی الجوشن ع چار ہزار

نامرد کے ساتھ روانہ کیا اور عمر سعد کو لکھا ـــــ حسین کو

مُہلت نہ دے اور سختی کر اور پانی بند کر۔[۱۳] عمر سعد نے ——

ندا[۱۴] کی کہ ہم نے امام حسین اور اصحاب حسین کو ایک دن ایک رات

کی مہلت دی —— حضرت نے —— خطبہ فرمایا ——

جس طرف چاہو چلے جاؤ —— حضرت نے یہ سُن کر زہیر

اور سب اصحاب سے فرمایا خدا تم کو جزائے خیر دے۔ پھر امام نے

خندق کی طرح کا ایک گڑھا اپنے لشکر کے گرد کھودنے کا حکم دیا

اور یہ گڑھا کھود کر لکڑیوں سے بھر دیا گیا۔[۱۵] حضرت نے جناب علی اکبر

کو پانی[۱۶] لانے کے لئے کہا ہمراہ تیس سوار اور بیس پیادے

کے بھیجا۔ سب لوگ بے حد خوفزدہ[۱۷] تھے پھر امام نے اشعار

پڑھے یا دھر اف لک من خلیل —— پھر اصحاب سے

کہا اُٹھو اور پانی پی لو کہ توشۂ آخرت ہے تمہارا۔ اور وضو اور

غسل کرلو اور کپڑوں کو دھو لو کہ یہی کپڑے تمہارے کفن ہوں گے

بعد اس کے حضرت ہمراہ اصحاب کے نماز پڑھ کر آمادۂ جنگ ہوئے

—— منقول ہے کہ جب تشنگی[۱۸] نے —— غلبہ کیا یزید[۱۹] بن

حصین ہمدانی نے —— عرض کیا —— اجازت دیجئے اس

قوم جفاکار کے پاس جاؤں —— بعد اُس کے حضرت ——

—— کھڑے ہوئے —— حر[۲۰] ابن یزید ریاحی[۱] —— بعد

شہادت حُر کے زہیر ابن[۲] قین بجلی ـــــ بعد اُن کے حبیب[۳]
ابن مظاہر ـــــ بعد ازاں عبداللہ[۴] ابن عروہ غفاری ـــــ
بعد اُس کے بریر[۵] بن خضیر ہمدانی ـــــ بعد اُن کے مالک[۶] بن
انس کاہلی ـــــ بعد اُن کے زیاد[۷] ابن مہاجر کندی ـــــ
بعد اُن کے وہب[۸] ابن وہب ـــــ بعد اُن کے ہلال[۹] ابن حجاج
ـــــ بعد اُن کے عبداللہ[۱۰] ابن مسلم بن عقیل ـــــ بعد ان کے
حضرت[۱۱] علی اکبر ـــــ بعد اُن کے قاسم[۱۲] ابن حسن ـــــ بعد
اس کے حضرت نے داہنے اور بائیں دیکھا کہ کوئی شخص اہلبیت اور
اصحاب سے باقی نہیں ہے ـــــ سنان ابن انس ـــــ
سر اقدس ـــــ جدا کیا[۱۳] ـــــ بعد اس کے سنان ـــــ
سر امام ـــــ مجلس ابن زیاد بد نہاد میں لے گیا ـــــ
ابن زیاد نے ایک قاصد حضرت ام کلثوم[۲۱] کے پاس بھیج کر پیغام دیا
ـــــ میں حمد کرتا ہوں ـــــ تمہارے مردوں کو قتل کیا
جناب ام کلثوم نے جواب دیا ـــــ

امالی کی مجلس نمبر ۳۰ کی تلخیص پیش کرنے کے بعد یہ کہنے کی ضرورت
نہیں ہے کہ جب ایک بیان میں اکیس[۲۱] فاحش غلطیاں موجود ہیں۔ جن کو

نمبروار پیش کیا جاتا ہے تو یہ بیان ناقابل بیان حد تک غیر معتبر ہے

(۱) اس مجلس میں درج ہے کہ یزید مرگ معاویہ کے وقت باپ کے سرہانے موجود تھا۔ حالانکہ یزید باپ کے سرہانے تو درکنار دمشق سے بھی باہر تھا۔ تفصیل اعثم کوفی ص۳۴۶۔ مقتل ابی مخنف ص۴۔ الاخبار الطوال ص۲۲۷۔ مقتل الحسین خوارزمی ج ۱ ص۱۷۷ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

(۲) پہلے عبداللہ ابن عمر کا نام ان تین آدمیوں کی فہرست میں لکھا ہے جن کے لئے معاویہ نے کہا یہ لوگ حتی المقدور مخالفت کریں گے اور آگے بڑھ کر اسی مجلس میں معاویہ ہی کی زبانی ان ہی عبداللہ ابن عمر کے لئے درج ہے۔

اما عبد اللہ ابن عمر فھو معک۔ یعنی عبداللہ ابن عمر تمہارے ساتھ ہیں۔ پھر یہ بھی لکھا ہے کہ ان کو اپنے سے الگ نہ کرنا۔ چند سطروں میں اتنا تضاد خود اس بیان کے غیر معتبر ہونے کی دلیل ہے۔

(۳) اس مجلس کا یہ اندراج بھی غلط ہے کہ معاویہ نے یزید کو ہدایت کی کہ امام حسین علیہ السلام سے اچھا سلوک کرے کیونکہ آپ رسول اور خود معاویہ کے عزیز ہیں۔ معاویہ کی ظالمانہ اور سفاک روش جو

زندگی بھر رہی اس وصیت کو جھٹلاتی ہے امام حسنؑ کو زہر دیتے وقت جسے کسی قرابت کا خیال نہیں آیا وہ رعایت قرابت کی وصیت امام حسینؑ کے بارے میں نہیں کر سکتا۔ ولیعہدی یزید کے سلسلہ میں خود معاویہ اور امام حسین علیہ السلام سے جو گفتگو ہوئی ہے وہ اس وصیت کو جھٹلانے کے لئے کافی ہے۔ ملاحظہ ہو تاریخ کامل ج ۴ ص۲۔ بہر حال یہ غلط بیانی کوئی معاویہ نواز کرے تو کرے مگر اسے امام زین العابدین علیہ السلام بیان فرمائیں اور جناب صدوق نقل کریں بالکل ناممکن ہے۔

(۴) مرگ معاویہ وحکومت یزید کے وقت ولید گورنر مدینہ تھا نہ کہ عتبہ بن ابی سفیان۔ بیٹے کے بجائے باپ کو گورنر لکھنا فاحش غلطی ہے۔ ملاحظہ ہو الاخبار الطوال ص۲۲۸۔ طبری حصہ دوم جلد اول ص۲۱۶ مقتل ابی مخنف ص۱ وغیرہ۔

(۵) یہ بھی غلط ہے کہ معاویہ نے مروان کو گورنر مقرر کیا تھا اور یزید نے اس کو معزول کیا بلکہ معاویہ ہی نے ولید بن عتبہ کو مروان کے بجائے اپنے زمانے میں مدینہ کا گورنر بنایا تھا۔ ملاحظہ ہو طبری حصہ دوم جلد اول ص۲۱۶ الاخبار الطوال ص۲۲۸ مقتل ابی مخنف ص۱ وغیرہ۔

(۶) یہ بھی غلط ہے کہ مروان مدینہ سے بھاگ گیا تھا بلکہ وہ ولید کے

مشورہ میں شریک مدینہ میں موجود اور ولید کے گھر میں حاضر تھا۔
ملاحظہ ہو مقتل ابی مخنف صنا۔ الاخبار الطوال ص۲۲۸۔ طبری حصہ دوم جلد اول ص۲۱۷۔

(۷) یہ بھی غلط ہے کہ گورنر مدینہ نے کہلا بھیجا کہ بیعت کے لئے بلایا ہے بلکہ طلبی کا مقصد واضح کئے بغیر صرف بلایا تھا چنانچہ ناوقت طلبی کے باعث ابن زبیر نے امامؑ سے تشویش کا اظہار بھی کیا تھا۔
تمام تاریخوں میں یہ تفصیل درج ہے۔

(۸) امامؑ تنہا تشریف لے گئے یہ لکھنا بھی غلط ہے بلکہ خطرے کے پیش نظر اپنے اعزا کے ہمراہ تشریف لے گئے تھے۔ ملاحظہ ہو طبری حصہ دوم جلد اول ص۲۱۸۔ الاخبار الطوال ص۲۲۹۔ مقتل ابی مخنف ص۱۲۔

(۹) قبر رسولؐ سے نور کا ساطع ہو جانا اور امامؑ کا گھر واپس چلا آنا اوّل تو کسی کتاب میں منقول نہیں ہے۔ دوسرے ساطع ہونے والے نور کے ذریعہ حضورؐ اشارہ دیں کہ نہ آؤ یا نور دیکھ کر امامؑ خیال کریں کہ نہ جانا چاہیئے دونوں باتیں نبوت و امامت کی شان کے خلاف ہیں جن کو امامؑ تو امامؑ جناب صدوق بھی نہ بیان کریں گے۔

(۱۰) اس سے زیادہ بدتر ہے یہ لکھنا کہ امامؑ سجدہ میں سو گئے سجدہ میں

سو جانا منافی امامت ہے بلکہ ایک طرح سے توہینِ امامت ہے جو نہ جناب صدوق سے ممکن ہے اور نہ معاذ اللہ امامؑ سے۔ صحیح واقعہ یہ ہے کہ امامؑ بعد نماز قبر پر سر رکھ کر سو گئے تھے۔ ملاحظہ ہو اعثم کوفی ص ۳۵۱ مقتل ابی مخنف ص ۱۵۔

(۱۱) اس مجلس کی واضح ترین غلطی ہے کہ امامؑ کے سفر کے لئے لکھا ہے کہ مدینہ سے سیدھے عراق گئے جبکہ مدینہ سے مکہ اور مکہ سے عراق کا سفر کیا۔ تمام تاریخوں کا یہی متفقہ بیان ہے۔

(۱۲) آپ اسی کتاب میں مفصل پڑھ چکے ہیں کہ شمر کربلا میں دو بار گیا ہے۔ پہلی بار چار ہزار کا لشکر لے کر ۵ محرم کو کیونکہ عمر سعد کی مدد میں جانے والا پہلا لشکر شمر کے ہمراہ گیا اور دوسری بار ۹ محرم کو ابن زیاد کا حکمِ جنگ لے کر۔ لیکن اس مجلس میں درج ہے کہ ۹ محرم کو شمر پہلی بار ۴ ہزار کا لشکر لے کر گیا۔ جو قطعاً غلط ہے۔

(۱۳) اس مجلس میں تمام تاریخوں کے بیان کے برخلاف درج ہے کہ حکم بندشِ آب ابن زیاد نے ۹ محرم کو بھیجا یہ ایسی غلطی ہے جس کے خلاف کسی حوالے کے پیش کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

(۱۴) تمام تاریخوں کے خلاف اس مجلس میں درج ہے کہ پسرِ سعد نے خود مہلت دے دی حالانکہ امامؑ نے ایک رات کے لئے جنگ رکوا کر

مہلت حاصل کی ہے ورنہ پسر سعد حملہ کی نیت سے لشکر کو امام کی طرف لے آیا تھا۔ ملاحظہ ہو کامل ج ۴ ص۲۳۔ الاخبار الطوال ص۲۵۳ وغیرہ۔

(۱۵) یہ لکھنا بھی غلط ہے کہ شب عاشورا امام کے حکم سے خندق کھودی گئی بلکہ یہ رات سب نے عبادت میں اس طرح بسر کی کہ دشمن بھی آواز تسبیح کو شہد کے چھتہ کی بھنبھناہٹ سے تشبیہ دے کر بیان کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو اعثم کوفی ص۳۶۷۔ کامل ج ۴ ص۲۴۔ اسوف ترجمہ لہوف ص۳۶ وغیرہ۔

اگر عبادت کے بجائے خندق کھودی گئی ہوتی تو دشمن آواز تسبیح کے بجائے خندق کھودے جانے کی آوازوں کا تذکرہ کرتا خندق شب عاشورا نہیں کھودی گئی ہے بلکہ خندق میں شب عاشورہ آگ دی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو ترجمہ بحار ص۱۹۴۔ ارشاد ص۲۴۶ نیز روضۃ الصفا وغیرہ۔

(۱۶) جناب علی اکبر کے پانی لانے کا ذکر کیا ہے جو سلسلہ عطش کے مخالف ہے اس پر تفصیلی بحث آئندہ ہوگی۔

(۱۷) خود اس مجلس میں پہلے درج ہے کہ امام کی تقریر شب عاشورا کے بعد سب اصحاب واعزا جان دینے پر تیار ہوگئے کوئی خوفزدہ

نہ ہوا پھر چند سطروں کے بعد کیسے صحیح مان لیا جائے کہ جناب علی اکبرؑ کے ساتھ پچاس آدمی گئے اور سب شدید خوفزدہ تھے۔ جبکہ عاشورا کے دن ان میں سے ایک ایک الگ الگ لڑا اور شہید ہوا مگر خوفزدہ نہیں ہوا۔ شب عاشورا پچاس آدمی مل کر بھی خوفزدہ تھے کون اسے سچا مان سکتا ہے۔

۱۸) یہ بھی تضاد کی ایک عمدہ مثال ہے کہ پہلے درج ہے کہ شب عاشورا قریب صبح اتنا پانی آیا کہ امامؑ نے سب سے پینے، وضو اور غسل کرنے اور کپڑے دھونے کے لئے فرمایا اور پھر صبح کو تشنگی بھی شدید ہوگئی۔ اس تضاد سے اس بیان کا غلط ہونا خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔

۱۹) آپ اسی کتاب (پیاس) میں پڑھ چکے ہیں کہ یزید بن حصین ہمدانی، محرم کو پسر سعد سے ملنے گئے ہیں تاکہ پانی حاصل ہو سکے نہ کہ صبح عاشورا جیسا کہ اس مجلس میں غلط درج ہے۔

۲۰) ایک عظیم اور فاحش غلطی اس مجلس کی یہ ہے کہ کل شہدا کی تعداد تیرہ لکھی ہے جس میں ۹ صحابی اور ۴ مع امامؑ کے بنی ہاشم ہیں جبکہ ۷۲ سے کم تعداد شہدا کسی نے لکھی ہی نہیں ہے۔ کمال ہے اس مجلس میں جناب عباسؑ کی شہادت کا بھی ذکر نہیں ہے

۲۱) امالی کی مجلس نمبر ۳۰ کے لکھنے والے کو یہ بھی یاد نہ رہا کہ ابن زیاد

اور جناب ام کلثوم سے دربار کوفہ میں بحث و گفتگو ہوئی ہے۔ اس نے تمام کتابوں کے برخلاف ایک نئی بات یہ لکھ دی کہ ابن زیاد نے کربلا میں جناب ام کلثوم کے پاس ایک قاصد بھیج کر قتل امامؑ پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔

جب ایک بیان میں ۲۱ واضح اور فاحش غلطیاں موجود ہوں اس میں ایک غلط روایت یعنی شب عاشورا پانی کا اندراج کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ لیکن جو اس روایت کو صحیح کہنا چاہتا ہے اس کا فرض ہے مذکورہ بالا ۲۱ غلط باتوں کو بھی صحیح کہے اور ایسا کہنا کسی کے لئے بھی ممکن نہیں ہے۔

روایت کی حیثیت

اصل روایت امالی صدوق مطبوعہ ایران ص۹۲ سطر ۲۰ پر ہے۔ جس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

"وارسل علیا ابنه فی ثلثین فارسا وعشرین راجلا لیستقوا الماء وهم علی وجل شدید وانشاء یقول یا دهر اف لك من خلیل ثم قال لاصحابه قوموا فاشربوا الماء یکن اخر زادکم وتوضؤا واغتسلوا واغسلوا ثیابکم لتکون اکفانکم ثم صلی بهم الفجر وعباهم تعبیة الحرب۔

ترجمہ - امامؑ نے اپنے فرزند علی کو تیس سوار اور بیس پیادوں کے
ہمراہ پانی لانے بھیجا - یہ سب جانے والے شدید خوفزدہ تھے - ان کے
جانے کے بعد امامؑ نے تین اشعار پڑھے ــــــ پھر اصحاب سے
کہا اُٹھو اور پانی پی لو کیونکہ یہی تمھارا آخری توشہ ہے - اور وضو کرلو
غسل کرلو اور اپنے لباس دھولو کیونکہ یہی لباس تمھارے کفن ہوں گے
پھر سب کے ساتھ نماز صبح بجماعت پڑھی اور بعد نماز سب کو جنگ
کے لئے تیار کیا -

امالی میں شب عاشورا کے واقعات بہ ترتیب ذیل درج ہیں :-

(۱) التوارِ جنگ کے بعد امامؑ نے تقریر کرکے اصحاب و اعزا سے چلے
جانے کے لئے کہا مگر یہ سُن کر بھی کہ کل کوئی نہ بچے گا سب نے مرنے کا
عہد و پیمان کیا -

۲- اس کے بعد امامؑ نے پورے لشکر کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا
جو لکڑیوں سے پر کردیا گیا -

۳- اس کے بعد امامؑ نے جناب علی اکبر کو پچاس آدمیوں کے ساتھ
پانی لانے بھیجا جبکہ جانے والے خوفزدہ تھے -

۴- اس کے بعد امامؑ نے تین اشعار پڑھے -

۵- اس کے بعد امامؑ نے اصحاب سے کہا اُٹھو پانی پی لو - وضو و

غسل کر لو کپڑے دھو لو۔

۶۔ اس کے بعد امامؑ نے سب کے ساتھ نماز صبح پڑھی اور آمادۂ جہاد ہوئے۔

۷۔ جہاد سے پہلے شدتِ تشنگی کے باعث صحابیِ امامؑ حصین بن یزید ہمدانی فوجِ دشمن کے سامنے پانی مانگنے اور پیاس کی کیفیت بتلانے گئے اور ناکام واپس آئے۔ ان کے بعد امامؑ نے تقریر کی۔ امام کی تقریر کے بعد دشمن نے جنگ کا آغاز کر دیا۔

روایت اور اس کے پیش وپس کے پیش کر دینے کے بعد روایت پر بحث کا آغاز کرتے ہوئے گذارش ہے کہ امالی کے بیان کا یہ حصہ خصوصیت کے ساتھ اس لئے ناقابلِ قبول اور ناقابلِ اعتبار ہے کہ اس میں تضاد بیانی ہے۔ امام اور شہداء کی توہین ہے۔ اور ناقابلِ قیاس واقعات ہیں اور سچے واقعات سے تصادم ہے جن کی بنا پر یہی فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ کسی دشمن نے امالی میں یہ حصہ بڑھایا ہے اور جنابِ عباسؑ کے پانی لانے کی روایت کو سامنے رکھ کر روایت وضع کی ہے۔

تضاد بیانی

بیان میں ۲ واضح تضاد موجود ہیں (۱) ابتداءِ شب میں امامؑ کی

تقریر سن کر اصحاب و اعزا میں سے کوئی بھی خوفزدہ نہیں ہوا جبکہ تقریر میں یقینی موت کا بار بار تذکرہ تھا۔ پھر کیسے ممکن ہے یہی لوگ آخر شب میں جب پانی لانے کے لئے بھیجے گئے ہوں تو سب کے سب خوفزدہ ہوں پچاس آدمیوں کا ایک ساتھ جانا اور خوفزدہ ہونا اس لئے بھی ناقابلِ قبول ہے کہ یہی لوگ روز عاشورا ایک ایک کرکے لڑے مگر خوفزدہ نہ تھے

(۲) دوسرا تضاد یہ ہے کہ امالی کے بیان کے مطابق آخر شب میں پانی اتنا وافر تھا کہ پینے۔ وضو کرنے کے علاوہ امامؑ نے نہانے اور کپڑے دھونے کا حکم دیا مگر صبح ہوتے ہی سب شدید پیاسے ہو گئے کہ فوج دشمن کے سامنے طلب آب کے لئے صحابی امامؑ گئے۔

ناقابلِ قیاس واقعات

۱۔ شب عاشورا جتنے کاموں کی انجام دہی درج ہے ان کا ایک رات میں انجام پانا بعید از قیاس ہے۔ امامؑ کی تقریر اور اصحاب کی جوابی تقریریں۔ پورے لشکر کے گرد پیاس سے نڈھال انسانوں کا ایسی خندق کھودنا جسے سوار بھی پار نہ کر سکیں پھر خندق کو لکڑیوں سے پُر کر دینا۔ پھر پچاس آدمیوں کا پانی لینے جانا پھر سب کا پانی پینا نہانا، دھونا پھر نماز کا پڑھنا ایک رات ان کاموں کے لئے ناکافی معلوم ہوتی ہے۔

۲- اگر مان لیا جائے کہ جناب علی اکبر پانی لائے تب بھی یہی ماننا پڑے گا کہ بیس مشک پانی آیا۔ کربلا میں لگ بھگ ایک سو پچاس ۱۵۰ پیاسے انسان تھے ان کے علاوہ جانور بھی پیاسے تھے۔ بیس مشک پانی میں سب لوگ سیراب ہو کر وضو وغسل بھی کرلیں اور کپڑے بھی دھولیں ممکن نہیں۔

۳- ۷ محرم سے نہر پر ۱/۲ ۶ ہزار فوج پہرہ دے رہی ہے جس کا ہر سپاہی جانتا ہے کہ اگر ہمارے پہرہ کے بعد پانی چلا گیا تو ہم کو ابن زیاد جیسے سفاک سے امان نہیں مل سکتی۔ جو بے گناہوں کا خون بہانے میں دریغ نہیں کرتا وہ ہماری خطا کبھی معاف نہ کرے گا۔ روایت میں پانی لانے کے سلسلے میں جنگ کا ذکر نہیں ہے اور بغیر جنگ پانی کا آنا نہ صرف ناقابل قیاس ہے۔ بلکہ ناممکن ہے۔ اگر ۷ محرم کے بعد پانی لانا ممکن ہوتا تو کنویں دکھو دے گئے ہوتے۔

۴- جب بغیر جنگ کے پانی نہیں آسکتا تھا تو پانی لانے کے لئے امامؑ جناب علی اکبر کو روانہ کریں یہ بھی ناقابلِ قیاس ہے۔ کیونکہ پانی لانے کے لئے پچاس آدمیوں کو بھیجنا جنگ کو دعوت دینا تھا اور امامؑ نے خود جنگ ملتوی کرائی تھی لہٰذا پانی لانے

کے لئے بھیجنا اس التوا کی خلاف ورزی کرنا تھا سب خلاف ورزی کر سکتے ہیں مگر امامؑ کے لئے یہ تصور بھی ناقابل قیاس ہے۔

سچے واقعات سے تصادم

۱- اعثم کوفی ص۳۴۷۔ تاریخ کامل ج ۴ ص۲۴ اسوف ترجمہ لہوف ص۳۷ وغیرہ پر درج ہے کہ شب عاشورا خیام حسینی میں سب مصروفِ عبادت تھے۔ امالی کے بیان میں اس شب کی عبادت کا ذکر نہیں ہے جبکہ اسی لئے جنگ ملتوی کرائی گئی تھی بلکہ شب عاشورا سب کو اتنا مصروف بتایا گیا ہے اور اتنے کام دکھائے گئے جس کے بعد عبادت کا وقت ہی نہیں نکلتا۔ اگر امالی کا بیان سچا ہوتا تو دشمن یہ کہنے کے بجائے کہ رات بھر آواز تسبیح شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح سنائی دیتی رہی یہ کہتا کہ رات بھر خندق کھودے جانے کی آواز آتی رہی۔

۲- اگر یہ روایت صحیح مان لی جائے تو صبح عاشورا جناب بریر جناب حر اور دیگر شہدا اور خود امام حسین علیہ السلام کا فوجِ دشمن سے بار بار پیاس کا تذکرہ کرنا۔ اور پیاس کے تذکرہ کی بنا پر پانی مانگنا۔ پیاس کی شدت کا بیان کرنا کہ بچے قریب بہ ہلاکت ہیں یہ سب جھوٹ ہو جائے گا لہٰذا سچے واقعات کو جھٹلانے والی اس

روایت ہی کو جھوٹا ماننا پڑے گا۔

۳۔ خندق شب عاشورا نہیں کھودی گئی بلکہ اس رات اس میں آگ دی گئی جیسا کہ روضۃ الصفا۔ بحار اردو ترجمہ ص۱۹۴۔ ارشاد ص۲۴۶ پر درج ہے مگر امالی میں درج ہے کہ شب عاشورا خندق کھودی گئی۔

توہینِ امام

اگر اس روایت کو صحیح مان لیا جائے تو امام علیہ السلام کے بارے میں حسب ذیل غلط خیالات کا پیدا ہونا لازمی ہے:۔

۱۔ امامؑ نے پچاس آدمی پانی لانے کے لئے بھیج کر گویا التوائے جنگ کی خلاف ورزی کی۔ جبکہ دشمن نے بھی امامؑ پر یہ الزام نہیں لگایا۔

۲۔ بیس مشک دیکھ کر امامؑ سیراب ہونے۔ وضو و غسل کرنے اور کپڑے دھونے کا حکم دے رہے تھے یعنی معاذاللہ بولتے وقت سوچتے بھی نہیں تھے کہ پانی کتنا ہے۔ اگر کوئی شخص ایک روپیہ دے کر کہے پاؤ بھر زعفران لے آؤ۔ سوچئے لوگ اس کے لئے کیا سوچیں گے پھر فیصلہ کیجئے یہ روایت امامؑ کے بارے میں کیسے خیال پیدا کرانا چاہتی ہے۔

۱۔ پانی آنے سے پہلے سب پیاسے تھے اور صبح کو پھر سب پیاسے تھے۔ اس درمیان اگر بیس مشک پانی کا آنا مان لیا جائے تو اس

پانی کو صرف پینے کے لئے نہ بچانا بلکہ نہانے دھونے کا حکم دینا معمولی سمجھ والے انسان سے بھی ممکن نہیں ہے چہ جائیکہ معاذ اللہ ایسی ناعاقبت اندیشی اور امام۔ معاذ اللہ

۴۔ نایابی آب کے وقت موجود پانی کو واجب وضو یا غسل میں صرف نہیں کیا جا سکتا اگر انسان درکنار جانور کے پیاسے رہ جانے کا احتمال ہو جو مذہب ایسے ہدایات عام انسانوں کو دیتا ہو اس مذہب کا امام معاذ اللہ نہانے دھونے میں پانی خرچ کرا دے اور پیاسے بچّوں کا خیال نہ کرے۔ ایسا سوچنا بھی گناہ ہے بلکہ فساد عقیدہ ہے اور سید الشہداء کی توہین ہے

شمر کے علاوہ کسی نے شہداء کے خوفزدہ ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ اور شمر تو شمر ہے اس سے کوئی بات بعید نہیں۔ ہر ظلم ہر جھوٹ اس کے لئے آسان ہے۔ غرضکہ شمر نے جو توہین شہداء کی تھی اور ان کو خوفزدہ بتلایا تھا امالی کی یہ روایت بھی شمر کی ہم زبان ہے۔ روایت میں دشمن کی زبان کا وجود دلیل ہے کہ یہ روایت کسی دشمن کی گڑھی ہوئی روایت ہے جو صدوق کے سر منڈھی گئی ہے۔

الفاظ روایت کا جائزہ

روایت میں "پانی آیا" درج نہیں ہے بلکہ جناب علی اکبر کو پانی

لانے کے لئے بھیجا درج ہے۔ البتہ اصحاب سے فرمانا کہ "اٹھو اور پانی پی لو وغیرہ" سے یہ خیال ہوتا ہے کہ پانی آنے پر یہ فقرہ فرمایا ہوگا۔ لیکن روایت میں ہے کہ پانی پی لو۔ وضو کر لو۔ غسل کر لو۔ کپڑے دھو لو۔ مگر اس کے علاوہ کوئی ایسا قرینہ بھی نہیں جس سے واضح ہوتا ہو کہ اصحاب نے پانی پیا۔ وضو کیا۔ غسل کیا۔ کپڑے دھوئے۔ لہٰذا اگر تھوڑی دیر کے لئے اس روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی زیادہ سے زیادہ پانی کا آنا ثابت ہوگا لیکن پینا۔ وضو کرنا۔ غسل کرنا۔ کپڑے دھونا اس روایت سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔ لہٰذا علامہ ہردی ہوں یا علامہ جعفر شوستری۔ بحرالعلوم الن صاحب ہوں یا کوئی اور۔ جس نے بھی یہ لکھا کہ غسل کیا اس نے یہ لفظ اپنی طرف سے لکھا۔ "غسل کیا" کا ثبوت روایت کے الفاظ یا قرینہ حال و مقال کسی ذریعہ سے نہیں پیدا ہوتا ہے اگر یہ مرحومین زندہ ہوتے اور ان کے سامنے یہ بحث رکھی جاتی تو ان کو بھی دو غلطیوں کے اقرار کے سوا چارہ نہ تھا (۱) امالی کی غلط جعلی روایت پر بھروسہ کرنے کی غلطی کی (۲) دوسرے یہ اعتراف کرنا پڑتا کہ امالی کی روایت میں جو نہ تھا اسے بھی لکھ گئے۔ قلم کی تیزی یا ذہن کی پھسلن نے یہ غلطی کرائی ہے۔

البتہ "حامیان وجود آب" کی خدمت میں گذارش کرنا ہے کہ اگر

آپ پیاس اور پانی کا وجود ایک ساتھ مانتے ہیں اور غسل کرنے کی بے اصل و بے بنیاد روایت کو صحیح مانتے ہیں تو پھر بتائیں کہ اگر امالی کی روایت کی بنا پر غسل کرنا صحیح ہے تو پانی پینے سے انکار کی وجہ کیا ہوگی۔

امامؑ کی زبانی اس روایت میں چار باتوں کا حکم ہے اگر عمل ہوگا تو سب پر ہوگا بعض پر عمل نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور اگر پانی کی کمی یا وقت کی کمی یا موقع کی کمی کے باعث بعض باتوں پر عمل مان لیا جائے تب بھی چاہے وضو۔ غسل اور کپڑے دھونے میں التوا ہو جائے تو ہو جائے مگر پانی پینے میں التوا کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا۔ لہذا روایت غسل کو صحیح ماننے کے بعد تشنگی کو ماننے کا کوئی امکان نہیں۔

نتیجۂ کلام

(۱) امالی جو اس روایت کا واحد ماخذ ہے غیر معتبر ہے (۲) اگر امالی میں کچھ صحیح بھی ہو تب بھی اس کی مجلس نمبر ۳۱ مجموعہ اغلاط ہونے کی بنا پر نا قابلِ اعتبار ہے (۳) اور مجلس نمبر ۳۰ میں مندرج یہ روایت کہ جناب علی اکبر شبِ عاشورا پانی لائے یکسر غلط ہے جو کسی دشمنِ اہلبیت کی ایجاد کردہ ہے۔ جسے کسی نے امالی میں درج کر کے اپنی دشمنی کی بھڑاس نکالی ہے۔ جناب صدوق کے دفاع کے لئے اتنا کافی ہے کہ امالی آپ کے سامنے مرتب نہیں ہوئی تھی۔

روایت (۵)

روایت نورہ میں اضافۂ غسل

جناب مولوی سید علی نقی صاحب نے شہید انسانیت کے پہلے ایڈیشن میں دو جگہ لکھا ہے کہ امام صبح عاشورا ایک خیمہ میں غسل و آدابِ طہارت بجالانے تشریف لے گئے۔ اصل عبارتیں ملاحظہ ہوں :-

پہلی عبارت — "امام کربلا میں واجبات نہیں بلکہ مندوباتِ شرع کو بھی ادا کر رہے تھے۔ طرزِ عمل صاف اطمینان و سکونِ نفس کا ترجمان تھا۔ چنانچہ نماز اور تعقیبات سے فراغت کے بعد فوج دشمن میں جنگ کی آخری تیاریاں ہو رہی تھیں اور امام ایک خیمہ میں غسل و آدابِ طہارت بجالانے تشریف لے گئے۔ عبدالرحمٰن ابن عبد ربہ اور بریر بن خضیر ہمدانی دونوں بزرگ اصحاب میں سے دروازے پر بیٹھے اس انتظار میں کہ حضرت باہر تشریف لائیں تو ہم خیمہ میں جائیں۔ حالت یہ تھی کہ دونوں آدمی دو بے تکلف دوستوں کی طرح ملے بیٹھے تھے کہ شانہ سے شانہ لڑ رہا تھا اور آپس میں لطف آمیز جھگڑا ہو رہا تھا کہ حضرت کے باہر تشریف لانے کے بعد کون پہلے خیمہ میں داخل ہو ——

بریر نے عبدالرحمٰن سے کچھ دل لگی کی۔ عبدالرحمٰن نے کہا چھوڑو ان باتوں کو یہ وقت ایسی باتوں کا نہیں ہے۔ بریر نے کہا خدا کی قسم میرے قوم وقبیلہ والے اس بات کو جانتے ہیں کہ میں نے جوانی اور بڑھاپے میں کبھی اس طرح کے مذاق کی باتوں کو پسند نہیں کیا۔ مگر مجھ کو اس وقت اپنے مستقبل کی وجہ سے خوشی ہے۔ خدا کی قسم ہمارے اور حوران جنت کے درمیان بس اتنا فاصلہ ہے کہ یہ لوگ تلواریں لے کر ہم پر ٹوٹ پڑیں۔ اور مجھے تو تمنا ہے کہ کسی طرح یہ وقت جلد آئے کہ ان کی تلواریں ہم پر پڑنے لگیں۔"

حوالہ۔ شہید انسانیت ص۲۳۲ و ص۳۳۳۔

دوسری عبارت :- "عاشورہ کی صبح کو ترتیب لشکر کے بعد امام نے جو ایک خیمہ نصب کرایا ہے اور اس میں غسل وآداب طہارت ادا کرنے تشریف لے گئے ہیں تو دروازہ پر عبدالرحمٰن ابن عبدرب اور بریر کھڑے ہوئے آپس میں بے تکلفانہ باتیں کر رہے تھے۔ بریر نے کچھ مذاق کیا۔ عبدالرحمٰن نے کہا چھوڑو ان باتوں کو یہ مذاق کا وقت نہیں ہے تو آپ کو یاد ہوگا بریر نے کیا جواب دیا۔ انھوں نے کہا میں نے تو جوانی اور ادھیڑ عمر میں کبھی مذاق نہیں کیا۔ مگر اس وقت میری خوشی کی انتہا نہیں۔ اس لئے کہ بس یہ حملہ کریں اور تلواریں

ہم پر پڑنے لگیں تو پھر آخرت کی دائمی زندگی ہے اور عیش و عشرت"۔

حوالہ۔ شہید انسانیت ص ۳۷۶

تنقیح صاحب شہید انسانیت نے اس روایت میں غسل کا لفظ اپنی طرف سے بڑھایا ہے ورنہ اصل روایت میں صرف نورہ لگانے کا ذکر ہے۔ لفظ غسل کے اضافہ کے ذریعہ ایک منافی عطش روایت کا مزید اضافہ کیا گیا ہے۔ اپنے اس دعوے کے ثبوت میں سب سے پہلے میں طبری اور کامل کی عبارت نقل کرنا چاہتا ہوں کیونکہ اگر علامہ مجلسی یا شیخ عباس قمی کی کسی کتاب سے زبردستی یہ شُبہہ پیدا بھی کیا جا سکتا ہو کہ نورہ کی روایت میں لفظ غسل ہے کیونکہ ان کی کتابوں میں دونوں روایتیں درج ہیں تب بھی طبری اور کامل وغیرہ جنھوں نے سرے سے غسل کا کوئی ذکر کسی کتاب میں کیا ہی نہیں ان کا روایت نورہ کا درج کرنا بتاتا ہے کہ اس روایت میں ذکر نہیں ہے اور نورہ اور غسل کی دو روایتیں الگ الگ ہیں۔ پہلے طبری کا بیان ملاحظہ ہو:۔

طبری کا بیان

"قال ابو مخنف حدثنی عمرو بن مرۃ الجملی عن ابی صالح الحنفی عن غلام لعبد الرحمن بن عبد ربہ الانصاری قال کنت مع مولای فلما حضر الناس

واقبلوا الی الحسین امر الحسین بفسطاط فضرب ثم
امر بمسک فمیث فی جفنة عظیمة او صحفة قال ثم
دخل الحسین ذالک الفسطاط فتطلی بالنورہ قال ومولای
عبدالرحمن ابن عبد ربہ و بریر بن خضیر الھمدانی علی
باب الفسطاط تحتک مناکبھما فازدحما ایھما یطلی علی اثرہ۔
فجعل بریر یھازل عبدالرحمن فقال لہ عبدالرحمن
دعنا فواللہ ماھذہ بساعتہ باطل فقال لہ بریر واللہ
لقد علم قومی انی ما اجبت الباطل شابا ولا کھلا لکن
واللہ انی لمستبشر بما نحن لاقون واللہ ان بیننا و
بین الحور العین الا ان یمیل ھٰؤلاء علینا باسیافھم
ولوددت انھم قد مالوا علینا باسیافھم فلما فرغ
الحسین دخلنا واطلینا۔

حوالے۔(۱) طبری حصہ دوم جلد اول ص ۳۲۷
(۲) شیخ عباس قمی نے اپنی کتاب نفس المھموم ص ۱۲۶ پر یہی روایت لفظ بلفظ
نقل کی ہے
(۳) نیز دوسری کتاب منتھی الآمال ص ۲۳۲ پر یہی روایت فارسی میں درج کی ہے۔
ترجمہ۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے عمرو بن مرۃ جملی نے بیان کیا۔

اور عمرو سے ابو صالح الحنفی نے بیان کیا اور ابو صالح حنفی سے عبد الرحمن بن عبد ربہ انصاری کے غلام نے بیان کیا کہ میں اپنے آقا کے ہمراہ واقعۂ کربلا میں موجود تھا۔ جب لشکر میدان میں آ گئے اور امام حسین کی طرف پیش قدمی شروع کی اس وقت امامؑ نے ایک خیمہ لگانے کا حکم دیا اور مشک لانے کا حکم دیا جو ایک بڑے یا کھلے پیالے میں پیسی گئی۔ اس غلام کا بیان ہے کہ امام اس خیمہ میں تشریف لے گئے اور آپ نے نورہ لگایا اس وقت خیمہ کے دروازہ پر میرے آقا عبد الرحمن بن عبد ربہ انصاری اور بریر بن خضیر ہمدانی اس طرح بیٹھے تھے کہ شانہ سے شانہ رگڑ کھا رہا تھا اور دونوں اس بات کے کوشاں تھے کہ امامؑ کے بعد ہم پہلے خیمہ میں داخل ہوں۔ اس وقت بریر نے عبد الرحمن سے مذاق کرنا شروع کیا۔ جس پر عبد الرحمن نے کہا مذاق بند کرو خدا کی قسم یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔ بریر نے جواب دیا خدا کی قسم میری قوم اس بات کی گواہ ہے کہ میں نے جوانی یا بڑھاپے میں کبھی بھی مذاق کی باتوں کو پسند نہیں کیا۔ مگر خدا کی قسم اس وقت میں غیر معمولی طور پر خوش ہوں کیونکہ خدا کی طرف سے ہم کو عظیم نعمتیں ملنے والی ہیں۔ خدا کی قسم حوروں کی ملاقات میں صرف اتنی کسر باقی ہے کہ دشمن ہم پر تلواریں لے کر ٹوٹ پڑیں لہذا میرا دل چاہتا ہے کہ

یہ لوگ ہم پر اپنی تلواریں چلانا شروع کر دیں اسی لئے ہم منتظر ہیں کہ امام کے بعد نورہ لگانے کے لئے خیمہ میں جا ہیں ۔

کامل کا بیان

"فلما دنوا من الحسین امر فضرب له فسطاط ثم امر بمسك فميث فی جفنة ثم دخل الحسين فاستعمل النوره و وقف عبد الرحمن ابن عبد ربه الانصاری و یزید بن حصین الھمدانی علی باب الفسطاط و ازدحما ایهما یطلی بعده فجعل یزید یھازل عبد الرحمن فقال له والله ماھذه بساعته باطل فقال یزید والله ان قومی لقد علموا انی ما احببت الباطل شابا ولا کھلا ولکننی مستبشر بما نحن لاقون والله ما بیننا و بین الحور العین الا ان یمیل ھولاء علینا باسیا فھم فلما فرغ الحسین دخلا"

حوالہ ۔ کامل ج ۴ ص ۲۷

ترجمہ ۔ جب لشکر امام کے مقابلے پر آیا تو آپ کے حکم سے ایک خیمہ لگایا گیا اور مسک لاکر پیسی گئی پھر امام خیمہ میں نورہ لگانے تشریف لے گئے ۔

خیمہ کے باہر عبد الرحمن بن عبد ربہ انصاری اور یزید بن حصین ہمدانی

دروازے پر کھڑے تھے اور دونوں امام کے خیمہ میں پہلے داخل ہونے کے خواہشمند تھے تاکہ نورہ لگائیں اس وقت یزید نے عبدالرحمٰن سے مذاق کیا۔ عبدالرحمٰن نے کہا خدا کی قسم یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔ یزید نے کہا خدا کی قسم میری قوم گواہ ہے کہ میں نے جوانی اور بڑھاپے میں کبھی مذاق کو پسند کیا لیکن اس وقت بہت خوش ہوں کیونکہ خدا کی نعمتیں ملنے والی ہیں۔ حوروں سے جا ملنے میں صرف اتنی دیر ہے کہ دشمن تلواریں لے کر ہم پر ٹوٹ پڑے۔ امام کے بعد یہ لوگ بھی نورہ لگانے کے لئے خیمہ میں گئے ـــــــ

(نوٹ۔ کامل نے جناب بریر کے بجائے یزید بن حصین نام لکھا ہے اکثر روایتوں میں یہ نام جناب بریر کے نام کے بجائے آیا ہے اس جگہ نام کے اختلاف سے بحث نہیں ہے بلکہ اصل واقعہ سے بحث ہے۔

ناسخ التواریخ کا بیان

حسین بفرمود تا خیمہ بر افراختند و قدحے را از مشک؛ نورہ آگندہ ساختند و دراں جائے دادند تا از اصحاب ہر کرا حاجت افتد بداں خیمہ در اورد و موئے بسترد و در خبر است کہ بریر با عبدالرحمٰن سخنے مطائبہ و مضاحکہ آورد عبدالرحمٰن گفت اے بریر درچنیں ساعت از در طیبت می خندی؟ خود را بہ باطل شاغل می داری فقال بریر

لقد علم قومی انی ما احببت الباطل کهلا وشابا و انما افعل ذلك استبشارا بما نحن نصیر الیه فوالله ما هولاء الا ان نلقی هؤلاء القوم باسیافنا لعالجهم ساعة ثم نعانق حور العین

گشته بن یاد کرایوقت در لشکر گاه حسین علیه السلام آب نایاب بود توانند شد کرتد بیرے دراجزائے نوره کنند کہ موئے بستر د والانش در بدن بجائے نگذارد تا آب حاجت افتد ۔

حوالہ ۔ ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۲۴۲

ترجمہ ۔ امام کے حکم سے ایک خیمہ لگایا گیا اور ایک بڑے پیالے میں مشک و نورہ ملا کر لایا گیا جسے خیمہ میں رکھ دیا گیا تاکہ اصحاب میں سے جس کو ضرورت ہو وہ خیمہ میں جا کر صفائی کرلے ۔ اس سلسلہ کا ایک واقعہ یہ ہے کہ عبدالرحمن سے بریر نے کچھ ہنسی مذاق کی باتیں کیں اس پر عبدالرحمن نے کہا اے بریر تم اس وقت ہنس رہے ہو اور بے کار باتوں میں مصروف ہو بریر نے کہا میری قوم گواہ ہے کہ میں نے جوانی اور بڑھاپے میں کبھی مذاق کو پسند نہیں کیا لیکن اس وقت ایسا اس لئے ہوا کیونکہ معلوم ہے کہ ہم کن نعمتوں کی طرف جا رہے ہیں ۔ بس تھوڑی دیر رہ گئی ہے اور دشمن سے تلوار چلے گی اس کے بعد شہید ہو کر حوروں سے گلے ملیں گے ۔ واضح ہو کہ اس وقت حسین کے لشکر میں پانی نایاب تھا لہذا نورہ کے اجزا میں ایسی تدبیر کی گئی تھی

کہ پانی کے بغیر آلائش دُور ہو جائے۔

ذبح عظیم کا بیان

"چنانچہ محمد ابن ابی طالب اپنی تاریخ میں اور ملا مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار جلد عاشر اور جلاء العیون میں اور صاحب ناسخ التواریخ اپنی جلد ششم میں فرماتے ہیں کہ اسی رات یعنی شب نہم محرم کو ——— جناب امام حسین علیہ السلام نے ایک خیمہ علیحدہ نصب کرا کے اپنے تمام اعوان و انصار کو حکم دیا کہ خلوت میں جا کر آداب طہارت بجا لائیں پانی تو کہاں میسر تھا جو غسل کے لئے مہیا کر دیا جاتا مگر ہاں امام حسین علیہ السلام نے ایک پیالے میں مشک۔ نورہ اور خوشبو کے تمام مصالحے رکھوا دئے تھے حکم امام پا کر آپ کے اعوان و انصار باری باری سے اس خیمہ میں جاتے تھے اور آداب طہارت بجا لاتے تھے۔ جناب بریر ابن خضیر ہمدانی اور عبدالرحمٰن ابن عبد ربہ الانصاری بھی پہنچے۔ جب اس خیمہ کے دروازے پر پہنچے تو بریر نے عبدالرحمٰن سے مزاح کی۔ عبدالرحمٰن نے ان سے فرمایا کہ ایسے مصیبت خیز اور قیامت انگیز وقت میں باہم مزاح اور مطایبہ کا کون موقع ہے۔ ان کا کلام سن کر بریر نے نہایت اطمینان سے ذیل کے الفاظ میں جواب دیا ——— ہمارا تمام قبیلہ جانتا ہے کہ میں نے امر باطل کو دوست نہ رکھا ——— اور اس وقت جو مزاح تم مجھ سے معرض ظہور میں دیکھتے ہو وہ اس جاودانی بشارت کا تقاضہ ہے ———

خدا کی قسم تھوڑی دیر میں ہم لوگ اس قوم مخالف کے ساتھ لڑیں گے اور اس کے بعد ہمارے ہاتھ حوروں کی گردن میں حمائل ہوں گے۔

حوالہ۔ ذبح عظیم ص۱۳۰ (واضح ہو کہ ناسخ نے دیگر کتابوں کے برخلاف نورہ کی روایت کا دن ۹ محرم لکھا ہے)

مذکورہ بالا حوالوں سے واضح ہو گیا کہ نورہ والی روایت میں کہیں لفظ غسل نہ تھا اسے صاحب شہید انسانیت نے بڑھایا ہے۔

غلط فہمی کا ازالہ

میرے کرم فرما جناب ایم۔ ایم غلام حسین صاحب نے بلیٹن ۲ کے ص۱۲ پر اور جناب مرزا کاظم حسین صاحب فیض آبادی نے جرات لامتناہی ص۸ پر یہ الزام مجھ پر لگایا ہے کہ میں نے جلاء العیون وغیرہ کی عبارت میں تحریف کر کے غسل کو نورہ کی روایت سے الگ دکھایا ہے ورنہ دونوں ایک روایت کا جز ہیں۔ امید ہے کہ یہ حضرات بھی مندرجہ بالا حوالے خصوصاً ذبح عظیم کی عبارت ملاحظہ فرمانے کے بعد اپنا الزام خود واپس لے لیں گے۔ ایک صفحہ پر چند روایتیں درج ہو سکتی ہیں صفحہ کا ایک ہونا روایت کے ایک ہونے کی دلیل نہیں۔ مثلاً جلاء العیون کی جو عبارت پیش کی گئی ہے اس میں حسب ذیل واقعات کا ذکر ہے نہ کہ یہ سب ایک واقعہ کے اجزا ہیں۔ کون واقعہ صحیح ہے کون غلط ہے اس بحث سے قطع نظر شب عاشورا کے لئے جو کچھ کتابوں میں ملا۔ علامہ مجلسی نے اسے جمع کر دیا ہے تفصیل ملاحظہ ہو:-

۱- خیمے ایک دوسرے کے قریب کئے گئے۔

۲- خیموں کے گرد خندق کھود کر لکڑیوں سے اسے بھر دیا گیا۔

۳- جناب علی اکبر کو پانی لانے کے لئے بھیجا گیا (روایت امالی)

۴- رات بھر امامؑ اور اصحاب نے عبادت کی۔

۵- لشکر عمر سعد سے ۳۲ آدمی امامؑ کے لشکر میں شامل ہوئے۔

۶- نورہ لگانے کے لئے خیمہ میں امام گئے اور اصحاب منتظر تھے۔

یہ چھ الگ الگ واقعات ہیں نمبر ۳ جس میں ذکر غسل ہے اس کو نمبر ۶ سے جوڑنا صرف نافہمی ہے۔

دوسری غلط فہمی

حامیان وجود آب نے بحرالعلوم سید الن صاحب کی کتاب بناء الاسلام سے حسب ذیل عبارت اس ثبوت کے لئے پیش کی ہے کہ ذکر غسل روایت نورہ میں ہے۔ حالانکہ موصوف نے ایک جملہ میں تین روایتیں جمع کردی ہیں:-

"حسب الارشاد خیمہ نصب ہوا پھر حکم فرمایا کہ ایک کاسہ میں مشک لاؤ اور اس میں نورہ ملاکر خیمہ میں رکھ دو بعد ازاں حضرت خیمہ میں تشریف لے گئے اور تنویر کر کے غسل فرمایا۔ باہر تشریف لاکر خود اذان کہی۔"

جناب سید الن صاحب کا یہ لکھنا غسل فرمایا اسی طرح غلط ہے اور اضافہ وایجاد ہے جس طرح صاحب شہید انسانیت نے کیا ہے کیونکہ آپ مفصل

پڑھ چکے ہیں کہ روایت نورہ میں لفظ غسل نہیں ہے۔ نیز سید الن صاحب نے دوسری غلطی یہ کی کہ نورہ لگانے کا وقت قبل نماز صبح لکھا ہے جبکہ اکثر کتابوں میں لکھا ہے کہ جب دشمن امامؑ کے مقابلے پر بڑھ رہا تھا اس وقت کا یہ واقعہ ہے جو قلم ایک غلطی کر سکتا ہے دوسری غلطی بھی کر سکتا ہے۔

البتہ نباءالاسلام کی حقیقت کا معلوم کر لینا بھی خالی از لطف نہیں ہے۔

بحرالعلوم سید محمد حسین صاحب مرحوم عرف سید الن صاحب قبلہ نے حدیث "وبنی الاسلام علی خمسہ اشیاء" پر سات مجلسیں پڑھی تھیں جسے حکیم احمد حسین صاحب لکھنوی نے قبلہ وکعبہ کی زندگی میں جمع کر کے شائع کیا ص۳ پر جامع کتاب حکیم احمد حسین صاحب نے لکھا ہے:۔

"مگر از بسکہ بناء آں تقاریر کے مواعظ پر ہے جناب قبلہ وکعبہ دام ظلہم العالی نے بطریق محققین تحریر نہیں فرمائے ہیں بلکہ اکثر مقام بعض مجالس میں بطور اتفاعیات ثبت فرمائے ہیں"

معلوم ہوا مندرجات بناءالاسلام کی صحت کا دعویٰ خود صاحب کتاب کو نہیں ہے بلکہ غیر صحیح مندرجات کا اقرار و اعلان ہے یہی صفائے نفس قابل قدر ہے کہ غلطی کا اعلان ہے اس کو صحیح ثابت کرنے کی ضد یا اصرار نہیں ہے۔

جناب سید الن صاحب قبلہ نے جانتے ہوئے کہ ذکر غسل غلط ہے پھر کیوں یہ ذکر فرمایا اس کی وجہ بھی اسی کتاب سے واضح ہو جاتی ہے نباءالاسلام

۹۵ پر جناب سید الن صاحب قبلہ کی ایک کتاب "الحدیث الحسن" کا اعلان ہے جس کا تعارف یوں درج ہے:

"یہ رسالہ جناب قبلہ و کعبہ نے تحقیق میں اس امر کے تحریر فرمایا ہے کہ روایات ضعیفہ کا پڑھنا فضائل و مصائب ائمۂ ہدیٰ علیہم التحیۃ والثنا میں جس وقت کردہ روایت کسی معتبر کی کتاب میں مندرج ہو جائز ہے"

اس رسالہ کے تعارف سے واضح ہوا کہ جناب سید الن صاحب نے ضعیف روایت کو (جو غلط بھی ہو سکتی ہے) کیوں مجلس پڑھتے تھے۔ واضح ہو کہ کسی معتبر کی کتاب میں درج ہونا اور ہے اور روایت کا معتبر ہونا اور ہے۔

روایت (۶)

ڈولچی والی روایت

لواعج الاحزان جس پر سرکار ناصر الملۃ طاب ثراہ کی تقریظ و توثیق ہے اس کے صفحہ ۱۶۲ پر درج ہے:-

"بنا بر اس روایت کے اس وقت تک جناب علی اکبر شہید نہ ہوئے تھے۔ بے چین ہو کر خدمت امام میں حاضر ہوئے اور عرض کی

اگر مجھے اجازت ہو تو جس طرح ممکن ہو پانی لاؤں۔ حضرت نے فرمایا "امض بارک اللہ" (جاؤ خدا تمھارے ارادے میں برکت دے) غرض شاہزادہ ایک ڈولچی لے کے فرات کی طرف چلا کچھ اشقیا سدِ راہ ہوئے۔ تلوار سے سب کو دفع کیا اور وہ ظرف بھر کر خدمتِ امامؑ میں لائے اور کہا پانی حاضر ہے علی اصغر کو پلا دیجیے اور جو بچ رہے وہ میرے بدن پر چھڑک دیجیے کہ میں بھی پیاس سے نہایت بے چین ہوں۔ حرارتِ آفتاب سے سلاحِ جنگ سب گرم ہو گئے ہیں۔ حضرت نے یہ سن کر رو دیا۔ پھر شیر خوار کو زانو پر بٹھا کے چاہا پانی پلائیں ڈولچی قریب منہ کے لے گئے تھے کہ اس بچّے نے پانی کی خنکی پا کے آنکھیں کھول دیں۔ پینے کا ارادہ کیا تھا کہ ناگاہ ایک بے رحم کا ایسا ایک تیر زہر آلود آ کے لگا کہ حلقِ نازک سے پار ہو گیا اور وہ صاحبزادہ باپ کی گود میں ہچکی لے کے سرد ہو گیا ——— حضرت نے اس ظرفِ آب کو خاک پر پھینک دیا"

لواعج الاحزان کی یہ روایت منتخب طریحی کے جزو دوم مجلس ۹ کے ص ۹۶، ۹۷ سے نقل ہوئی ہے چنانچہ صاحب لواعج الاحزان نے اس حوالہ کو ظاہر کر کے روایت نقل کی ہے۔ خود صاحبِ لواعج الاحزان نے آغاز کلام میں "بنا بر اس روایت" کا فقرہ لکھ کر واضح کر دیا ہے کہ

خود ان کی نظر میں بھی یہ روایت درست اور یقینی نہیں ہے اور شاید لواعج الاحزان کے اسی اظہار کی بنا پر سرکار ناصر الملۃ نے توثیق کی ہو۔ اس توثیق کا مطلب یہ ہے کہ روایت حوالہ کی کتاب میں ہے نہ یہ کہ روایت صحیح ہے کیونکہ خود ناقل اس کو صحیح نہیں قرار دے رہا ہے۔ بہرحال صاحب لواعج اور سرکار ناصر الملۃ سے غلطی ہوئی یا نہیں۔ اس کتاب کا یہ موضوع نہیں ہے اور اور نہ ان میں سے کسی کی صفائی دینا میری ذمہ داری یا میری خواہش ہے۔ میرا مطمحِ نظر صرف پیاس کے موضوع کی تحقیق و تنقیح ہے۔ اس راہ میں جو بھی غلطی یا خطا کا مرتکب قرار پا جائے اس کی مجھے فکر نہیں ہے بلکہ اصل روایت کے بارے میں گذارش کرنا مقصود ہے:

۱۔ اگر اس روایت کو صحیح مان لیا جائے تب بھی یہ روایت منافیِ عطش نہیں ہے بلکہ پیاس کو ثابت کرتی ہے کیونکہ اگر قحطِ آب نہ ہوتا تو علی اصغر پیاسے نہ ہوتے اور امام بچّہ کے لئے دشمن سے پانی نہ مانگتے۔ ان کے نہ دینے پر جناب علی اکبر بے چین ہو کر پانی لینے نہ جاتے۔ غرضکہ اس میں سے ہر بات قحطِ آب و شدّتِ عطش اور کمسن بچّوں تک کی پیاس کو ثابت کرتی ہے۔ رہا روایت کا یہ حصّہ کہ جناب علی اکبر پانی لائے تو اس سے بھی پیاس کا کوئی انکار اس لئے نہیں ہوتا کیونکہ یہ پانی کسی نے نہ پیا بلکہ پھینک دیا گیا اور جو پیاسے تھے وہ اس پانی کے بعد بھی

پیاسے رہے۔ لہذا روایت منافی عطش نہیں ہے۔

۲۔ مندرجۂ بالا گفتگو صرف روایت کے مندرج مضمون پر تھی۔ لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ روایت ہیں اس کو غلط کرنے والا سامان موجود ہے۔ جسے نمبروار لکھا جاتا ہے:۔

(۱) جناب علی اکبر کی شہادت کے لئے تین روایتیں ملتی ہیں۔

۱۔ سب سے پہلے شہید ہوئے۔

۲۔ جناب عباسؑ سے پہلے شہید ہوئے۔

۳۔ جناب عباسؑ کے بعد شہید ہوئے۔ اس روایت کے علاوہ کسی روایت میں نہیں ہے کہ جناب علی اصغر کے بعد شہید ہوئے لہذا روایت کی بنیاد کے غلط ثابت ہو جانے کے بعد روایت خود بخود غلط ثابت ہو جائے گی۔

(۲) ۶ ½ ہزار فوج کے پہرے کے باوجود جناب علی اکبر کا ایک ڈولچی میں فرات سے خیمہ تک پانی لانا نا ممکن تو نہیں مگر بعید از قیاس ضرور ہے خصوصاً جبکہ جناب عباس مشکیزہ میں خیمہ تک پانی لانے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

(۳) جناب علی اکبر کے بارے میں معاذ اللہ ایسی خود غرضانہ بات سوچی بھی نہیں جا سکتی جیسی اس روایت میں درج ہے کہ "اور جو

بچ رہے وہ میرے بدن پر چھڑک دیجئے کہ میں بھی پیاس سے نہایت بے چین ہوں" جبکہ سب کو معلوم تھا کہ بہت سے کمسن بچے خیمہ میں پیاسے ہیں اور اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ جناب علی اکبر ان بچوں کو بھول بھی گئے تب بھی اپنی پیاس کے پیش نظر پانی پینے کے لئے کہتے نہ کہ بدن پر چھڑکنے کے لئے۔

(۴) صرف پانی کے برتن کے قریب آنے سے بچے نے آنکھیں کھول دیں یہ بات بھی ناقابل قبول ہے پانی کے جسم پر گرنے سے بچہ آنکھ کھول سکتا ہے۔ صرف برتن کی قربت سے نہ خنکی محسوس کر سکتا ہے اور نہ آنکھ کھول سکتا ہے۔

(۵) روایت کا یہ فقرہ "فذبحہ قبل ان یشرب من الماء شیئا فبکی الحسین ورمی الرکوہ"

ترجمہ۔ تیر سے علی اصغر شہید ہو گئے قبل اس کے کہ بچہ نے پانی کو منہ لگایا ہوتا۔ امام روئے اور پانی پھینک دیا۔

علی اصغر کے پیاسے شہید ہو جانے کے باوجود جب خیمہ میں عورتیں بچے۔ بیمار سب پیاسے تھے تو کوئی معمولی سمجھ والا انسان بھی اس قحط آب کے موقع پر موجود پانی کو نہیں پھینک سکتا تھا اور اگر پھینک دیتا تو لوگ یہی طے کرتے کہ یہ شخص اپنے حواس میں نہیں ہے۔ غم نے اس کے ذہن کا

توازن بگاڑ دیا ہے ۔ معاذ اللہ امامؑ اور ایسا کام کریں لہذا روایت کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے اس فقرہ کے بعد کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ہے ۔

روایت (۷)

جناب بریر کا پانی لانا

علامہ عبدالعلی ہروی کی مختلف تقریروں کو موصوف کے شاگرد مولانا سید محمد سبطین صاحب مرحوم نے جمع کیا اور کتاب کا نام مواعظ حسنہ رکھا ۔ اس کتاب کا نام بھی اکثر حضرات صحیح نہیں یاد رکھتے کوئی موعظ حسنہ لکھتا ہے کوئی موعظ حسینیہ حالانکہ صحیح نام "مواعظ حسنہ" ہے اس کے صـ۲۸۳ تا صـ۲۸۶ پر منافی عطش عبارتیں درج ہیں جن میں جناب بریر کے پانی لانے کا ذکر بھی ہے ۔ پہلے اصل عبارت ملاحظہ ہو :

"حضرت سکینہ پر شب عاشورا سخت تشنگی غالب ہوئی ——

بریر بن خضیر ہمدانی نے سُن لیا —— میں زندہ رہوں اور تم پیاسی رہو ۔ خیمہ میں گئے اپنی مشک اٹھائی اور اپنے قبیلہ کے ۲ دو آدمی ہمراہ لئے اور نہر پر پہنچے —— تا اینکہ پانی اسی طرح خیمہ میں پہنچا دیا ——

۲۶ یا ۲۸ بچے ہاتھوں میں کوزے لے کر دوڑے اور مشک پر گرنے لگے —— کسی بچے کا ہاتھ مشک کے تسمہ پر لگا اور تسمہ ٹوٹ کر

مشک کھل گئی اور تمام پانی زمین پر بہہ گیا اور وہ اطفال خورد سال ایک دوسرے کا منہ تکتے پیاسے رہ گئے"۔

تنقیح اس روایت میں درج ہے کہ آیا ہوا پانی بہہ گیا اور سب کے سب پیاسے رہ گئے لہذا یہ روایت منافی عطش نہیں ہے بلکہ پیاس کی ہمہ گیری اور شدت کو بیان کرتی ہے۔

البتہ خود روایت صحیح ہے یا نہیں۔ اس کے لئے صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ بچّہ کے ہاتھ کے لگنے سے تسمہ کا ٹوٹ جانا اور سارے پانی کا بہہ جانا ایک افسانوی انداز بیان ہے جسے حقیقت نہیں کہا جا سکتا۔ پانی پلانے کا بندوبست کرنے کے بجائے مشک کو بچّوں کے حوالے کر دینا بھی ناقابلِ قبول ہے۔ غرضکہ جب روایت منافی عطش نہیں ہے تو مزید بحث کی ضرورت کیا ہے۔

روایت (۸)

شہداء کا بوقت وفات غیبی ذرائع سے سیراب ہونا

حکیم ذوالفقار حسین صاحب نے اپنے رسالہ ردۃ التوہات کے ص۱۳ تا ۱۵ پر علامہ کنتوری کی کتاب مفارقات الحسینیہ والعثمانیہ مطبوعہ اصلاح کھجوہ کی حسب ذیل عبارت نقل کی ہے جس کی ضروری تلخیص پیش کی جاتی ہے:۔

"بروزِ عاشورا اپنی انگشت مبارک سے ایک خط زمین پر کھینچا جس سے ایک چشمہ شیریں جاری ہوا اور اپنے ہمراہیوں کو شہادت سے پہلے اسی پانی سے سیراب کیا۔ وہ بزرگوار ٹھنڈے کلیجے جوار الٰہی میں پہنچے۔ شاید اسی وجہ سے جناب امام رضا علیہ السلام نے انکار فرمایا جب آپ سے کسی نے کہ امام حسین اور آپ کے ہمراہی سب پیاسے شہید ہوئے —— لیکن یہ اعتراض جو اس روایت پر کیا جاتا ہے کہ پھر رونا، نالہ وزاری کرنا عزاداروں کا سب بیجا ہے اور پیاس کی شکایت غلط ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فعل حضور کا قریب مرنے ہر ایک شہید کے تھا اور اس سے پہلے سب پیاسے تھے —— یہ چشمہ جاری ہونے کی روایت مدینۃ المعاجز کی صحیح ہو یا نہ ہو۔ کوئی اور طریقہ ان کی سیرابی کا ہوا ہو۔ کیا تم نے جناب علی اکبر کا یہ فرمانا نہیں سنا ہے کہ باوازِ بلند پکار کر قریب جان بحق تسلیم کرنے کے انھوں نے کہا اے پدر بزرگوار میرے نانا رسول نے مجھے اپنے کاسہ لبریز سے سیراب کر دیا۔"

تنقیح اس عبارت سے خود یہ ظاہر ہے کہ سب پیاسے تھے۔ لہذا جب کسی شہید کی وفات کا وقت آجاتا تھا تو اسے غیبی ذرائع سے سیراب کر دیا جاتا تھا۔ وقت آخر غیبی ذرائع سے شہداء کا سیراب ہونا

منافی عطش نہیں ہے بلکہ پیاس کو ثابت کرتا ہے اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ پیاس کا سبب پانی کا نہ ہوتا تھا ورنہ سیرابی میں غیبی ذرائع کی ضرورت نہ ہوتی۔

البتہ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ حصول آب کے غیبی ذرائع غیر شہداء کے لئے کیوں استعمال نہیں کئے گئے اور شہداء کے لئے بھی وقت آخر کیوں استعمال کئے گئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر دورانِ امتحان غیبی مدد دی جائے تو امتحان نہ رہے صبر کی قیمت نہ رہے۔ قربانی کا وقار نہ رہے اور قربانی دوسروں کے لئے نمونۂ عمل نہ بن سکے لیکن امتحان کا تعلق اسی وقت تک جب تک زندگی عمل و حرکت کے قابل رہے۔ برخلاف اس کے جب وقت رخصت آجائے تو امتحان ختم ہو جاتا ہے۔ اب اگر غیبی ذرائع سے سیراب کر دیا جائے تو وہ مدد نہیں ہے بلکہ انعام ہے اور انعام امتحان ختم ہونے پر ملتا ہے۔ غیر شہدا کا امتحان جاری تھا لہذا انعام میں ان کو شریک کرنے کا وقت نہیں آیا تھا اور وقت رحلت سے قبل امتحان شہداء جاری تھا لہذا قبل رحلت انعام دینے کا وقت نہیں آیا تھا۔

امام رضا علیہ السلام نے اگر یہ ارشاد فرمایا ہے کہ امام اور آپ کے اصحاب پیاسے شہید نہیں ہوئے تو اسی کے ساتھ یہ واقعہ بھی ملتا ہے کہ خود امامؑ نے مجلس کی اور دعبل کو مرثیہ پڑھنے کا حکم دیا۔ دعبل نے مرثیہ کا

ایک مصرعہ یہ پڑھا جس پر انکار کے بجائے آٹھویں امامؑ روئے "قدمات عطشانا بشط الفرات" امام حسینؑ فرات کے کنارے پیاسے شہید ہوئے، دونوں واقعات یکجا کرنے سے بات خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ وقت رحلت تک ظالموں کے ظلم سے سب پیاسے رہے لیکن دنیا سے سیراب اُٹھے۔ اور دونوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔

مزید دو روایتیں

حامیانِ وجود آب کے تکون اور مثلث نے جن آٹھ روایتوں کو پیش کیا تھا ان کی تحقیق سے فراغت کے بعد دو مزید روایتوں کی تحقیق پیش کی جاتی ہے جو سُنّی کتابوں میں ملی ہیں۔

پہلی روایت

"جب امام اکیلے رہ گئے اور بیٹھے ہوئے تھے اور ہر قبیلہ آپ کے قتل کرنے سے کترا رہا تھا اور چاہتا تھا کہ یہ رسوائی دوسرے قبیلے کے سر آئے اُس وقت امامؑ نے پیاس کی وجہ سے ایک بڑے پیالے میں پانی مانگا اور چاہا کہ پیالہ کو منہ سے لگائیں کہ اسی وقت حصین بن نمیر نے آپ کے دہن اقدس پر ایک تیر مارا جس کے باعث آپ پانی پینے سے معذور ہو گئے اور پیالہ زمین پر رکھ دیا پھر آپ نے مسناہ پر سوار ہو کر فرات کا رُخ کیا تو لشکر نے

آپ کا راستہ روکا چنانچہ آپ اپنی جگہ پر واپس چلے آئے"۔

حوالہ۔ الاخبار الطوال ص۲۵۵ (عربی عبارت کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے)

تنقیح الاخبار الطوال کی یہ روایت غلط ہے۔ تمام تاریخیں اور شواہد قحط آب اور پیاس کو ثابت کرتے ہیں۔ صاحب الاخبار الطوال نے اصل واقعہ کے بجائے مندرجۂ بالا روایت غلط لکھی ہے۔ اصل واقعہ درج ذیل ہے:۔

"امام شدید پیاس کے باعث فرات کی طرف چلے۔ تمام لشکر گھاٹ پر آ گیا ——— اور گھاٹ کا راستہ بند کر دیا امام نے ان پر حملہ کیا ——— اور گھاٹ کا راستہ دشمن سے خالی کرا لیا ——— دونوں ہاتھوں کا چلو بنا کر پانی لیا اور چاہتے تھے کہ پئیں کہ ناگاہ حصین بن نمیر نے ایک تیر مارا جو دہنِ مبارک پر لگا اور خون جاری ہو گیا"۔

حوالے (۱) شہید اعظم ج ۲ ص۲۰۲ (۲) تاریخ احمدی ص۲۰۷
(۳) روضۃ الشہداء ص۳۳۱ اور دیگر کتب

دوسری روایت

اسفرائنی نے نور العین میں لکھا ہے کہ جناب عباسؑ نے نہر پر قبضہ کر کے پانی پیا۔

"فعند ذالک نزل وانکب علی الماء وشرب وسقی

جوادہ"

ترجمہ ۔ جناب عباس نہر پر قبضہ کے بعد گھوڑے سے اُتر پڑے اور

پانی پر ٹوٹ پڑے خود بھی پیا اور گھوڑے کو بھی سیراب کیا ۔

حوالہ ۔ نور العین فی مشہد الحسین اسفرائنی صـ۳۳ـ

تنقیح اگر اس روایت کو مان لیا جائے تو بھی پیاس ہی ثابت ہوتی ہے کہ جناب عباس شدید پیاسے تھے کہ پانی پر ٹوٹ پڑے اور گھوڑا بھی پیاسا تھا جس سے پیاس کی شدت اور ہمہ گیری کا پتہ چلتا ہے ۔ اگرچہ صحیح واقعہ یہی ہے کہ جناب عباس نے امامؑ اور بچوں کی پیاس یاد کر کے پانی نہیں پیا ۔ دوسرے تمام شہداء کے مقابلے میں آپ کی یہ خصوصیت ہے کہ سب پانی نہ ملنے کی وجہ سے پیاسے رہے اور آپ کو پانی ملا بھی مگر نہیں پیا ۔

آپ کے پانی نہ پینے کی تفصیل حسب ذیل مقامات پر ملاحظہ ہو۔

(۱) ناسخ التواریخ ج ۶ صـ۲۸۹، ۲۹۰ـ ۔

(۲) شہید اعظم ج ۲ صـ۱۸۵، ۱۸۶ـ ۔

(۳) مناقب ج ۴ صـ۹۷ـ

(۴) تاریخ احمدی صـ۲۶۶، ۲۶۷ـ

حامیانِ وجودِ آب پر ایک نظر

حامیان وجود آب کہتے ہیں کہ ہم پانی کی روایتوں کو بھی صحیح مانتے ہیں
اور پیاس کو بھی صحیح مانتے ہیں۔ واضح کیا جا چکا ہے کہ پیاس کے ساتھ
پانی کا وجود جمع نہیں ہو سکتا اور آخر کلام میں پھر اس موضوع پر کچھ لکھا جائیگا
لیکن ان حامیان وجود آب کی دلی کیفیت کیا ہے اس کے اندازہ کے
لئے ایک نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

حکیم ذوالفقار حسین صاحب نے ردّ التوہمات کے ص۶ پر
پانی اور غسل کو ثابت کرنے کے لئے شہید اعظم ج ۲ ص۱۳۶ جناب ریاض بنارسی
کی عبارت اس طرح درج کی ہے۔

"اپنی چھوٹی سی جماعت کو اپنی یاس آلود قسمت کی شرکت
کے لئے ایسا مصمم دیکھ کر حسینؑ ان کی جانوں کو گراں قیمت پر بیچنے
کے لئے تیار ہوئے ان کی تمام فوج ۴۰ پیادے اور ۳۰ سواروں
پر مشتمل تھی لیکن ہر ایک میں شہیدانہ جوش تھا۔ حسینؑ اور ان کے
مخصوص رفقا نے غسل کیا تیل لگایا اور اپنے کو معطر کیا کہ وہ کہتے
تھے کہ تھوڑی دیر میں ہم جنت کی سیاہ چشم حوروں کے ساتھ ہوں گے۔"

اس عبارت کو اس طرح نقل کر کے یہ تاثر پیدا کرنا چاہا ہے کہ

جناب ریاض بنارسی شہداء کے غسل کرنے وغیرہ کے قائل ہیں حالانکہ یہ عبارت ایک غیر مسلم مورخ کی ہے جس میں کچھ خوبیاں ہیں اور کچھ غلط باتیں بھی ہیں۔

جناب ریاض بنارسی نے خوبیوں کی بنا پر عبارت کو نقل کیا اور غلط باتوں پر اپنا تنقیدی نوٹ لگا دیا۔

حکیم ذوالفقار حسین ان دونوں جملوں کو حذف کر گئے تاکہ پڑھنے والے دھوکہ کھا سکیں۔ اس طرز عمل سے واضح ہو جاتا ہے کہ حامیان وجود آب کے دل پیاس کے اقرار کے ساتھ ہیں یا انکار کے ساتھ۔

اس عبارت سے پہلے جناب ریاض بنارسی نے لکھا ہے :۔

"میرا جی چاہتا ہے کہ میں اس جگہ مسٹر واشنگٹن آروینگ کی عبارت درج کر دوں"

پھر عبارت کے آخر میں حسب ذیل نوٹ لگایا ہے ۔

(مورخ کا آخری فقرہ مسیحی مورخین کے لحن کا ہم آہنگ ہے)

اس نوٹ سے واضح ہو گیا کہ جناب ریاض بنارسی حوروں کی ملاقات کے شوق میں غسل کرنے۔ تیل اور خوشبو لگانے کے فقرہ کو غلط جانتے ہیں۔

خاتمہ کلام

وجودِ آب کے ابطال پر دسؔ دلیلیں

الحمد للہ کہ موضوع پر موافق و مخالف دونوں طرح نظر ڈالی جا چکی۔ اور پیاس کی سچائی بعد بحث اور زیادہ توانا ہو کر سامنے آ گئی۔ اب کچھ لکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ وجودِ آب کی دسؔ روایتوں پر بھی فرداً فرداً بحث ہو چکی لیکن بعض اہل علم اپنے عالمانہ رعب کے ذریعہ اس بات کے منوانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ وجودِ آب اور پیاس میں منافات نہیں ہے دونوں کا جمع ہونا ممکن ہے۔ حالانکہ پیاس کا ماننا ہر وجودِ آب کی روایت کو غلط ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ پھر بھی دسؔ روایتوں کے ہم عدد دسؔ دلیلیں لکھی جاتی ہیں جو وجودِ آب کی ہر روایت کو باطل ثابت کرتی ہیں اور وجودِ آب اور پیاس میں منافات کو واضح کرتی ہیں۔

(۱) اگر پانی ہوتا تو کنویں نہ کھودے جاتے اور جو کنویں کھودے گئے ان میں پانی نہیں نکلا۔

ملاحظہ ہو (۱) مقتل ابی مخنف ص۵۷ (۲) ناسخ التواریخ ج۶ ص۲۴۳

(۲) اگر پانی ہوتا تو نمازیں تیمم سے نہ پڑھی جاتیں۔

ملاحظہ ہو (۱) روضۃ الشہداء ص۲۶۲

(۳) اگر بفرض محال مان لیا جائے کہ پانی تھا مگر امامؑ اپنی مرضی سے پیاسے رہے تب بھی بچوں اور دیگر انسانوں کو پیاسا رکھنا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا اور اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ سب لوگ اپنی مرضی سے پیاسے رہے تب بھی علی اصغر کیوں پیاسے رکھے گئے۔ اور اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ علی اصغر بھی پانی نہیں پیتے تھے تب بھی سوال ہوگا کہ جانوروں کو کیوں پیاسا رکھا گیا۔ امتحان و صبر کا تعلق انسانوں سے ہو سکتا ہے جانوروں سے نہیں اور کربلا میں جانور تک پیاسے تھے جس سے ہر طرح واضح ہے کہ پانی نہ تھا۔

ملاحظہ ہو ناسخ التواریخ ج ۲ ص۳۰۱ وغیرہ

(۴) اگر پانی تھا اور امامؑ اپنی مرضی سے پیاسے تھے تو دشمن سے بار بار پانی مانگنا اور اپنی پیاس کے علاوہ عورتوں۔ بچوں کی پیاس کا تذکرہ کرنا ممکن نہ تھا۔

ملاحظہ ہو (۱) خصائص حسینیہ ص۱۲۵ و ص۱۸۱ وغیرہ

(۵) اگر امامؑ اپنی مرضی سے پیاسے رہے ہوتے تو ہم کو ائمہ علیہم السلام ہر بار پانی پینے پر امامؑ کی پیاس یاد رکھنے اور آپ پر صلوات بھیجنے کا حکم نہ دیتے اور اس صورت میں پانی پینے پر امامؑ کے دشمنوں پر لعنت

بھیجنے کی ہدایت ہرگز نہ دی جاتی۔

ملاحظہ ہو مناقب ج ۴ صـ۸۷ (۲) خصائص حسینیہ صـ۱۰۲ وغیرہ

(۶) اگر پیاس کی وجہ قحط آب نہ ہوتی تو قلعہ کفر طاب والے خولی اور لشکر یزید کو پانی دینے سے انکار نہ کرتے۔

ملاحظہ ہو (۱) ناسخ التواریخ ج ۶ صـ۳۴۵ (۲) مقتل ابی مخنف صـ۱۱۶ (۳) شہید اعظم ج ۲ صـ۲۴۲۔

(۷) اگر پانی ہونے کے باوجود امام پیاسے رہے ہوتے تو کھانا اور پانی دیکھ کر امام زین العابدینؑ باپ کی پیاس اور بھوک کو یاد کر کے روزانہ نہ روتے۔

ملاحظہ ہو (۱) ناسخ التواریخ ج ۶ صـ۳۷۶ (۲) خصائص حسینیہ صـ۱۲۷ (۳) منتخب طریحی جزدوم صـ۲

(۸) اگر امام اپنی مرضی سے پانی ہوتے ہوئے پیاسے رہے ہوتے تو روز عاشورا ہر مومن کو اور وقت حاضری روضۂ مبارک ہر زائر کو بھوکا پیاسا رہنے کی ہدایت نہ دی جاتی۔ پیاس کا مصائب کربلا میں شمار ہونا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ پیاس کا سبب قحط آب ہے۔

ملاحظہ ہو (۱) خصائص حسینیہ صـ۱۲۵ (۲) مفاتیح الجنان صـ۴۱۱ و صـ۴۱۲ (۳) بحار الانوار ج ۲۲ صـ۱۴۸ (۴) ناسخ التواریخ ج ۶ صـ۲۱۹

(۹) اگر امامؑ پانی ہوتے ہوئے پیاسے رہنے والے ہوتے تو حضورؐ اپنے روضے سے رخصت کرتے ہوئے عالم خواب میں یہ فقرہ نہ فرماتے "میں دیکھ رہا ہوں تم میری اُمت کے ایک گروہ کے درمیان پیاسے ہو اور وہ تم کو پانی نہیں دے رہے ہیں۔"

ملاحظہ ہو (۱) خصائص حسینیہ ص۱۱۳ (۲) روضۃ الشہداء ص۲۹۲ (۳) ناسخ التواریخ ج ۶ ص۱۶۴۔

(۱۰) اگر پانی موجود ہوتا اور امامؑ پیاسے رہے ہوتے تو امامؑ اور عزاداری کے دشمن اس بات کا چرچا اس قدر کرتے کہ آج پیاس کا ثبوت دشوار ہو جاتا اس کے برخلاف کل بھی دشمن نے پیاس کا اقرار کیا ہے اور آج کے دشمن بھی اسے نہیں جھٹلا رہے ہیں۔

ملاحظہ ہو (۱) اعثم کوفی ص۳۴۷ (۲) ترجمہ بحار ص۱۸۵

چونکہ مکمل حوالے کتاب میں پیش کئے جاچکے ہیں لہذا یہاں صرف چند حوالوں پر اکتفا کی گئی۔

خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ میری اس خدمت کو قبول کرے اور زادِ آخرت قرار دے اور تمام مومنین اور علمائے کرام سے استدعا ہے کہ اگر کتاب میں غلطی دیکھیں تو مجھے متنبہ کریں۔

والسلام

خاکپائے اہلبیت علیہم السلام

سید غلام عسکری

تاریخ اسلام

المعروف بہ

تفسیر اسلام

مولفہ:

علامہ فروغ کاظمی

اسلام کی تاریخ پر ایک جامع، مفصل اور مستند کتاب

اس کتاب میں ابتدائے آفرینش سے خلقت حضرت آدمؑ تک اور خلقت حضرت آدمؑ سے خاتم الانبیاءؐ تک تمام انبیاء و مرسلین نیز حضرت علی ابن ابی طالبؑ سے امام العصر والزمان عجل اللہ فرجہ تک تمام آئمہ معصومینؑ کے تاریخی و تفصیلی اور مستند و معتبر حالات مجتمع ہیں۔